قاضی عبدالودود کا مرتب کردہ

تذکرۂ مسرّت افزا

مصنفہ

ابوالحسن امیرالدین احمد، امراللہ الہ آبادی

(تصنیف: ۱۱۹۳ھ)

تحقیق

سید شاہ محمّد اسمٰعیل

(م: ۱۹۹۸ء)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

قاضی عبدالودود کا مرتب کردہ

تذکرۂ مسرّت افزا

مصنفہ

ابوالحسن امیرالدین احمد امراللہ الٰہ آبادی

(تصنیف: ۱۱۹۳ھ)

تحقیق

سید شاہ محمد اسمٰعیل

(م: ۱۹۹۸ء)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

سال اشاعت : ۱۹۹۸
۱۲۵

غیر ممالک کے لیے : سات ڈالر

طابع و ناشر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ-۴

حرفِ آغاز

"تذکرۂ مسرت افزا" مصنفہ ابوالحسن امیرالدین احمد امر اللہ الہ آبادی بارہویں صدی ہجری کے بالکل اواخر میں منصۂ وجود پر آیا۔ یہ فارسی زبان میں اردو کے قدیم شعرا کا تذکرہ ہے۔ اس کا ایک خطی نسخہ آکسفورڈ یونیورسٹی لائبریری میں دستیاب تھا۔ اس کی عکسی نقل پٹنہ یونیورسٹی لائبریری نے حاصل کر لی جسے قاضی عبدالودود صاحب مرحوم نے "معاصر" میں قسط وار شائع کیا۔ اس سے متعلق قاضی صاحب کی تین مختلف تحریریں مختلف رسائل میں اشاعت پذیر ہوئیں۔ ان کا ایک طویل مقالہ جو رسالہ "اردو" میں طبع ہوا بطور مقدمہ اس میں شامل کر لیا گیا ہے۔

"معاصر" میں اس کی اشاعت کے بعد حسن اتفاق سے خدابخش لائبریری کو اس کا ایک اور نسخہ حاصل ہوا۔ اس کا حصول ہی شاہ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کی تحقیق کا محرک ہوا۔ شاہ صاحب خود بھی ایک شاعر تھے اور اپنا اکثر وقت لائبریری میں تصنیف و تالیف میں صرف کرتے تھے۔ انھوں نے ان دونوں نسخوں کا موازنہ کر ڈالا۔ قاضی صاحب کے مرتب کردہ نسخے کو اساس مان کر اس کی تدوین کی۔ اختلاف نسخ کو ضمیمے میں اور مناسب ترین لفظ کو متن میں جگہ دی۔ شاہ صاحب کا پیشگفتار ان کی ترتیب نو پر تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے۔

اس کا مکمل اردو ترجمہ ڈاکٹر مجیب قریشی نے اور اس کی تلخیص اردو میں پروفیسر عطاءالرحمٰن عطا کاکوی شائع کر چکے ہیں۔ لیکن خدابخش لائبریری نے یہ تصحیح شدہ نسخہ اصل فارسی زبان میں شائع کیا ہے۔

اپنے دیرینہ رفیق شاہ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کو لائبریری کی جانب سے یہ ایک نذرانۂ عقیدت ہے۔

——— ح ر ج

مشتملات

••

پیشگفتار

بارہویں صدی ہجری میں اردو شعرا کے متعدد تذکرے لکھے گئے، ان میں تذکرۂ مسرت افزا بھی شامل ہے۔ اس کا صرف ایک خطی نسخہ معلوم ہو سکا تھا جو آکسفورڈ یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری کو اس کی فوٹو کاپی دستیاب ہو گئی اور قاضی عبدالودود صاحب نے اسے باقساط معاصر میں شائع کیا۔

اس سلسلے میں قاضی صاحب کی تین تحریریں ملتی ہیں، ایک مختصر تحریر جو مسرت افزا کی اشاعت سے قبل معاصر میں چھپی تھی۔ دوسری تحریر مسرت افزا کے تعارف پر مشتمل ہے۔ وہ سہ ماہی اردو اپریل ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔ تیسری تحریر جو دوسری تحریر سے قدرے مختلف ہے، تحریر دہلی کے اگست ۱۹۷۲ء کے شمارے میں آئی ہے۔

رسالہ اردو میں شائع شدہ مقالہ زیادہ بسیط ہے، اور "تذکرۂ مسرت افزا" سے متعلق جو مواد حاصل ہو سکا، اس کے پیش نظر قاضی صاحب نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ اس مقالے کو بطور مقدمہ اس اشاعت میں شامل کر دیا جائے۔

"معاصر" میں تذکرہ مسرت افزا، کی اشاعت کے بعد ایک خطی نسخہ خدا بخش لائبریری کو حاصل ہوا، افسوس ہے کہ قاضی صاحب کی سرسری نظر اس نسخے پر پڑی اور بالاستیعاب اس کو دیکھنے اور اس پر کچھ لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔

زیر نظر نسخہ مندرجہ بالا دو نسخوں پر مبنی ہے۔ قاضی صاحب کے مرتبہ مطبوعہ نسخے کو بنیادی نسخہ قرار دیا گیا ہے۔ خدا بخش نسخہ سے مقابلہ کر کے جہاں کہیں اختلاف نظر آیا، وہاں جس نسخے کا لفظ زیادہ مناسب معلوم ہوا اسے متن میں جگہ دی گئی اور دوسرے نسخے کے اختلافی لفظ کو ضمیمے میں رکھا گیا۔ جہاں کہیں بنیادی نسخے میں کسی لفظ کی کمی دیکھی گئی، اور وہ لفظ مخطوطے میں مل گیا تو اسے متن میں جگہ دی گئی اور جہاں کہیں دونوں نسخوں میں ایسا لفظ آ گیا ہے جو بدیہی طور پر ناموزوں یا نامناسب ہے وہاں اس لفظ کو باقی رکھتے ہوئے قوسین میں ممکنہ صحیح لفظ لکھ دیا گیا ہے۔ ایسے الفاظ جو واضح طور پر وزن شعر سے زیادہ نظر آئے انھیں متن سے خارج کر کے تفصیل ضمیمے میں دیدی گئی ہے، دونوں نسخوں میں جہاں کہیں خلا پایا گیا، وہاں ممکنہ موزوں اور مناسب لفظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چند جگہیں ایسی ہیں جہاں پورا مصرع یا کئی الفاظ غائب ہیں اور دیوانِ شاعر یا تذکروں سے مدد نہ مل سکی انھیں اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں تذکرۂ میر حسن، گلزار ابراہیم اور مجموعۂ نغز سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مطبوعہ نسخہ میں قاضی صاحب نے کہیں کہیں پورے ایک مصرع، لفظ یا حرف کا اضافہ قوسین میں کر کے نسخہ آگسفورڈ کے خلا کو پر کیا ہے۔ ایسی جگہوں میں اگر وہ لفظ یا مصرع مخطوطے میں مل گیا، تو متن سے قوسین کو ختم کر دیا گیا ہے اور اگر مخطوطے میں بھی نہیں ملا، تو قوسین کو برقرار رکھا گیا ہے۔ اور حوالہ ضمیمے میں دے دیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل علامتیں اختیار کی گئی ہیں:

۱۔ خدا بخش کا نسخہ = خ ۲۔ مطبوعہ نسخہ = مط

نسخہ خدا بخش کی تفصیلات: سائز ۳۲ × ۲۲ س م، اوراق ۱۵۱، سطور ۱۷، خط نستعلیق معمولی۔ پہلا ورق نہیں ہے، آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ جس سے کاتب کا نام اور سال کتابت معلوم ہو سکے۔ ۱۳ ویں صدی کے نصف اوّل کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔ کہیں کہیں کرم خوردگی کی وجہ سے ایک آدھ حرف یا لفظ غائب ہو گیا ہے۔ نسخہ اچھی حالت میں ہے۔ ضروری مرمت کر دی گئی ہے۔ شعرا کے نام اور کہیں شعر کی ابتدا کی علامت کے لیے سرخ روشنائی استعمال کی گئی ہے۔

بعض جگہ حاشیے پر لفظ کی تصحیح، کسی لفظ، عبارت یا شعر کا اضافہ بھی ہے۔ ان میں سے بعض اضافے کاتب متن ہی کے قلم سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض کا خط مختلف ہے۔

خصوصیات کتابت: کاتب کم سواد معلوم ہوتا ہے۔ املا کا کوئی منضبط طریقہ اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ املا کی غلط نویسی بھی پائی جاتی ہے۔ بعض الفاظ کو کہیں صحیح لکھا ہے اور کہیں غلط۔ مزید چند خصوصیات یہ ہیں جو بطور نمونہ پیش کی جا رہی ہیں:

ٹ، ڑ کی کتابت:

۱۔ توت (بٹ) = ٹوٹ، بترا (الف ۵۱) = بڑا، اترے = اڑے (ب ۱۵)۔

۲۔ ثمک (الف ۵۳) = ٹمک، ماثی (الف ۵۸) = ماٹی۔

۳۔ پہورے (بٹ) = پھوڑے۔

ن غنہ کا اضافہ:

اپناں (الف ۳۶) = اپنا، کوں (ب ۶۵) = کو، سناں (الف ۵) = سُنا، سیں (الف ۱) = سے، نیں (ب ۱۳) = نے۔

انھیں الفاظ کو کہیں صحیح بھی لکھا ہے: اپنا (الف ۳۹)، کو (الف ۴۱)، سے (الف ۱۳)، نے (ب ۱۴)

ن غنہ کا حذف کرنا: چارو (الف ۳۴) = چاروں، نوک سنا (الف ۱۹) = نوک سناں

ن غنہ کا باقی رکھنا: پلکوں (الف ۱۶)

'یہ' کے دو انداز: (الف ۴۴) = یہ، یہہ (ب ۴۴) = یہ

'واو' کا اضافہ: کوچھ (الف ۸ث) = کچھ ، کھودائی (الف ۱۹) = کھدائی، جھوکتی (ب ۳۱) = جھکتی۔ موہنہ (الف ۴۱) = منہ۔
بغیر 'واو' کے: پکھ (ب ۱۰)

املا کے مزید چند نمونے:

بودھی (ب ۱۶) = بوڑھے ، جوندے (ب ۱۶) = چوندے، پوپچھ (الف ۴۲) = پوچھ
گوایا (ب ۱۶) = گنوایا، کلہ (ب ۱۳) = کل، کنپنی (ب ۲۵) = کمپنی ، کوسل (الف ۲۵) = کونسل، نقرہ ئی (ب ۳) = نقرئی۔
اونٹہوں (ب ۹۲) = ہونٹوں، عیوض (الف ۱۳) = عوض، جتے (ب ۹۳) = جس سے ، اوتے (ب ۹۲) = اس سے۔

واضح غلطیوں کی چند مثالیں:

ملازمان (ب ۲) = ملازمان ، ملاز (الف ۱۵) = ملاذ ، بساتی (الف ۲۶) = بساطی، کسرت (ب ۳۳) = کثرت ،
ارزال (ب ۳۹) = ارذال، مسنوی (ب ۴۴) اکثر جگہوں میں = مثنوی، مہن (ب ۴۳) = من، گلذار (ب ۱۱) اکثر جگہوں میں = گلزار،
نارہ (الف ۳۵) = نعرہ، بات (ب ۱۱) = رات ، نو آح (ب ۶۳) = نواح، دطیرہ (ب ۲۶) = وتیرہ ، مرسیہ (الف) = مرثیہ،
عبس (الف ۱۲) = عبث ، اساس (ب ۲۵) = اثاث ، تعلق (ب ۳) = تتق، بے ربتگی (الف ۳۹) = بے ربطگی، کیونکی (الف ۲۹) = کیوں کہ،
جحاز (ب ۹۱) = جہاز۔۔

مطبوعہ نسخہ بھی اغلاط کتابت سے خالی نہیں ہے۔ بعض اغلاط میں دونوں نسخے مشترک ہیں چند مثالیں یہ ہیں:
حسرت الہ آبادی کی فارسی مثنوی کے چند اشعار نقل کیے ہیں جن میں مندرجہ شعر بھی ہے:۔

اے کہ چوں ختم انبیائے کرام   ہست ختم ائمہ اطہار (ص ۹۶، ق ب)

کرام اور اطہار ہم قافیہ نہیں ہیں مگر دونوں نسخوں میں اسی طرح لکھا ہے۔ قرینۂ غالب یہ ہے کہ کرام کی جگہ کبار ہوگا۔

نارہ (= نعرہ) ہل من مزید (ص ۲۷، ق الف ۴۵) ، بے ربتگی (= بے ربطگی) (ص الف ۵۵ ، ق الف ۳۵)

مصرع: جلدی سے مجھے مجھ (= مجھ کو) اے شہ ابرار دکھنا (ص ۹۱، ق الف ۵۵)

درآوان (= اعوان) واقران (ص ۷۰، ق ب ۴)

مصرع: ٹک اس طرف بھی لے بت اغیار دیکھنا (= بت عیار) ص ۱۳۸، ق الف ۹۶)

مصرع: علی کے نام کو پایا دہے، خدا خدا کر کے، (ص ۱۰۱ ق الف ۹۳) 'ہے' وزن سے خارج ہے۔

اغلاط کی مطابقت سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ مخطوطہ اور آکسفورڈ کا مخطوطہ ایک ہی نسخے سے نقل کیا گیا ہے، یا ان دونوں میں سے کوئی ایک، دوسرے سے نقل کیا گیا ہے۔ مطبوعہ نسخے میں نسبتاً اغلاط کم ہیں، ہو سکتا ہے کہ قاضی صاحب نے اغلاط

کی تصحیح کر دی ہو، پھر بھی کچھ اغلاط نظر انداز ہو گئے ہیں۔

شعرا کی تعداد : قاضی صاحب نے ہر شاعر کے تذکرے کی ابتدا میں حاشیے پہ نمبر شمار دیا۔ نمبر شمار کے نیچے بھی اعداد دیے ہیں جو تعداد اشعار کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

آخری نمبر شمار ۲۵۵ ہے لیکن درمیان کا ایک نمبر شمار یعنی ۲۲۹ چھوٹ گیا ہے اسلیے مطبوعہ نسخہ ۲۵۴ شعرا کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

جبکہ نسخۂ خدا بخش میں مندرجہ ذیل دو شاعروں کا اضافہ ہے:

۱۔ غلام حسین خاں عیاش (ق الف۴۴ کے حاشیہ پر کسی دوسرے کاتب کے قلم سے) ۲۔ میر محفوظ علی ہمدم (ق الف۱۲۰ پر، متن میں شامل ہے) اس طرح نسخۂ خدا بخش میں شعرا کی تعداد ۲۵۶ ہو جاتی ہے۔

اشعار کی تعداد : مطبوعہ نسخہ میں نمبر شمار کے نیچے لکھے ہوئے اعداد کے مطابق اشعار کی کل تعداد ۵۲۹۶ بنتی ہے۔ لیکن مطبوعہ متن میں شامل اشعار کی کل تعداد ۲۱۲۸ ہے۔

مطبوعہ نسخے کے آخر میں مزید ۱۶۹ اشعار شامل کیے گئے ہیں جس پر قاضی صاحب کی یہ تحریر ہے۔

"حسب ذیل اشعار کسی نہ کسی سبب سے درج نہ ہو سکے حاشیے کے ہندسوں سے معلوم ہوگا کہ کن شعرا کے اشعار ہیں۔"

ان اشعار کا سلسلہ راسخ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اور ان اشعار کو شامل کرنے کے بعد مطبوعہ نسخے میں اشعار کی تعداد ۲۱۹۷ ہو جاتی ہے اور جو اشعار خارج کر دیئے گئے ہیں ان کی تعداد ۳۱۹۹ ہوتی ہے۔

نسخۂ خدا بخش میں ایسے اشعار جو مطبوعہ نسخے میں شامل نہیں ہیں، ان کی تعداد ۱۳،۷ ہے۔ یعنی اشعار کی کل تعداد ۲۹۱۰ ہوتی ہے۔ اس طرح اس نسخے میں ۲۱۹۹ اشعار کی کمی ہے۔

قاضی صاحب نے مطبوعہ نسخے کے آخر میں جو ۱۶۹ اشعار دیے ہیں اس پر جو عبارت ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی ۲۹ اشعار ہیں جو کسی نہ کسی سبب سے درج ہونے سے رہ گئے، جبکہ حاشیے پر دیے ہوئے اعداد کے مطابق ۳۱۹۹ اشعار مطبوعہ نسخے میں شامل نہیں ہیں۔ ان کے شامل نہ کرنے کے کیا اسباب ہیں اس سے متعلق ایک اشارہ قاضی صاحب کے مکتوب بنام ڈاکٹر محمد حسن سے ملتا ہے، اس خط میں قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"تذکرہ مسرت افزا .... شائع ہو گیا ہے مگر میں نے بہت سے اشعار اس بنا پر خارج کر دیے ہیں کہ وہ مطبوعہ تذکروں یا دواوین میں موجود ہیں۔" (مکتوب مورخہ ۹۔۳۔۶۱)

لیکن جب مطبوعہ نسخے کو دیکھا جاتا ہے تو اس میں ایسے اشعار کی اہم خاصی تعداد ہے۔ جو تذکروں اور دواوین میں موجود ہیں چند مثالیں یہ ہیں۔ :

۱۔ الم خواجہ صاحب میر (ص ۲۱)

نہ دل کو قرار بے قراری کے سبب — نہ چشم کو خواب اشکباری کے سبب
واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤں سے کبھی — یہ کچھ دیکھا تو تیری یاری کے سبب (تذکرہ میر حسن ص ۲۰)

۲۔ آشنا، میر زین العابدین (ص ۱۷۔۱۸)

جو کوئی چشم تر نہیں رکھتا — درد دل کی خبر نہیں رکھتا

تذکرہ میر حسن میں اس شعر کے علاوہ مزید چار اشعار ہیں اور یہی پانچوں اشعار مطبوعہ نسخے میں بھی ہیں۔ (تذکرہ ص ۲۲)

۳۔ عشق خواجہ رکن الدین (ص ۱۳۴۔ ۱۳۵)

جز عشق نہ سمجھے کفر و دیں کو — طریق سب سے بے خبر ہے ہم

اس شعر کے بشمول سات اشعار مطبوعہ نسخے میں ہیں جن میں سے چھ اشعار تذکرہ میر حسن میں موجود ہیں۔
(تذکرہ ص)

۴۔ فرصت، میرزا الف بیگ (ص ۱۵۸۔ ۱۵۹)

مطبوعہ نسخے اور تذکرہ میر حسن میں متعدد اشعار ہیں جن میں چھ اشعار مشترک ہیں۔ (تذکرہ ص ۱۳۲۔ ۱۳۳)

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ قاضی صاحب نے کسی ایک مخصوص سبب کی بنا پر اشعار کو خارج نہیں کیا ہوگا، بلکہ اس کے متعدد اور مختلف اسباب ہوں گے۔

(سید شاہ محمد اسمٰعیل) ●●

تعارف

از: قاضی عبدالودود

[۱]

مولف تذکرہ مسرت افزا (= مسرت) نے (۱) اپنی کتاب کے دیباچے میں اپنا تعارف اس طرح کرایا ہے : " ابوالحسن امیر الدین احمد المشتہر بہ امراللہ الہ آبادی " (ص ۱) ابوالحسن کنیت ہے جو شعور آنے پر اختیار کی ہوگی ، امیر الدین احمد اصلی نام ، امراللہ عرف اور الہ آباد وطن تھا ۔ اس بنا پر کہ مولف نے ۱۱۹۳ھ کی ۳ جمادی الاخری کو اپنی عمر ۲۳ سال بتائی ہے (ص ۱) ، ۱۱۷۰ھ اس کا سال ولادت قرار پاتا ہے - وہ اپنے برادر بزرگ خیر الدین محمد کا شاگرد تھا (ص ۶۱) اور "سیر و تحصیل علم" کی غرض سے ۱۱۹۱ھ میں لکھنؤ بھی گیا تھا (ص ۹۷) - دیباچے میں ۲۰ ابیات کی ایک فارسی مثنوی شامل ہے جو نظر بظاہر خود مولف کی زائیدۂ فکر ہے ، اس کے شعر ذیل میں "حامد" بطور تخلص آیا ہے :

بس (۲) حامد ازیں فضول خاموش
دریائے عنایت است در جوش (ص ۳)

مولف صفر ۱۱۹۲ھ میں اپنے برادر بزرگ کی رفاقت میں پٹنہ پہنچا اور یہاں "چندے" مقیم رہا (ص ۲)- پٹنہ سے وہ کب رخصت ہوا ، اس کے متعلق

۱- مولف اور اس کے اقربا کے حالات صرف وہی درج ہیں جو مسرت میں ہیں ، دوسرے ذرائع سے ان پر اضافہ ہو سکتا ہے ۔

۲- مولف کا ترجمہ مسرت میں نہیں ۔

مولف کے دو اقوال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ ۱۱۹۲ھ کی بات ہے، اور ایک اس پر مشعر ہے کہ ۱۱۹۳ھ میں یہاں سے روانہ ہوا۔

(الف) اقتباس ترجمۂ ٹھاکر داس ضمیر: ''در سنہ یک ہزار و یک صد و نود و دو ہجری کہ مولف بعزم کلکتہ در مرشد آباد رسیدہ''۔ (ص ۱۲۰)

(ب) ترجمۂ علی ابراہیم خاں خلیل میں بجنسہ یہی عبارت۔ (ص ۷۲)

(ج) اقتباس ترجمۂ مفتی برکت اللہ: در سنہ یک ہزار و یکصد و نود و سہ برائے استفسار مقدمۂ ورثۂ شہباز بیگ... کہ صاحبان کوسل (کذا) آں بلدہ (پٹنہ) در ظاہر باستصواب و استفتائے اہل شرع انفصال نمودہ بودند ہمراہ دیگر افتا پناہاں حضور طلب صاحبان کوسل کلکتہ شدہ، تا حالت تحریر در قید آب و دانۂ آں بلدہ پابند است........ مولف در آں حین بعزم کلکتہ وارد عظیم آباد بود کہ ایں حکم رسیدہ۔ (ص ۳۶، ۳۸)

مرشد آباد میں جو پٹنہ اور کلکتہ کی راہ میں واقع ہے، مولف کا قیام زیادہ نہ رہا ہوگا، وہ ترجمۂ مفتی برکت اللہ میں برکت اللہ وغیرہ کی پٹنہ سے روانگی کے ذکر کے بعد لکھتا ہے: ''مولف بر مقارن ایں حال وارد کلکتہ شدہ'' (ص ۳۹)۔ اس کا امکان ہے کہ کلکتہ سے واپسی میں مولف مرشد آباد و پٹنہ میں کچھ ٹھیرا ہو۔ بہر حال ۱۱۹۴ھ میں وہ بقول خود پھر لکھنؤ میں تھا (تختمہ تذکرۂ مسرت افزا = تختمہ) اور اس سفر میں اس کا فرخ آباد جانا بھی ہوا (ص ۲۱۴)۔ ترجمۂ سید امام تصور سے معلوم ہوتا ہے کہ تصور مولف کی رفاقت میں الہ آباد سے رام نگر بنارس گیا تھا، اور وہاں ایک ''مدت'' تک فارغ البال رہا تھا، یہاں تک کہ راجہ چیت سنگھ اور اس کے متوسلین کے فرار کی وجہ سے تصور بھی وہاں سے شعبان ۱۱۹۵ھ میں رخصت ہوا۔ (ص ۴۰)

ترجمۂ غلام حسین خاں پسر ہمت خاں سے جو پہلے راجہ بلونت سنگھ اور اس کی موت کے بعد راجہ چیت سنگھ کی رفاقت میں تھے، زمانۂ فرار راجہ چیت سنگھ میں مولف کی اقامت بنارس ثابت ہوتی ہے (ص ۴۰)۔ ترجمہ رستم علی رستم سے تحریر ترجمہ سے پیشتر کسی زمانے میں غازی پور جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ (ص ۸۵)

[۲]

اقربائے مولف اور اس کے والد کے نام مسرت میں نہیں۔ ترجمۂ خیرالدین

محمد حسرت میں ہے کہ ایک دن مصھوب و محزوں "جہت ملاقات پدر بزرگوار مد ظلہ العالی" تشریف لائے (ص ۵۲) - اس ترجمے کے صفحہ ۶۳ میں مولف نے اپنی طرف سے پدر خیر الدین محمد کو "حضرت قبلہ گاہی" لکھا ہے ، اس میں کچھ شک نہیں کہ دونوں کے والد ایک ہیں ، محزوں نے ان سے مخاطب ہو کر خیرالدین محمد کے بارے میں کہا ہے: "این فرزند خود را بمن دهند" - (ص ۶۳)

خیر الدین محمد کا زمانہ ولادت صفر ۱۱۶۵ھ کا عشرہ اولیٰ ہے - ۱۳ سال کے تھے کہ محزوں نے ان کی تعلیم اپنے ذمے لی ، اور اس کا سلسلہ محزوں کی موت (۱۱۸۵ھ ، ص ۱۹۱) تک جاری رہا - اس کے بعد یہ تکمیل کے لئے جونپور گئے اور وہاں ایک سال محمد عسکری سے اکتساب علم کیا - ان کا تخلص حسرت تھا ، ابتدا میں شعر گوئی کا شوق تھا ، لیکن بعد کو "بحسب اتفاق و ضرورت محل" کہا کرتے تھے - ان کے ایام خردسالی میں ان کے ایک دوست نے دعوے کے ساتھ اپنا یہ مطلع پڑھا:

بسکہ دم از صفا زند موے بموے موے تو
آئینہ آب میشود روے بروے روے تو

انہوں نے بر جستہ یہ مطلع کہا اور سب نے اس کی تعریف کی:

اے مہ و مہر منفعل روے بروے روے تو
شاہ و گدا بجستجو کوے بکوے کوے تو

مثنوی مناجات کے تقریباً سو شعر فارسی جو مظہر الغرائب کے آخر میں ہیں بیک جلسہ کہے - مسرت میں اس کے ۱۷ اور اردو کے چار شعر موجود ہیں - خیرالدین محمد صاحب تصانیف عربی (۱) و فارسی (۲) تھے ، مسرت میں مؤلف نے کتب فارسی کی جو نامکمل فہرست دی ہے ، یہ ہے:

مظہر الغرائب در مناقب علی ابن ابی طالب ، وسیلہ النجات والوصول شرح مثنوی معراج القبول ، گلزار اسرار در لطائف ابرار ، خوارق قادریہ بادشاہ کے لئے لکھی، لطائف الابرار در مباحث ظرفائے اہل سنت و امامیہ، تحفتہ المجالس

۱- کسی عربی تصنیف کا نام مسرت میں نہیں -

۲- خیر الدین محمد کی مشہور ترین کتاب عہد شاہ عالم ثانی کی تاریخ عبرت نامہ ہے ، جس کا ایک نسخہ کتاب خانہ خدا بخش پٹنہ میں ہے -

در ذکر آثار سلاطین - مولف مسرت کو ان سے بڑی عقیدت تھی؛ ان کے ترجمے میں یہ ۳ شعر شامل ھیں جو بہ ظاہر اسی کے ھیں -

چہ نسبت ذرہ را با مہر انور نیاید از صدف(۱) توصیف گوہر
اگر خواھم کہ باشد آبرویم ھمیں گویم کہ من شاگرد اویم
نہ شاگردم غلام کمترینم بگرد خامہ او خوشہ چینم

(ص ٦١ تا ٧٠)

ص ۲۴۹ میں ان کا ایک شعر ھے: " پتھر یہ ھے سر الخ - "

مولف کے بھائی (۲) صلاح الدین خاں بھی ان سے عمر میں بڑے تھے، مسرت میں ان کے متعلق صرف یہ عبارت ملتی ھے:

ترجمہ کرم علی خاں شہید مخاطب بہ مخدوم علی خاں: "شہید...... قطع نظر از برادری با مہین برادر مولف صلاح الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ کمال ربط و یکجہتی دارد و مدتہا باھم در مجلس......خدیو کیہان ھمنشین و ھم صحبت بسر بردہ" - (ص ۱۱۳)

مولف کی ایک بہن شاہ غلام قطب الدین مصیب الہ آبادی کی زوجہ تھیں - اقتباس ترجمہ مصیب:

"بعد چہار ماہ از روانہ شدن آں جناب... کہ غرہ ذیحجہ روز دو شنبہ سنہ یک ہزار و یک صد و ھشتاد و شش بود، نور بصر، لخت جگر شاہ غلام حیدر........ خلف آں حضرت (مصیب) بوجود آمدہ ...... زباتی والدہ ماجدہ اش کہ ھمشیرہ مولف است مکرر شنیدہ ام چوں ایام تولد وے قریب رسیدہ اکثر خواب مژدہ مبارکباد بگوش ما میرسید"۔
(ص ١٨٦)

[۳]

نسخ تذکرہ مسرت افزا — دو قلمی نسخوں کا علم اب تک ہوا ھے۔

۱- خزف؟

۲- مولف، خیر الدین محمد، صلاح الدین خاں محض رشتے کے بھائی بہن نہیں معلوم ہوتے، اعیانی یا علاتی بھائی بہن ھیں -

ایک سرگور اوزلے کی ملک تھا اور مدتوں سے کتب خانہ دانشگاہ آکسفورڈ میں ہے۔ اس کا ذکر وہاں کی فہرست مخطوطات میں ہے، دتاسی کی تاریخ ادبیات ہندوی و ہندوستانی اور دیوان جوشش کی ترتیب میں اسی سے کام لیا گیا ہے۔ بعد کو پوری کتاب کا عکس کتب خانہ دانشگاہ پٹنہ کے لئے حاصل کیا گیا، اور نسخہ مطبوعہ جو باقساط معاصر پٹنہ میں شائع ہوا اسی پر مبنی ہے۔ مگر اس میں بوجوہ بہت سے اشعار درج نہیں ہوئے اور اغلاط طباعت بھی بہت ہیں۔ دوسرا نسخہ کتاب کی طباعت کے بعد کتب خانہ خدا بخش میں آیا ہے، میں نے ابھی دونوں کا تقابلی مطالعہ نہیں کیا، غالباً ایک غیر معروف شاعر کا حال موخرالذکر میں زیادہ ہے اور اس کا متن نسبتاً صحیح ہے۔ تقابلی مطالعے کے نتائج اس مقالے کی قسط آخر میں پیش کئے جائیں گے۔

یادگار ضیغم کی دوسری روایت میں جو کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد میں ہے، بہت سے مطالب اس سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں، میرا گمان ہے کہ اس کے مصنف کے پیش نظر اس کی تیسری روایت ہوگی جس میں اس اللہ نے اضافے کئے ہوں گے۔ ان کے اخلاف سے اس کے متعلق تحقیق کی جائے تو ممکن ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ واقعی اس کی تیسری روایت سے انہوں نے استفادہ کیا تھا، یا کوئی اور تذکرہ ان کے پاس تھا، جو اب تک عام نظروں سے پنہاں ہے۔

[۴]

زمانہ تالیف مسرت — تذکرے کے اقتباسات ذیل سے زمانہ تالیف کے متعلق اطلاعات ملتی ہیں:

۱۔ "از بدایت ایام صبا تا این آوان که سنین عمرم بثلاث و عشرین رسیده اوقات خود را در خدمت صاحبان فضل و کمال بسر بردم و از فیض صحبت شان رسیدم بمقامے که پیوسته دل حزین و خاطر محزون جرأت کرده ...پیام درد و الم بعرض میرساند که تا کے ... سامان بے سامانی و رسوائی خود در گنجینہ سینه نہان دارم اگر دستوری یابم قصہ دردمندی و آوارگی خود در ضمن حالات شاعران ریختہ... شرح سازم ... چه کمتر از سخنوران درپے تالیف حالات شان رفته اند، و اکثر طالبان را تلاش این نوادر احوال

می باشد ... لیکن نیرنگیٔ روزگار فرصت دم زدن نمی داد... ناگاہ ... در شہر صفر سنہ یک ہزار و یک صد و نود و دو ہجری ... بعد قطع مراحل رحل اقامت در ... عظیم آباد نہادم ... چندے قائم آن مقام شدم و سخنوران آنجا کہ در شیوهٔ محبت یکرنگ و یک دل می نمودند ، دریافتم ... دل مشتاق مرا ... بر آن آورد کہ شمۂ از حالات شان ... سطح تحریر را آرایش بخشم ۔ درهمون (کذا) اندیشہ باز خیال سیاحت دارالامارت کلکتہ گلوگیر گردید ... براہ کشتی رو براہ آوردیم ... در اثنائے راہ بخاطر رسید کہ اوضاع زمانہ را ثباتے نیست ... پردہ از روئے مخدرات حجلۂ سینہ برداشتہ برمنصۂ شہود متجلی گردانم و برائے حاضران تذکارے و آیندگان یادگارے گذارم ، مبادا .. سہو و نسیان تاخت آرد و ... مطالب و مضامین را کہ آمادهٔ جلوہ گری .. اند تاراج نماید ، لہذا دامن سعی بمیان جان بستم کہ از لآلی حالات اسلاف و اخلاف کہ ... عمرے مجاوری خمخانۂ این فن نمودہ در سلک انتظام در آوردم" (۱) (ص ۱ تا ۳)

از ہجرت افضل البشر بود — تسعین و ہزار صد سہ افزود

بودہ ز مہ جماد دوم — تاریخ سوم نہ بیش و نہ کم

کین تذکرهٔ مسرت افزا — این خامهٔ من نمود املا (۲)

(ص ۱ تا ۴)

۲- "چون فقیر دران زمان (ورود مرشد آباد ۱۱۹۲ھ) درپے تالیف حالات شاعران زبان ریختہ بود از دوستان آن دیار شنیدہ کہ وے (علی ابراہیم خان) خلیل ... تذکرہ شعرائے

۱- حسب ذیل الفاظ مسرت میں بطور تخلص آئے ہیں : دل ، حزیں ، محزون ، جرأت ، پیام ، درد ، الم ، سامان ، رسوا ، نہاد ، دردمند ، آوارہ ، طالب ، فرصت ، قائم ، یکرنگ ، یکدل ، مشتاق ، حاضر ۔

۲- اس کے یہ معنی نہ لئے جائیں پوری روایت اول ایک دن میں سپرد قلم ہوئی ۔

ریختہ نیز ترتیب دادہ ... بخواہش تمام ... استدعائے آں تذکرہ نمودم تا از آں حالات ساتذہ کہ از حالات شان بما خبر نرسیدہ خصوصاً احوال وے را از تالیف وے استخراج نمایم لیکن خدا داند بخاطرش چہ خطور کرد ... کہ ابا و انکار آورد ، مکرر ارشاد فرمود کہ بعد ترتیب پریشان ساختم ۔ واللہ اعلم'' ۔ (ص ۷۲)

۳۔ ''مولف در ... یک ہزار یک صد و نود و سہ ... در اثنائے سفر کلکتہ ... ایں تذکرہ ترتیب نمودہ بود ، چوں در سنہ نود و چہارم... ورود ... لکھنؤ رو داد بر احوال اکثر نکتہ پردازان ایں زبان اطلاع دست داد ، تذکار شان دریں تذکرہ ... مناسب دید'' ۔ (تختمہ) ۔

۴۔ ''امسال کہ شروع سنہ یک ہزار و یک صد و نود و چہارم است'' ۔ (ترجمہ آفتاب ، ص ۶)

۵۔ ''بعد تحریر تذکرہ در ... رجب یک ہزار و یک صد و نود و پنجم ہجری'' ۔ (ترجمہ خلیل ، ص ۷۳)

۶۔ ''بعد اتمام ایں تذکرہ در عشرہ اولیٰ ماہ شعبان سنہ یک ہزار و یک صد و نود و پنجم ہجری میر شورش جہان ...... را پدرود کردہ'' ۔ (ص ۱۱۲)

۷۔ ''بعد تحریر تذکرہ امسال کہ سنہ یک‌ہزار و یکصد و نود و پنجم است ... وے (مظہر) را بتاریخ ہفتم تا نہم ماہ محرم بضرب گولی پستول بدرجہ شہادت رسانیدہ'' ۔ (ص ۱۸۳)

۸۔ ترجمہ تصور میں شعبان ۱۱۹۵ھ کا ذکر ہے ۔ (ص ۱۰)

تذکرہ نویسی کا خیال لڑکپن سے تھا ، مولف ۱۱۹۲ھ میں وارد پٹنہ ہوا تو وہاں کے شعرا کا تذکرہ لکھنے کا خیال آیا ۔ یہ اس کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے جو میری رائے میں اس کے مدعا کو صحیح طور پر ظاہر نہیں کرتی۔ اس سلسلے میں نظر بظاہر اس نے پہلا علی قدم مرشد آباد میں اٹھایا، اور تذکرے نے دوران سفر میں بتاریخ ۳ جمادی الاخری ۱۱۹۳ھ کتابی شکل اختیار کر لی ۔ ۱۱۹۴ھ میں لکھنؤ جانے کے بعد اس نے اضافے کئے ، اور اس کا

سلسلہ شعبان ۱۱۹۵ھ تک جاری رہا ۔ اس کے بعد بھی اگر اضافہ ہوا تو اس تذکرے سے اس کا حال نہیں کھلتا ۔

[۵]

روایت اول و ثانی ۔ اقتباس تخمۂ مسرت : " انحصار کتاب بذکر شاعرانے کہ اسامی شان در خطبہ مذکور است برہم نمودہ " ۔ مؤلف نے یہ التزام کرنا چاہا تھا کہ کل شعرائے تذکرہ کا نام مسرت کے خطبے میں آجائے لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکا ۔ خطبے (دیباچے) میں جو روایت اول کے لئے لکھا گیا تھا ، جن شعرا کے تخلص یا نام کسی نہ کسی طرح آئے ہیں ، ان میں سے ۱۹ زیر نظر مقالے کے ص ۱۰ پر حاشیۂ اول میں ملیں گے ، باقی یہ ہیں : رنگین ، احسن ، آبرو ، حسرت ، اضطراب ، آگاہ ، کامل ، عزیز ، شورش ، فغاں ، بیتاب ، خاکسار ، بسمل ، سودا ، عزلت ، عشق ، شوق ، سعادت ، منتظر ، خوشدل ، فرحت ، سوز ، گداز ، گریاں ، نالاں ، مصیب ، برکت ، مسافر ، دوست ، جوشش ، راغب ، راسخ ، منت ، اشتیاق ، قبول ، کافر ، انجام ، ہدایت ، صواب ، غریب ، روشن ، امید ، بیان ، اسیر ، حسن ، فقیر ، یاد ، عاشق ۔ یہ سب بشمول الفاظ حاشیہ مذکورہ ۶۷ ہیں ۔ یہ کس طرح باور کیا جائے کہ روایت اول میں مظہر ، مضمون ، امین عظیم آبادی ، جنون کا ذکر نہ تھا ؟ میرا خیال ہے کہ روایت ثالث بھی ہوگی ، لیکن اس وقت صرف روایت ثانی منظر عام پر ہے ، اور روایات قعر گمنامی میں پڑی ہیں ۔ (رجوع بفصل ۲)

[۶]

سبب تالیف مسرت ۔ مولف نکات الشعرا پر اعتراض کے بعد لکھتا ہے :
" اگر راست بگویم سبب تالیف این تذکرہ ... ہم ہمیں بود کہ من بر غم حاسدان عیب بین و خردہ گیران نکتہ چین حالات ہر یکے کماہی در مسطر تحریر کشیدم (کذا) (ص ۱۹۹) ۔ میرا خیال ہے کہ یہ تنہا سبب نہ تھا ۔

[۷]

تذکرے ۔ اس فصل میں ان تذکروں سے بحث ہوگی جن کے نام مسرت میں آئے ہیں ، اس سے قطع نظر کہ مولف کی نظر سے گزرے تھے یا نہیں ۔

نکات الشعرا : " بسبب رعونت ... کہ خلقی اوست زبانزد زبان آوران شدہ و باعث عیب جوئی سنحنوران در زبان شان ہریکے را حوصلۂ عیب جوئی او بہم رسید ۔ میرزا رفیع گوید :

ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح لوگ کہتے ہیں سہو کاتب ہے

در ... نکات الشعرا... عجب نکتہ چینی در کلام شعرا... نمودہ ، ہر کرا بتحقیر و بے اداثی آوردہ و اشعار ایشاں رابے رتبہ و ناپسندیدہ چیندہ ... طرفہ ترکہ میرچوں ہمت خود بانتخاب اشعار ناپسندیدۂ شعرا گماشتہ بود ، طبعش بہمین مرغوب گشتہ ، ازیں جہت از اشعار خود ہرچہ دراں تذکرہ نوشتہ اکثرے از آں بے رتبہ و ناپسندیدہ است ، در دیوانش بہتر ازیں اشعار بنظر فقیر درآمدہ ۔ شنیدم کہ محمد تقی سید نیست ، میر ناصر مرحوم والد میر درد بمشاہدۂ جودت طبعش در عنفوان جوانی ... میگفت کہ محمد تقی میر میدان سخنوری خواہد شد ، از ان خود را ملقب بمیر ساختہ ،، (ص ۱۹۹)

راقم کے تلمذ میر و سودا کا ذکر نکات الشعرا کے حوالے سے ہے (ص ۸۶) اور مولف نے خاکسار کی خردہ بینی اور سفلگی پر میر کے اعتراض کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ عیب جوئی میرا شعار نہیں ، اچھے اشعار سے مطلب ہے ، شاعر کی " نخوت " سے کیا کام (ص ۵۷) ۔ یہ صحیح نہیں کہ میر نے ہر شاعر کی تحقیر کی ہے ، اور اس سے بھی اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ میر نے چن چن کر بے رتبہ شعر درج تذکرہ کئے ہیں ۔ پدر درد کا قول خود نکات الشعرا (ترجمۂ درد) میں ہے ۔ اس کا اختیار تخلص سے کچھ سروکار نہیں ۔ مؤلف نے محمد علی نالاں کے دیوان کے دیکھنے کا ذکر کیا ہے ، اور اس کے شعر :

گر عدو میری بدی کرتا ہے خاص و عام میں
میں اسے رسوا کروں گا باندھ کر دیوان میں

کے متعلق لکھا ہے کہ " لیکن بیت حاتم (است) ، شاید غلطی کاتب باشد یا توارد شدہ " (ص ۲۲۷) ۔

حاتم کا شعر نکات الشعرا میں ہے مگر اس اختلاف کے ساتھ کہ مصرع آخر میں ردیف " میں " نہیں " کے بیچ " ہے ۔ مسرت میں نکات الشعرا کے بہت سے شعرا کا ذکر نہیں مثلاً یکرو ، عطا ، میر حسن ، حسن شاگرد سودا ، عشاق وغیرہ ۔

تذکرۂ گردیزی میں صنعت کے شعر ذیل پر اعتراض ہوا ہے کہ اس کے دونوں مصرعوں میں "گھر" بطور قافیہ آیا ہے:

یار گھر جاتا ہے یارو کیا کروں
ہائے گھر جاتا ہے یارو کیا کروں

مولف کا جواب یہ ہے: "در مصرعۂ (کذا) اول 'گھر جاتا ہے' بمعنی 'بخانۂ خود میرود'، و در مصرعۂ دوم بمعنی 'خانہ خراب می شود' و ایں ہر دو معنی در محاورۂ اردو کثیرالاستعمالست، و یک لفظ قافیہ اگر بدو معنی تکرار یابد، مستحسن است" مولف نے اثر کا نام لئے بغیر ان کا ایک مطلع بطور سند پیش کیا ہے، اس کے دونوں مصرعوں میں 'پاس' قافیہ ہے لیکن مختلف معنوں میں، یہ مطلع ص ۲۱ میں بھی اثر کے دوسرے اشعار کے ساتھ درج ہے۔ مسرت میں کسی اور جگہ تذکرۂ گردیزی کا حوالہ نہیں، لیکن یہ مولف کی نظر سے ضرور گزرا ہے۔ نکات الشعرا کی طرح اس سے بھی جیسا چاہئے استفادہ نہیں کیا، تذکرۂ گردیزی کے متعدد شعرا، الہام، میر یحیی عاشق، عمر دکنی، رحم علی موزوں وغیرہ مسرت سے غیر حاضر ہیں۔

تذکرۂ میر حسن کا ذکر ترجمۂ میر حسن میں ہے، اور ان کا حال اس تذکرے کے حوالے سے لکھا ہے، لیکن میر حسن نے میر امامی (یکے از اجداد میر حسن) کا دهلی آنا لکھا ہے، مولف نے اسے ان کے والد پر منطبق کر دیا ہے۔ تذکرۂ میر حسن میں میر ضیا کا تخلص ہے نام نہیں، مولف نے میر ضیاءالدین بتایا ہے، اور اس طرح کہ تذکرۂ میر حسن میں اس کے ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ مسرت میں ہے کہ طرز ضیا کو چھوڑ کر میر و سودا کی راہ پر چلے، میر حسن نے کہا ہے کہ میر ضیا کی طرز کا سرانجام جیسا چاہئے نہ ہوسکا، میں نے سودا و میر و درد کی پیروی کی۔ مسرت میں ہے کہ تلاش معاش میں گھر سے نکلے، تذکرۂ میر حسن میں ہے کہ "گردش روزگار بدهنجار" نے لکھنؤ و فیض آباد پہنچایا۔ مسرت میں گھاسی رام خوشدل کے دو شعر تذکرۂ میر حسن کے حوالے سے درج ہوئے ہیں۔ میر حسن نے ترجمۂ جعفر علی حسرت میں، حسرت کے ایک شعر:

شاید اس دامن میں پیارے خون بے تقصیر ہے
تیرا دامن آج کیوں تیرا گریباں گیر ہے

کے متعلق لکھا ہے '' در ہندوستان رسم است کہ برائے پوشیدن پستان اکثر زنان دامن رابکربار میکشند '' مولف کہتا ہے کہ مصرع اول ' بے رتبہ ' اور مصرع آخر سے کچھ '' مناسبت '' نہیں رکھتا ۔ اس نے اس کی جگہ یہ مصرع تجویز کیا ہے اور یہ مؤلف کا واحد اردو مصرع یا شعر ہے جو نظر سے گزرا ہے: '' کچھ تو ہے اس کو چھپا مت تو کہ کیا تقصیر ہے '' (ص ۵۸)۔ تذکرۂ میر حسن سے بھی مولف کا استفادہ مکمل نہیں ، اس کے بکثرت شعرا مسرت میر نہیں ملتے ، مثلاً محمد اشرف معاصر آبرو ، مرزا اکبر قلی ، خواجہ زین‌العابدین آزاد ، افغان ، اسد علی اسد ، ظفر علی آزاد ، امانی ، اکرم ، انگریلیس ، بقا ، مصحفی ۔

مولف نے ان تینوں تذکروں سے جن شعرا کے حالات لئے ہیں ، وہ بھی بعض اوقات اطمینان بخش نہیں ، مثلاً یہ کہ محمد شاکر مشہور ایہام بند کے متعلق لکھا ہے : '' نمیدانم کیست او تعالیٰ او را ناجی کناد کہ از کلام وے بسیار راضی می شویم '' (ص ۲۲۹) ۔ نور خاں آگاہ کو شاگرد واقف تو بتایا ہے (ص ۲۴) مگر یہ نہیں لکھا کہ اس نے ضیا سے بھی اصلاح لی تھی ۔ یہ تذکرۂ میر حسن میں ہے ۔

تذکرۂ شیخ احمد وارث متخلص بہ احمدی ، متوطن زمانیہ غازی پور ۔ اس شاعر کا ذکر سب سے پہلے مبتلا نے کیا ہے ، لیکن اس کا نام شیخ احمد لکھا ہے (ص ۳۶)[۹]۔ تذکرۂ عشقی میں وہی نام ہے جو مسرت میں ہے ، لیکن مبتلا و عشقی نے تذکرۂ احمدی کا ذکر نہیں کیا ، اور یہ تذکرہ فی‌الحال ناپید ہے ۔ مؤلف نے احمدی کے ترجمے میں اس تذکرے کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے اشعار اسی سے ماخوذ ہیں (ص ۷)۔ قطب‌الدین علی‌خاں شاداں کے اشعار کے لئے بھی اس کا حوالہ دیا ہے ، لیکن شاداں کے حالات بدون حوالہ لکھے ہیں (ص ۱۰۰) ۔ میرا خیال ہے کہ مولف نے اور باتیں بھی اس سے لی ہوں گی ، گو ان کا حوالہ موجود نہیں ۔

تذکرہ شورش : مولف شورش سے رفعت الہ آبادی کے یہاں اکثر ملا کرتا تھا ، فصل ۳ میں زمانۂ وفات شورش بقول مولف کا ذکر ملے گا ۔ ترجمۂ شورش میں مولف نے لکھا ہے کہ اس کا نام '' یادگار دوستاں '' ہے ، ایک مدت کی سعی سے اس سنہ میں جو '' یادگار دوستان روزگار '' (= ۱۱۹۱) سے معلوم ہوتا ہے ، مرتب ہوا (ص ۱۱۲) ۔ مفتی برکت اللہ کی طرف جو دو

شعر مولف نے منسوب کئے ہیں ، ان کی نسبت اس کا قول ہے کہ میں نے شورش سے سنے تھے (ص ۳۶) - تذکرہ شورش مطبوعہ ' کتبخانہ دانشگاہ آکسفرڈ کے عکس پر مبنی ہے ، اور یہ وہی نسخہ ہے جس سے اسپرنگر نے کام لیا تھا اور دیوان جوشش کی ترتیب میں مدد لی گئی تھی - اس نسخے میں نہ دیباچہ ہے ، نہ خاتمہ اور بعض مقامات میں صریحاً کسی شخص نے تصرف کیا ہے - اس نسخے میں نہ وہ نام ہے جو مولف نے دیا ہے اور نہ وہ مصرع تاریخ جو اوپر نقل ہوا ہے -

تذکرہ شورش کا جو خطی نسخہ ڈاکٹر محمود الہی نے جونپور میں دریافت کیا ہے ، اس میں وہ نام نہیں جو مسرت میں ہے ، خود شورش کی عبارت جو انہوں نے ''باز یافت'' ص ۱۹۲ میں نقل کی ہے اس پر مشعر ہے کہ '' رموز الشعرا '' نام ہے ، مگر شورش اس میں مضائقہ نہیں سمجھتا اگر اسے تذکرہ' شورش کہا جائے - نسخہ' مطبوعہ میں مفتی مذکور کا ذکر نہیں ، اور دو اشعار میں سے ایک بساون لعل بیدار کے نام درج ہے -

ہے تیرے سوا کون مجھے دیکھنے والا

ہاں تجھ کو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ (ص ۹۷)

نسخہ' جونپور میں مفتی کا ذکر ہے یا نہیں ، اور یہ شعر کس نام سے ہے ' میں یہ جاننے سے قاصر ہوں -

تذکرہ' محافل الشعرا مولفہ علی ابراہیم خاں خلیل: مولف ترجمہ' خلیل میں لکھتا ہے : '' مدتیست کہ در پئے تالیف تذکرہ' شعرائے متقدمین و متاخرین کمر سعی بر میان بستہ و تذکرہ' محافل الشعرا نامش نہادہ لیکن ... تا حال . . بانجام نہ رسیدہ '' (ص ۲۷) - چونکہ مولف نے اس کے معاً بعد خلیل کے اردو تذکرے کا ذکر کیا ہے ، عدم صراحت کے باوجود ، واضح ہے کہ محافل الشعرا شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے - اس تذکرے کا نام صحف ابراہیم ہے اور یہ خود خلیل کے بیان کے بموجب ۱۲۰۵ھ میں مکمل ہوا تھا (صحف ابراہیم)- اس کا ایک ناقص نسخہ کتب خانہ' خدابخش پٹنہ میں ہے اور مکمل برلن کے ملکی کتب خانہ میں تھا ، جو اب ممکن ہے کہ ٹیوبنگن میں ہو - یہ نا ممکن نہیں کہ خلیل کا ارادہ ابتدا میں یہ ہو کہ محافل الشعرا نام رکھا جائے -

تذکرۂ ریختہ مولفہ خلیل کے متعلق بیان مؤلف فصل ۴ میں دیکھا جائے - مؤلف جس زمانے میں مرشد آباد گیا تھا ، یہ تذکرہ لکھا جا رہا تھا ، اس کے برسوں بعد مکمل ہوا - اس زمانے میں مرتب کر کے " پریشان " کر دینے کا سوال ھی نہیں ، خلیل نے کسی مصلحت سے مولف کو ناتمام تذکرہ نہیں دکھایا - یہ وہی تذکرہ ہے جس کا نام گلزار ابراہیم ہے ، اور جو مسخ شدہ شکل میں طبع بھی ہو چکا ہے - کلیم الدین احمد صاحب نے دو یا تین خطی نسخوں سے اس کا متن تیار کیا ہے اور یہ طبع ہو رہا ہے -

مجمع النفائس مولفۂ آرزو کا ذکر ترجمۂ آرزو میں ہے ، مگر اس کے حوالے سے کوئی بات مسرت میں درج نہیں - اس کا سال تالیف مؤلف نے ۱۱۶۰ھ بتایا ہے ، مگر یہ بڑا ضخیم تذکرہ ہے ، برسوں کی محنت سے تیار ہوا ہوگا - زمانۂ تالیف کی بحث مقدمۂ دستورالفصاحت میں ہے -

سرو آزاد مولفۂ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے حوالے سے امید کا حال لکھا گیا ہے (ص ۱۶) - لیکن مسرت اور سرو آزاد میں کچھ فرق ہوگیا ہے -

سرو آزاد : در زمان محمد معزالدین بتقریب خدمتی برہ ..... برہان پور آمد و در ایام ایالت .... سید حسین علی خاں معزول شدہ بخجستہ بنیاد (اورنگ آباد) رسید و بداروغگی احشام کرناٹک مامور گردید و ... بہ ارکات رفت و بعد چند گہ رفاقت مبارز خاں ناظم حیدرآباد اختیار کرد و روز جنگ با مبارز خاں حاضر بود ، بعد کشتہ شدن مبارز خاں در قید ... آصف جاہ افتاد و غزلے بجناب نواب ارسال داشت ، نواب ... حراست قلعہ متی مرک از توابع کرناٹک ... تفویض فرمود - قزلباش خاں بعد چندے رخصت حرمین گرفت و .. مراجعت نمود - نواب .. بدستور سابق مورد الطاف ساخت و چوں نواب ... در سنہ خمسین و مائۃ و الف حضور طلب شد ، قزلباش خاں در رکاب نواب بہ شاھجہاں آباد رفت و در سفر بیرپال ملتزم رکاب بود ، موسیقی هندی .. خوب میدانست و میگفت و چوں نواب ... بہ .. شاھجہاں آباد معاودت فرمود قزلباش خاں ھمراہ رفت و ازاں وقت در دارالخلافہ باز اقامت گشاد " موت ۱۱۵۹ھ ، قطعۂ تاریخ وفت جس کا مادہ " جاں دادہ قزلباش خاں " - ذوالفقار خاں سے متعلق حکایت (ص ۲۰۹) مسرت میں ہے کہ عہد معز الدین میں کسی خدمت پر برہان پور گئے اور مدتوں وہاں کے ناظموں کے ساتھ بخوبی بسر کی - عہد حکومت آصف جاہ میں قزلباش خاں باجازت حجاز

گئے اور بعد تحصیل زیارت واپس آ کر بدستور مورد الطاف رہے - ۱۱۵۰ھ میں آصف جاہ دھلی طلب ہوئے تو یہ همراہ تھے ، اور اس وقت سے تا آخر وهیں رہے - قطعہ' آزاد مادہ "جان داد قزلباش خاں" (اس سے ٥ کا فرق ہو گیا ، مگر یہ کاتب کی غلطی ہوسکتی ہے) حکایت ذوالفقار خاں اور موسیقی کے متعلق وهی بات ہے جو آزاد نے لکھی ہے- (ص ١٦)

مولف نے لکھا ہے کہ یہ "ما حصل" ہے ، لیکن بعض ضروری باتیں چھوڑ دی هیں ، اور سندتوں ناظمان برهان پور کے ساتھ بخوبی بسر کرنا اپنی طرف سے اضافہ ہے - مسرت کے ترجمہ' آرزو میں آزاد کا کہا ہوا قطعہ' تاریخ وفات ہے (ص ١١) مگر یہ سرو آزاد میں نہیں -

[٨]

مولف الہ آباد و غازی پور وغیرہ کے متعدد شعرا سے ذاتی تعلقات رکھتا تھا ، دوران سفر میں لکھنؤ ، بنارس ، پٹنہ ، مرشد اباد ، کلکتہ وغیرہ میں وہ بہتوں سے ملا ، لیکن کبھی ذاتی تعلقات اور ملاقات کا ذکر کرتا ہے ، کبھی نہیں - پٹنہ ، مرشد آبد اور کلکتہ میں وہ خیرالدین محمد کے ساتھ تھا ، کہیں کہیں یہ لکھا ہے کہ ان سے فلاں شاعر سے ملاقات ہوئی - قرینہ' قوی ہے کہ وہ بھی ان شعرا سے ملا ہوگا ، لیکن لازماً اس کی طرف اشارہ نہیں کرتا - بعض شعرا سے ملاقات نہ ہونے کا صراحتاً ذکر کرتا ہے ، کبھی کبھی وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کلام کس طرح حاصل ہوا یا کوئی بات کس سے معلوم ہوئی ، اس نے اس سلسلے میں بعض بیاضوں کا بھی حوالہ دیا ہے - بکثرت مقامات میں وہ یہ لکھتا ہے کہ اشعار حافظے سے لکھے -

(١) خواجہ صاحب میر الم سے پٹنہ میں ملاقات ہوئی وہ "اکثر" اس کے یہاں جایا کرتے تھے ، ان کے اشعار جو مسرت میں هیں ، خود انہیں سے سنے تھے- ص ١٥ - (٢) اشعار آشنا از "سفینہ' آشنائی" ، د ص ١٧ - (٣) اشعار تصور از "سفینہ" - ص ٣١ - (٤) میرزا بنیاد مولف کی خرد سالی کے زمانے میں وارد الہ آباد ہو کر اس کے بھائی سے مربوط ہوا - جنگ نامہ' احمد شاہ درانی و مرھٹہ "زبان ریختہ" میں لکھا تھا ، بنیاد بالآخر دکن چلا گیا "وقت تحریر ... شعرے از اشعار ریختہ او بخاطر نبود ، ... چند ابیات مخمس ... در تعریف امام هم لی بقید قلم آوردہ شد" - ص ٣٣ - اس کے باوجود غزل کا ایک شعر موجود ہے - (٥) تحسین صاحب نو طرز مرصع جس کا اقتباس مسرت میں ہے ، مولف سے بہت محبت کرتے تھے - ص ٤٢ - (٦) میر حسن

صاحب تذکرہ کے ایک مطلع کے متعلق مرقوم ہے کہ " مطلع سر دیوان " ہے ، مگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالا جائے کہ دیوان مولف نے دیکھا تھا ، یہ الفاظ تذکرہ میر حسن میں ہیں اور میر حسن کے کل اشعار تذکرے سے ماخوذ ہیں ۔ (۷) خیرالدین محمد حسرت کے اشعار فارسی مظہرالغرائب سے منقول ہیں ۔ ص ٦٥ - (۸) میرزا محمد حسن حسینی دہلوی اصفہانی الہ آباد پہنچے تھے اور وہیں فوت ہوئے ، مولف کے بھائی سے "بغایت مربوط" تھے ۔ ص ۷۰ - (۹) بنگالی لعل خوشدل کا بنگالی ہونا اور پٹنہ میں بفراغ بالی زندگی بسر کرنا، تھا کردا س ضمیر کے حوالے سے لکھا ہے ۔ ص ۷۳ - (۱۰) خادم عظیم آبادی سے ملاقات نہیں ہوئی ، دوستوں سے ان کی بہت تعریف سن کر مولف ان سے 'غائبانہ' محبت کرنے لگے تھے ۔ ص ۷۵ - (۱۱) خادم متوطن میر ہجوم کو مولف سے محبت تھی ۔ ص ۷٦ - (۱۲) درد کے ایک دوہرے کی شان نزول بقول "شخصے" مصنوعی روایت معلوم ہوتی ہے ۔ ص ۷۷ - (۱۳) غلام احمد دوست پٹنہ میں مولف سے ملا کرتے تھے اور اپنے اشعار پڑھا کرتے تھے ۔ ص ۱۱ - (۱۴) سرب سکھ دیوانہ جس زمانے میں میر بحر الہ آباد تھے ، مولف نے " کثر اوقات " انہیں دیکھا ۔ ص ۸۱ - (۱۵) آسا رام ذوق غازی پوری کلکتہ میں مولف کے بھائی کے اوصاف سن کر " بہ ذوق شوق تمام شرف اندوز ملازمت " ہوئے ۔ اشعار منقولہ " بطریق یادگار نذر مولف " کہے تھے ۔ ص ۸۳ - (۱٦) رستم علی رستم الہ آباد میں بیتاب سے اصلاح لیتے تھے ، دکن گئے ۔ غازی پور میں ایک 'شخص' نے رستم کے بنگالہ جانے کا ذکر کیا ۔ ص ۸۴و۸۵ - (۱۷) راسخ عظیم آبادی مولف سے 'اکثر' ملتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے ۔ ص ۸٦ - (۱۸) جعفر خاں راغب " در وقت قیام گرامی برادر ... در ... عظیم آباد عجبت تمام راغب ملاقات آں جناب شدہ ، دوستی تمام بہم رسانیدہ اکثر بملاقات خود راحت اندوز می ساخت " ۔ ص ۸۹ - (۱۹) نصیر علی خاں رضا مولف سے اکثر ملاقات کیا کرتا تھا ۔ ص ۹۱ - (۲۰) رفعت عظیم آبادی کے ترجمے میں ان سے ملاقات کا ذکر نہیں ، لیکن یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ مولف شورش سے انہیں کے یہاں ملا کرتا تھا (رجوع بفصل ۔) ۔ (۲۱) ایک شعر زرار غازی پوری کا مصحف غازی پوری سے سن کر درج تذکرہ کیا ۔ ص ۹٦ - (۲۲) مؤلف سودا سے لکھنؤ میں ۱۱۹۱ھ میں ملا اور "زیدہ از شنیدہ" پایا ۔ ایک حکایت جس کا آغاز " گویند " سے ہے یہ ہے :

سودا ایک دن میر ماشاءاللہ سے ملنے گئے ، اثنائے گفتگو میں " محبت

ناچاق " ہوئی ، وہ متلون مشہور ہیں ، سودا نے فی البدیہہ ان کی ہجو میں چند شعر کہے جن میں سے ایک مسرت میں ہے :

دم میں تولا ہیں دم میں ماشا ہیں
میر کیا ہیں عجب تماشا ہیں (ص ۹۷)

یہ حکایت کہیں اور میری نظر سے نہیں گزری ، اور یہ شعر یا اس کے ساتھ کا کوئی اور شعر پچیس تیس نسخے کلیات سودا کے جو میں نے دیکھے ہیں ، ان میں نہیں ، کسی اور کتاب میں بھی یہ شعر نہیں ملتا۔

مؤلف نے معارضہ سودا و ضاحک کے متعلق لکھا ہے کہ سودا نے جو مجویہ مخمس (مصرع ۱: ضاحک کی اہلیہ نے ڈھول اپنے گھر دھرایا) لکھا تو میر حسن نے بڑی منت و الحاح سے التجا کی کہ اسے شہرت نہ دیں ، لیکن سودا کی سعی اخفا کے باوجود مشہور ہوگیا (ص ۹۸) - اس حکایت کے قبول کرنے میں مجھے تامل ہے - (۲۳) سجاد کا شاگرد مضمون ہونا سجاد کے دوست میر مہدی سے معلوم ہوا - ص ۱۰۶ - (۲۴) میر رحمت اللہ سویدا سے مرشد آباد میں " اکثر " ملاقات ہوتی تھی ، مولف نے ان کے اشعار مانگے ، سویدا نے بڑی معذرت کے ساتھ فارسی عبارت نثر کے ساتھ دی ، نظم و نثر ہر دو درج مسرت ہیں - ص ۱۰۹ - (۲۵) شورش کا دیوان بقول مولف مرتب تھا ، لیکن اشعار مندرجۂ مسرت شورش کی زبان سے سنے تھے - ص ۱۱۲ - (۲۶) جوشش کے دیوان کے بارے میں لکھا ہے کہ مرتب ہے لیکن " وقت تالیف نزد مولف حاضر نبود " - ص ۵۳ - اشعار مندرجہ کہاں سے لائے یہ نہیں لکھا - (۲۷) خواجہ عاصم خاں شور پسر خواجہ محمدی خان " وے را مؤلف یک بار در عظیم آباد دیدہ و اشعار .... از زبانش شنیدہ " - ص ۱۱۶ - یہ نہیں بتایا کہ اشعار مندرجہ وہی ہیں جو ان سے سنے تھے یا کسی اور ذریعے سے حاصل ہوئے تھے - (۲۸) غلام حسین شہید غازی پوری کے بارے میں لکھا ہے کہ منصف غازی پوری ان کی تعریف کرتے تھے - تحفۂ المومنین کا نظم کرنا بھی ظاہرا انہیں کی زبانی لکھا ہے - ص ۱۱۷ - (۲۹) صانع بلگرامی کے دو شعروں کے متعلق لکھا ہے کہ ایک شخص سے سنے (مطلع : قوافی استخوان ، نشان ، ردیف اپنا ، شعر دیگر : نا مہربان قافیہ ، ردیف اپنا) مگر جہاں تک مجھے یاد ہے یہ دونوں مذکرۂ گردیزی میں ہیں - (۳۰) صمصام الدولہ متخلص بہ صمصام کے متعلق لکھا ہے کہ نہ جانے یہ صمصام الدولہ خاندوران محمد شاہی ہیں یا کوئی اور شخص -

ایک شعر ان کے نام سے کسی جگہ دیکھا تھا ، یاد رہ گیا " نزدیک ہے خزاں کا ہوے گذر چمن میں ... الخ" - ص ۱۲۰ - تذکرۂ گردیزی میں ان کا ذکر ہے ، مگر جہاں تک مجھے یاد ہے صمصام تخلص اس میں درج نہیں اور نہ اس کی کوئی قابل قبول شہادت موجود ہے - یہ شعر غالباً اس تذکرے میں ہے - (۳۱) میر ضیا سے "اکثر" پٹنہ میں ملنا ہوتا تھا - ص ۱۲۳ - (۳۲) ٹھاکر داس ضمیر نے اپنے اشعار ریختہ خود لکھ کر مرشد آباد میں دیے تھے - ص ۱۲۵ - مولف نے ضمیر کا ایک فارسی قصیدہ درج کیا ہے ، مگر اس کے ماخذ کا ذکر نہیں کیا - (۳۳) مرزا ظہور علی ظہور مقیم مرشد آباد " باستماع اوصاف گرامی برادرم ... از کمال قدر شناسی و فقرا پرستی برائے ملاقات آمد و محبت بسیار نمود" - ص ۱۲۹ - (۳۴) شیو سنگھ ظہور "ایں چند اشعار از دیوان اوست" - ص ۱۳۳ - مگر اشعار جہاں تک مجھے یاد ہے وہی ہیں جو تذکرہ گردیزی میں ہیں ، یہ بعید از قیاس ہے کہ اس شاعر کے دیوان سے لئے ہوں - (۳۵) میر اعظم اعظم دہلوی برادر خرد میر محمد معصوم ، مولف سے مرشد آباد میں ملاقات ہوئی - ص ۳۶ - (۳۶) عبداللہ عبد وارد مرشد آباد ، انہیں مولف سے محبت تھی - ص ۱۳۷ - (۳۷) رائے بھکھاری داس عزیز الہ آباد میں تھے تو اکثر ان پر نظر پڑتی تھی - ص ۱۳۹ - (۳۸) سید ہدایت علی خاں عاشق سے کلکتہ میں "اکثر" ملاقات ہوئی - ان کے دیوان کا ذکر کیا ہے ، لیکن صراحتاً یہ نہیں لکھا کہ اشعار اس سے ماخوذ ہیں - (۳۹) غلام حسین خاں مقیم بنارس "بکمال محبت و سلوک مودت پیش می آید" - ص ۱۴۷ - (۴۰) میر شمس الدین فقیر کے ایک شعر :

ترا منہ دیکھ بلبل گل سنی بیزار ہو جائے
اگر گل تجھ تلک پہنچے گلے کا ہار ہو جائے

کے متعلق لکھا ہے " شاہ قدرت اللہ کہ از ہمنشینان وےست میگفت کہ عزیزی از دوستانش تالیف تذکرۂ شعرائے ریختہ داشت ، ازو استدعائے شعرے کرد بدیہہ ایں شعر گفتہ فرستاد " - ص ۱۵۰ - یہ شعر جس تذکرے میں سب سے پہلے آیا ہے وہ قائم کا تذکرہ ہے ، اس میں یہ باتیں درج نہیں ، مزید یہ کہ شاہ قدرت اللہ سے جیسا کہ ترجمۂ قدرت میں ہے ملاقات نہ تھی - یہ بات مولف نے قدرت سے نہیں ، کسی اور شخص سے سنی ہوگی - (۴۱) فغاں اور ایک رنڈی کے متعلق حکایت جس کا آغاز " خود می

گفت'' سے ہے ۔ ص ۱۰۱ ۔ مگر فغاں مولف کے ورود پٹنہ سے کئی سال قبل مر
چکے تھے اور فغاں الہ آباد گئے بھی ہوں گے تو اس وقت مولف برس دو برس کا
ہو گا ۔ دیوان فغاں کی شہرت کا ذکر ہے لیکن یہ نہیں کہ اشعار کہاں سے
لئے۔ (۴۲) مرزا محمد علی فدوی سے پٹنہ میں اکثر ملاقات ہوتی تھی ، مولف
سے '' کمال محبت '' ۔ ص ۵۳ ۔ ذیل ترجمہ قمر الدین منت میں مولف نے
ایک غزل کے متعلق جس کے قوافی سالوسی ، مایوسی ، طاؤسی وغیرہ
ہیں اور ردیف ' ہے ' لکھا ہے : '' پیش ازیں از اکثر مردم شنیدہ بودم کہ ایں
ریختہ از نتائج فکر گنا بیگم ... است و او ہم منت تخلص می نماید ، لیکن چوں
در عظیم آباد تذکرہ این سخن بمرزا فدوی درمیان آمد گفت کہ منت تخلص
میرزا (خود مولف نے اس سے قبل و بعد میر لکھا ہے اور یہی درست ہے) قمر
الدین است و نیز ایں اشعار زاد ہائے طبع اوست ، لہذا ... در ذیل احوال
میر نوشتم'' ۔ ص ۲۱۴ ۔ (۴۳) فرحت اللہ فرحت کے دیوان فارسی و ریختہ کے
بارے میں لکھا ہے کہ ضائع ہو گئے ۔ اشعار مندرجہ فرحت کے دوستوں سے
سنے ۔ ص ۱۶۰ ۔ (۴۴) میرزا فدا علی فدا ''از فدائیان فدوی'' پٹنہ میں ان سے
ملاقات کے لئے آئے اور چند شعر بطور ہدیہ دئے ظاہرا وہی منقول۔ ص ۱۶۵۔
(۴۵) فضائل علی خاں کی مثنوی کے متعلق لکھا ہے '' وقت تحریر تمام مثنوی
باخود نبود ، مگر چند اشعار کہ از ایام خرد سالی ازبر بود می نگارد ''
ص ۱۶۷ ۔ اس کے ۶۷ اشعار مسرت میں ہیں جن میں سے ۲۱ تذکرہ میر حسن
میں بھی ہیں، ۴۶ جو مسرت میں زیادہ ہیں کہیں اور نہیں ملتے۔ (۴۶) قدرت
کے بارے میں رجوع بہ ۴۰ ۔ مولف کی درخواست پر اپنے اشعار خود لکھ کر
بھیجے ۔ ص ۱۷۳ ۔ مسرت میں ظاہرا وہی اشعار ۔ (۴۷) برکت اللہ قرین کے متعلق
لکھا ہے کہ برسوں یقین کے ہمنشین رہے ، اور خود ان کی زبانی یقین کے ادعا پرانہیں
کی غزل کی زمین میں شعر پڑھے (ردیف ' کیا قدرت ') اور قرین کے عشق کا
واقعہ لکھا ہے ۔ ص ۱۷۴ و ۱۷۵ ۔ مگر صراحتاً یہ نہیں لکھا کہ مولف سے
کہتے تھے یا کسی اور شخص سے مؤلف کو معلوم ہوا ۔ (۴۸) علی تقی کافر
دہلوی '' در ہنگامے کہ ہمراہ ... عالی جاہ (میر قاسم) وارد الہ آباد شدہ
بود اکثر جہت ملاقات بہین برادر مولف ... می آید و اشعار خود میخواند ...
ایں چند اشعار او بر صفحہ سینہ مرقوم بود '' ۔ ص ۱۷۸ ۔ ظاہرا مولف نے
خود کافر کی زبان سے سنے ۔ ان میں ایک رباعی '' نت میکدے میں پھرتے ہے

سکی سکی ... الخ " بھی ہے (ص ۱۷۹) جو دوسروں کی طرف بھی منسوب ہے۔ (۴۹) مظہر - جان محمد ناتوان کی زبانی لکھا ہے کہ شہادت مظہر کے بعد ان کے بعض دوستوں نے دیوان مظہر کو اس ارادے سے کھولا کہ جو شعر " سر صفحہ " نکلے وہ " کتابہ لوح مزار " بنایا جائے ، کرامت دیکھئے کہ یہ شعر نکلا :

بلوح تربتم از غیب پیدا ہست تحریرے

کہ ایں مقتول را جز بےگناہی نیست تقصیرے (ص ۱۸۳)

مصنوعی حکایت معلوم ہوتی ہے - (۵۰) محزوں کا فارسی قصیدہ مولف کو " ازبر " تھا ، تذکرے میں ہے - ص ۱۹۲ - (۵۱) مضمون کے متعلق " گویند " سے ایک حکایت شروع ہوتی ہے کہ مرض الموت میں روز وفات ان کے دوست ان کے پاس جمع تھے اور ان میں سے ہر ایک " شدائد قیامت " کا ذکر کر رہا تھا " حالت احتضار میں آنکھ کھولی یہ شعر پڑھا اور فوراً مر گئے :

شور محشر ستی واعظ نہ ڈرا مضموں کو

ہجر کے صد سے اٹھاتا ہے قیامت کیا ہے (ص ۱۹۸)

اس حکایت کے مصنوعی ہونے میں کچھ شک نہیں - (۵۲) خواجہ بخش منتظر شاگرد بیتاب الہ آبادی مؤلف کے زمانۂ اقامت پٹنہ میں ایک انگریز کے ساتھ وارد ہوئے ، مؤلف کو معلوم ہوا تو ملنے کا اشتیاق ہوا مگر وہ خود اس کے برادر بزرگ کے وہاں ہونے کی خبر سن کر آ گئے " خیلے خلیق و متواضع و یار باش ... دیدم و از سخنوران عظیم آباد تعریف خوشگوئی بسیار شنیدم و قطع نظر از شعر گوئی شعر خوانی او بدل ناخن میزند " - ص ۲۰۷ - مولف نے صراحتاً یہ نہیں لکھا کہ اشعار مندرجہ کہاں سے لئے - (۵۳) مشتاق عظیم آبادی - کہتے ہیں کہ دواوین ریختہ شاعران ہندوستان و عظیم آباد و مرشد آباد جمع کئے ہیں اور تذکرہ لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں - ص ۲۰۹ - جمع دواوین کا ذکر دوسری جگہ بھی دیکھا ہے ، لیکن ارادۂ تذکرہ نویسی صرف مسرت سے معلوم ہوتا ہے۔ مشتاق کا کوئی تذکرہ یا مجموعۂ اشعار موجود نہیں - (۵۴) میر ماشاء اللہ مصدر - مولف مصدر سے لکھنؤ میں ملا تھا ؛ یہ صراحت نہیں کی کہ ۱۱۹۰ء یا ۱۱۹۴ھ میں - وہ لکھتا ہے کہ نکتہ فہمی و خاطر جوابی میں یگانۂ زمانہ ہیں ، لیکن زیادہ گوئی

نے ان کے کمال کو مکدر کر دیا ہے ۔ اپنی عمر سو سال کے قریب بتاتے ہیں لیکن دیکھنے میں جوان ہیں ۔ ان کا قول ہے کہ ہمارے خاندان میں کوئی صد سالہ مرتا ہے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ جوان مرا ۔ " اکثر از جودت طبیعت اشعار نامربوط منتظم می سازد ، و بیت ہزاری و دو ہزاری و چہار و پنج و علی ہذا لقیاس نام می گذارد ۔ لہذا اشعارش کہ خالی از چاشنی و نظافت نیست آن ہم بے اعتبار گردیدہ ... روزے در لکھنؤ اتفاق رودادہ بود در اثنائے آن ابیات چہار ہزاری و پنج ہزاری این چند اشعار خواند کہ پسند طبع افتد :

قاصد اشک نہ استاد کہ ہر سو خبرے
گرم از وادیٔ دل آمد و بیتاب گذشت

——————

باز دل شد اسیر دام کسے　　رفت از خویش و گفت رام کسے
نیم بسمل گذاشت صیادم　　وائے بر کار ناتمام کسے

——————

اشعار ہندی وے نیز از ہمین قبل است" برہمی وضع بنگالہ کے بعد ' ہندوستان ' گئے اور شجاع الدولہ کی سرکار میں "اقتدار کلی" اور کمال تقرب حاصل کیا ۔ ان کی موت کے بعد آصف الدولہ کی سرکار میں رہے ۔ ۱۱۹۳ھ میں "کشیدہ خاطر" ہو کر لشکر نجف خاں میں چلے گئے :

تیرے نقش قدم کو لائیے گا　　کعبہ اپنا الگ بنائیے گا

——————

مسی کی دھڑی اوپر کیا پان کی لالی ہے
شبخون کے کرنے کو یہ وضع نکالی ہے

(ص ۲۱۱ و ۲۱۲)

اشعار نا مربوط کو منتظم کرنے سے کیا مراد ہے ، واضح نہیں ۔

(۵۵) گنا بیگم زوجہ نواب عماد الملک ۔ مقبول نبی خلف یقین سے جو حرم نواب میں پرورش پائے ہیں ، معلوم ہوا کہ اوائل میں گنا بیگم کا تخلص

منت تنہا - میر قمر الدین کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کا یہ تخلص ہے تو اسے ترک کیا اور مقاطع میں تخلص نہیں لاتیں - ص ۲۱۴ -

گنا بیگم صبیہ علی قلی خاں والہ داغستانی "در ایامیکہ نواب از جینگر بہ گوہد می آید وے نیز چوں جان با جسم ہمقرین نواب بود ، اتفاقاً در نور آباد کہ مابین گوہد و گوالیار واقع است سواری بیگم قدرے پیشتر از سواری نواب رسید ، بیگم از آبدار آب طلبید ... آبدار از چاہے کہ بر سر راہ بود قدرے آب برآوردہ گذرانید خوردنش ہماں بود و جاں دادنش ہماں ... نواب بعد رحلتش... رسید ... نعش وے را ہماں جا امانت گذاشتہ بہ گوہد آمد بعد مدتے از آں جا نقل نمودہ بہ دہلی فرستاد ... بیگم در سلیقہ شاعر زیب النسائے مجالس نکتہ دانی بود و در شیوہ حاضر جوابی نور جہان ثانی ... در اشعار وے بسیار اختلاف است ، مردم اشعار میر سوز اکثر بنام وے میخوانند ، روزے مذکور ایں معنے از میرزا مقبول نبی نمودم ، وے بیاض مسودہ دست بیگم آوردہ بمن نمود ، ازیں چند اشعار ازو برچیدم :

جس(۱) طرح لگی دل کو مرے چاہ کسو کی
اس طرح نہ لگیو مرے اللہ کسو کی
اب زلف دراز اپنی کو ظالم نہ گرہ دے
کیا فائدہ جو عمر ہو کوتاہ کسو کی

بلبلو (۲) تم کو وہ گل زار مبارک ہووے
ہم کو وہ سایہ دیوار مبارک ہووے

ایک تو رسوا کیا عالم میں تیری نیہہ نے
دوسرے سننے پڑے لوگوں کے طعنے میہنے

اس کا پیغام (۳) مجھے کھونکہ زبانی آوے
نام سنتے ہی مرا جس کو گرانی آوے

۱- اس زمین کے دو شعر اور
۲- اس زمین کے چار شعر اور
۳- اس زمین کے دو شعر اور

اشک امڈا ہو تو پھر ضبط سے کم رکتا ہے
ناصحا اٹھ مرے بالیں سے کہ دم رکتا ہے

زلف کا کھولنا بہانا (۱) ہے
مدعا ہم سے منہ چھپانا ہے

شب کو طلب (۲) میں تیری تپاں ہم بھٹک بھٹک
جوں حلقہ در پہ رہ گئے سر کو پٹک پٹک

یوہیں جو تپش دل پہ ہر اک آن رہے گی
پھر کاہے کو اس دکھ سے مری جان رہے گی

مت کر (۳) خیال دل تو رخ و زلف یار کا
دن اور رات جمع ہوں بارے کہاں کہاں

مختلف زمینوں کے نو اشعار کے بعد " گویند روزے عماد الملک در خواب بود بر بالین وے بیگم آمد، چوں غافل دید برگشت ، ناگاہ نواب بیدار شد و این مصرع بدیہہ خواند 'آ کر ہماری لاش پہ کیا یار کر چلے' بیگم فی الفور گفت 'خواب عدم سے فتنے کو بیدار کر چلے' بعد ازیں ریختہ را تمام کرد" اس زمین کے ۴ اور شعر جن میں سے ایک یہ:

کیا سحر تھا نہ جانیو گلشن میں آن کر
بلبل کو گل کی شکل سے بیزار کر چلے

مجھے یاد آتا ہے کہ ایک انگریزی کتاب میں دیکھا ہے کہ گنا بیگم کی قبر نور آباد میں ہے اور "غم گنا بیگم" = ۱۱۸۳ سے تاریخ وفات نکلتی ہے - کل اشعار منسوب بہ گنا بیگم اسی کے ہیں یا ان میں دوسروں کے اشعار بھی شامل ہیں ، یہ بحث " آوارہ گرد اشعار " میں ہوگی - " کر چلے " والے

۱- اس زمین کا ایک شعر اور
۲- اس زمین کا ایک شعر اور
۳- بارے قافیہ ، اس زمین میں دو شعر اور

شعر کے متعلق جو حکایت ہے وہ ظاہر ہے کہ مجموعۂ اشعار میں نہ ہوگی ، اور ظاہرا اس کا راوی بھی مقبول نبی نہیں کوئی اور شخص ہے ۔ یہ بعض دوسری کتابوں میں ہے، مگر اس کے مصنوعی ہونے میں شک نہیں۔ ' کر چلے ' ردیف والے دو شعر جو میں نے نقل کئے ہیں اس زمین کے ایک اور شعر کے ساتھ جو مسرت میں نہیں، تذکرہ میر حسن میں عظیم شاگرد سودا مقیم فرخ آباد کے نام سے درج ہیں (۵۶) محمدی بیگم کے دو شعر بعنوانۂ ولی اللہ محب درج ہیں ۔ ص ۲۲۲ - (۵۷) مقبول نبی مقبول سے فرخ آباد میں ملاقات ہوئی تھی اس کا ذکر گنا بیگم کے سلسلے میں آیا ہے مگر خود اس شاعر کے تذکرے میں اس کا ذکر نہیں، اور نہ یہ کہ اشعار کہاں ملے ۔ (۵۸) ولی اللہ محب نے اشعار مندرجہ فرخ آباد میں " بطریق ہدیۂ دوستانہ " مولف کی نظر سے گزرانے تھے ۔ ص ۲۱۰ - (۵۹) شیخ فتح (علی) منصف غازی پوری " با مولف بسیار مربوط است " ۔ ص ۲۲۳ - (۶۰) میر مہدی دہلوی ، بعد خرابی دہلی وارد الہ آباد ہوئے ، طب میں "حذاقت کلی" اور تصوف کا ذوق رکھتے ہیں ۔ شاعر فارسی و ریختہ ، "تمام دیوان حافظ" کا تتبع کیا ہے اور غزل کے برابر غزل لکھی ہے ۔ مضمون کے شاگرد ہیں ۔ ان کے "مہین برادر" میر محمد عسکری مرشد آباد میں "کمال عزت و امتیاز" کے ساتھ بسر کرتے ہیں اور طب میں مسیحائی سے کام لیتے ہیں ، وقت ورود مرشد آباد ان کی زیارت سے دل شگفتہ ہوا ، لیکن سخت حیران ہوں کہ اس "جاہ و ثروت" کے باوجود وہ اپنے "مہین برادر" کے حال سے غافل کیوں ہیں ۔ "میر موصوف" کی زبانی سنا کہ وہ بھی شعر فارسی برجستہ و خوب کہتے ہیں ، یہ شعر ان کا ہے :

چرخ خونخوار کو لوہو میں ڈبونے نہ دیا
ناصحوں نے مجھے دل کھول کے رونے نہ دیا

اس کے چند اشعار اس عبارت کے ساتھ " ایں چند اشعار نتائج میر مہدیست" ان اشعار میں یہ بھی ہے :

مرا احوال سن فرہاد رو دے　　　وہ اپنا کھودنا پتھر کا کھودے

(ص ۲۲۵ و ۲۲۶)

مولف نے ایک جگہ میر مہدی اور دوسرے میر محمد عسکری کو "مہین برادر" لکھا ہے تو یہ حیرت کی جگہ ہے ، لیکن قرینہ ہے کہ یہ کتاب کی

غلطی ہے۔ ''میر موصوف'' سے ظاہر میر مہدی مراد ہیں ، اور ''چرخ الخ'' میر محمد عسکری کا شعر ہے ، لیکن مقتضائے مقام یہ تھا کہ یا تو فارسی و ریختہ دونوں لکھنے کا ذکر ہوتا یا فارسی شعر ہوتا ۔ آخری شعر ''مرزا احوال الخ'' تذکرۂ میر حسن میں بنام مرزا مہدی جن کا ذکر ذیل متوسطین میں ہے، میر حسن نے ان کے بارے میں صرف یہ لکھا ہے ''شخصے بود''۔ (٦١) دیوان محمد علی نالاں کا ذکر آ چکا ہے (رجوع بفصل ۷) صرف ایک شعر کے بارے میں صراحتاً لکھا ہے کہ دیوان میں دیکھا ۔ ص ۲۷۰ ۔ (٦٢) جان محمد ناتواں جونپوری مقیم پٹنہ ''روزے استدعائے اشعار او نمودم ایں چند (اشعار) بدیہہ انشا فرمود ، بپاس حقے کہ بر مولف دارد خالی بودن ایں تذکرہ از ذکر وے گوارا نہ کردم ... یک شعرّ فارسی نیز روزے بدم میخواند فی‌الحقیقت ... برابر ہزار بیت است :

آفریں بر ہمت خس آشیں ہر کو گرفت

یا سلامت بر کنارش برد یا ہمراہ رفت'' (ص ۲۲۸)

(٦٣) مبارک پسر قدرت کے ترجمے میں لکھا ہے کہ ان کا تخلص والا منا تھا ، علی ابراہیم خاں سے معلوم ہوا کہ ولہ ہے ۔ ص ۲۳۲ ۔ (٦٤) مرزا محمد علی ولی شاگرد قدوی سے مرشد آباد میں ملاقات نہ ہوئی لیکن وہاں کے لوگوں سے ان کی تعریف سنی ۔ ولی نے چند اشعار ایک دوست کی معرفت بطریق ہدیہ مولف کو بھیجے ، ان میں سے (ازاں جملہ) کچھ درج تذکرہ ص ۲۳۹۔ (٦٥) دیوان یقین ''در چار طرف ہندوستان اظہر من الشمس گردید''۔ ص ۲۴۱ ۔ (٦٦) میر عزت اللہ یکدل کے اشعار جو درج تذکرہ ہیں ، ان کے بیٹے سویدا سے مرشد آباد میں ملے ۔ ص ۲۴۳ ۔ (٦٧) منصف کا ایک شعر (ذیل ترجمۂ یحیائی) ان کی تحریک سے درج ۔ ص ۲۴۴ ۔

[۹]

حسب ذیل شعرا کا ذکر مسرت سے قبل کے کسی تذکرے میں جو میری نظر سے گزرے نہیں ہے ۔ میں مبتلا و شورش کے تذکروں کو زماناً مقدم اور گلزار ابراہیم کو موخر سمجھتا ہوں ۔ اضطراب (ص ۱۳) صابر علی اظہر شاگرد مظہر (ص ۲۰) بنیاد (ص ۳۴) مفتی برکت اللہ (ص ۳۶) تصور (ص ۳۰) عطا حسین خاں تحسین (ص ۳۱) خیر الدین محمد حسرت (ص ٦١)

میرزا محمد حسین حسینی (ص ۷۰) محمد شاہ حاضر صحبت یافتہ آرزو (ص ۷۱) بنگالی لعل خوشدل (ص ۷۴) حیدر علی خادم (ص ۷۶) رستم علی رستم (ص ۸۴) تدبیر علی خان رضا (ص ۹۱) زوار غازی پوری (ص ۹۶) سویدا (ص ۱۰۹) کرم علی خان شہید (ص ۱۱۴) اس سنگھ شائق (ص ۱۱۸) شیخ محمد اشرف صواب سید پوری شاگرد مصیب - متوفی ۱۱۹۲ھ مولف - نے صواب کے جو اشعار دئے ہیں ، ان میں یہ بھی ہے :

آ بیٹھو تو دو باتیں کریں تم سے میاں ہم
پھر دیکھئے اک دم میں کہاں ہم ہوں کہاں تم

(ص ۱۱۸ و ۱۱۹)

یہ شعر تذکرہ میر حسن میں بنام محمد اشرف جس کا تخلص درج نہیں - میر حسن نے اس کا حال یہ لکھا ہے " از مردم مرشد آباد بداروغگی اخبار فرنگی جان برسٹو صاحب سرفراز است ، طبع موزونی دارد ، یک بشیر نامہ گفتہ است ، کمتر ہندی و بیشتر فارسی میگوید ، خدایش سلامت دارد " میر حسن نے ذاتی طور پر جاننے کی صراحت تو نہیں کی ، لیکن یہ بعید از قیاس نہیں - محمد اشرف صواب یقیناً محمد اشرف صاحب بشیر نامہ سے مختلف ہے - شعر کا موخرالذکر کی طرف انتساب درست معلوم ہوتا ہے - صلاح الہ آبادی (ص ۲۱) ٹھاکر داس ضمیر جوان بنگالی نژاد ، انگریزی زبان میں " مہارت کلی " (ص ۱۲۴) مولف چونکہ خود انگریزی سے واقف نہیں ، اس کے سرٹیفکٹ کا کچھ وزن نہیں - انگریزی جانتا ہوگا ، لیکن " مہارت کلی " کے بارے میں تو وہی شخص کہ سکتا ہے جو اس زبان کو اچھی طرح جانتا ہو - میر اعظم اعظم کا ذکر ردیف ع میں ہے (ص ۳۶) کہیں ایسا تو نہیں کہ تخلص دراصل عظیم ہے - ہدایت علی خان ، عاشق (ص ۱۳۰) زین الدین عشق (ص ۱۴۴) سعداللہ خان عاشق (ص ۱۴۴) محمد اسلم غم (ص ۱۴۵) کلب علی غیرت (ص ۱۴۵) غلام حسین خان (ص ۱۴۶) فدا علی فدا (ص ۱۶۴) عبداللہ خان ساری مسافر تخلص (ص ۲۱۴) تذکرہ میر حسن میں ایک شاعر مسافر کا ذکر ہے جس کا نام تک میر حسن کو معلوم نہیں ، ان کے تذکرے میں جو شعر ہے وہ مسرت میں نہیں - مقبول نبی مقبول (ص ۲۱۶) گنا بیگم (ص ۲۱۷) محمدی بیگم (ص ۲۲۲) فتح علی منصف (ص ۲۲۳) میرزا ابراہیم مشتاق بنارسی " این چند اشعار

وے بر السنہ مشتاق ابں مشہور است" (ص ۲۲۴) ان میں شعر ذیل بھی جو تذکرہ میر حسن میں راجہ رام نرائن موزوں کے نام سے ہے:

غزالو تم تو حاضر ہو کہو مجنوں کے ماتم میں
دوانا مر گیا آخر جس وقت سہانے یہ کیا گزرا

(کذا، ص ۲۲۵)

میر محمد عسکری، ذیل ترجمہ میر مہدی (ص ۲۲۵) امام بخش نہاں (ص ۲۲۷) جان محمد ناتواں (ص ۲۲۸) نظام الدین نادر (ص ۲۳۰) نرنجن (ص ۲۳۲) عبداللہ عبد (ص ۱۳۷)

[۱۰]

مولف سے اس کی توقع کہ واقعات کی چھان بین یا اشعار کے انتساب میں دوسرے تذکرہ نگاروں سے زیادہ محتاط ہوگا بیکار ہے۔ غلط انتساب کے متعلق تو "تحفتہ" میں اس نے عذر بھی کیا ہے " در تصحیح اشعار (و) ترقیم آں تحت احوال ناظمانش اهتمام عظیم بکر بردم وے چوں اتفاق تطبیق از دواوین شان نیفتاد، اگر شعر یکے در ذیل شعر دیگرے مذکور شود قصور ناقل است نہ تقصیر مولف "۔ مولف کی اغلاط کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ استقصا کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔

بات کیجے غور سے اور ہم سے منہ کو موڑیے
ٹک خدا سے ڈریے ان دشمنوں کو اپنی چھوڑیے
منہ نہ موڑے گا یہ عاصی کر یہی منظور ہے
لیجئیے سنگ جفا اور شیشہ دل توڑیے

بنام آفتاب (ص ۷)، ساحر پسر اشرف علیخاں کے اشعار ہیں۔

ذی قعدہ کا چاند دیکھنے کے ساتھ بادشاہ کسی کورے لڑکے کو دیکھنا چاہتے تھے، علی وردی خاں نے کہا کہ امیر خاں انجام اپنے صاحب زادے کو بلا رکھیں۔ انجام نے کہا کہ حاضر ہے، لیکن آئندہ ماہ کے لئے علی وردی خاں صاحبزادی کو تیار رکھیں (ص ۹)۔ انجام لاولد تھے، قصہ مصنوعی ہے۔

انجام کے والد نے ان سے کہا کہ اپنی ماں سے جا کر کہو کہ بن سنور کر میری منتظر رہیں - انجام نے کہا اگر وہ مصروف ہوں تو دادی سے کہوں گا (ص ۹) ، یہ بھی مصنوعی ہے -

میں کہاں تو کہاں یہ کہتے ہیں ٭ کہ یہ آپس میں دونوں رہتے ہیں
ایک بوسہ تو مجھ کو دو صاحب ٭ سنتے ہی منہ پھرایا لو صاحب

رباعی ''نہ دل کوقرار بے قراری کے سبب الخ'' دو مطلع اور یہ رباعی ان اشعار میں ہے جن کی نسبت مولف کا بیان ہے کہ الم سے سن کر درج تذکرہ کئے ہیں - پہلا مطلع الم کے چچا اثر کا ہے اور دیوان اثر کے علاوہ بعض تذکروں میں بھی اثر کے نام سے ہے ، دوسرا دیوان سوز میں ہے - رباعی تذکرہ میر حسن وغیرہ میں بنام الم درج ہے ، لیکن درد کے نام سے بھی ملتی ہے - یہ تذکرے ان کے ابتدائی زمانے کے ہیں ، ان کی پیدائش ۱۱۷۰ھ کی ہے - (سناتھ سنگھ بیدار کا مجموعہ) کیا تعجب ہے اگر یہ اس زمانے میں اشعار کا سرقہ کوئی بڑی بری بات نہ سمجھتے ہوں -

احسن اللہ بیان (ص ۲۲) صحیح احسن الدین -

زادگاہ حزیں دہلی (ص ۵۵) ، شورش حزیں کے شاگرد نے لکھا ہے کہ اپنے والد کی شہادت کے بعد پٹنہ سے دہلی گئے اور نادر گردی کے بعد واپس آئے - قائم نے انھیں از ''سادات اکبر آباد'' لکھا ہے -

خادم علی خاں خادم ساکن عظیم آباد (ص ۷۰)، علی کی جگہ حسین چاہئے -

احمد علی خاں پدر خادم (ص ۷۰)، خان نہ تھے ، تخلص تہاست دیتا تھا -

فقیہہ درد مند (ص ۷۸)، فقیہہ صاحب ، لفظ آخر جزو اسم -

رباعی ''از بسکہ حیا دوست ہے وہ سایہ ناز الخ'' (ص ۷۹) - یہ رباعی مولف نے درد مند کے نام لکھی ہے ، لیکن سید غلام نبی بلگرامی کی ہے (سرو آزاد ص ۲۹۱) -

غلام علی خاں راسخ (ص ۸۰) ، خاں نہیں چاہئے -

شب جو اس ماہ سے روشن مری آغوش ہوئی
شمع یاں تک ہوئی شرمندہ کہ خاموش ہوئی

بنام راسخ (ص ۸٦)، غلطی سے ص ۲۴۹ میں بھی چھپ گیا ہے۔ دیوان راغب میں ہے اور دیوان راسخ کے کسی نسخے میں جو میری نظر سے گزرا ہے نہیں ہے۔

میر برہان رنگین (ص۸٦)، صحیح مرزا امان بیگ جو تذکرۂ میر حسن میں ہے۔

راغب ولد ہدایت علی خاں (ص ۸۹)، ہدایت اللہ خاں صحیح۔

میر سعادت اللہ سعادت (ص ۱۰۸)، سعادت علی چاہئے۔

میر محسن از فرزندان شیخ نصیر الدین چراغ دہلی (ص ۱۱۱)، شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کی اولاد ہی نہ تھی، میر محسن کہاں سے آ گئے؟

میر ضیاء الدین ضیا (ص ۱۲۳)۔ صحیح باضافہ حسین جیسا کہ دیباچۂ دیوان میر حسن میں میر حسن نے لکھا ہے۔

خواجہ برہان الدین عاصی دہلوی (ص ۱۳۳) میر برہان الدین آثمی (ص ۲۳)۔ دونوں ایک ہیں، کسی تذکرے میں عاصی ہے، کسی میں آثمی، ان دونوں میں صحیح کون ہے اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ عاصی غلط محض ہے۔

عارف علی‌خاں عاجز (ص ۱۳۹)۔ صحیح عارف‌الدین خاں جو تحفتہ‌الشعرا میں ہے۔

بھکاری داس عزیز (ص ۱۳۹)۔ صحیح بھکاری لعل جو سفینۂ ہندی میں ہے۔

فضائل علیخاں فضائل (ص ۱٦۵)۔ میر حسن نے بے قید تخلص لکھا ہے، فضائل تخلص کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ میں نے اگر اس کے خلاف کبھی کچھ لکھا ہے تو وہ کالعدم سمجھا جائے۔

محمد حسین محزون (ص ۱۸۸ و ص ٦۲) لیکن ص ۱۹۰ میں غلام حسین۔ اس نام کے سلسلے میں مولف نے اس صفحے میں جو کچھ لکھا ہے اس کے بعد اس کے صحیح ہونے میں شبہے کی گنجائش نہیں۔

محمد قلی خاں مشتاق (ص ۲۰۹)۔ علی کی جگہ قلی چاہئے جو دوسرے تذکروں میں ہے۔

نعیم‌اللہ مرزائی (ص ۲۲۱)۔ ردیف میم میں جو اس پر مشعر کہ

مرزائی تخلص ہے، اگرچہ مولف نے اس کی صراحت نہیں کی ، لیکن ایسے اور شعرا بھی ہیں جن کے ذکر میں تخلص صراحتاً مذکور نہیں مثلاً حمایت علی مجنوں (ص ۲۰۸) -

حافظ علی ممتاز (ص ۲۲۳) - صحیح حافظ فضل علی ممتاز (تذکرہ قائم و میر حسن) -

محمد وارث نالاں (ص ۲۳۱) - وارث کے بعد علی کا اضافہ ضروری ہے - دوسروں کے تذکروں کے علاوہ دیوان جوشش کا مادہ تاریخ وفات '' سید وارث علی نالاں '' ہے -

مصطفیٰ خاں...بکرنگ (ص ۲۳۸) - بکرنگ کے ایک مصرع میں مصطفیٰ خاں آیا ہے لیکن یہ ضرورت شعری سے ہے - ان کے استاد آرزو نے تنبیہ‌الغافلین میں غلام مصطفیٰ لکھا ہے - اور یہی ان کے معاصر حاتم کے دیباچہ دیوان زادہ میں ہے - ' خاں ' خود ان کے مصرع میں ہے -

سوز '' گوبند نازنین جوانیست خوشرو '' (ص ۱۰۲) - ۱۱۹۵ھ میں جب یہ تذکرہ مکمل ہوا ہے، سوز کم و بیش ۶۵ سال کے تھے -

شجاعت خاں ثابت (ص ۵۱) - صحیح شجاعت اللہ خاں ثابت (تذکرہ میر حسن) -

[۱۱]

بعض شعرا اور اشعار کے متعلق مولف کی ناقدانہ رائیں :

(۱) ''میر رضا (عظیم آبادی) اشعار خوب خوب دارد لیکن فقیر ازو باین یک بیت بسیار راضی می شود :

امردوں کی موا ہوں حسرت میں
میں تو غلماں ہی لونگا جنت میں'' (ص ۸۹)

(۲) صانع بلگرامی ''این یک بیت او برابر هزار بیت است :

پارہ گردد چو کتان نامہ عصیان بر من
بر سر مہر گر آید مہ تابان نجف '' (ص ۱۱۹)

(۳) مرزا ظہور علی ظہور مقیم مرشد آباد ''در زبان آوری نظیرش در منصۂ شہود جلوہ گر نشد و در خوشگوئی مثلش از عدم بہ ظہور نیامدہ'' (ص ۱۲۹)

(۴) فقیر کا شعر فصل ۸ میں نقل ہوچکا ہے، اس کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ''برابر ہزار بیت است'' (ص ۱۰۰)۔ مولف نے یہ بات ناتواں کے ایک شعر کے بارے میں بھی کہی ہے (فصل ۸)

(۵) یقین ''مثل وے قابل و قابل پرست از کتم عدم بعرصۂ ظہور نیامدہ ... منظور نظر ... میرزا مظہر شدہ ... از فیض صحبتش شہباز فکر وے بصید معانی چناں بلند پروازی کردی کہ طائر خیال ساسعان بدریافت کنہتہ آں در نیم راہ باز ماندی و ہمائے اندیشۂ وے بر قلۂ کوہ سخن بطورے پرفشانی نمودی کہ طبع رسائی سخنوران بامید رسائی در پرتو سایہ ش ہر چند دویدے ولے از تیز پروازیش بجائے نہ رسیدی'' (ص ۲۴۱)

[۱۲]

مولف نے ''تختمہ'' میں لکھا ہے ''اگر در توصیف شعرا جہت رعایت نام و تخلص وے مبالغہ رفتہ یا در تعریف بعضے بواسطۂ عدم علم بر احوال وے تغافلے رودادہ محل مواخذہ نباشد چہ در آں طبع نو آموز نقد قابلیت برمحک امتحاں میزند''۔

مولف نے تخلص کی رعایت کرتے ہوئے شعرا کے متعلق غیر ذمہ دارانہ باتیں لکھی ہیں، اور بعض اوقات بغیر رعایت بھی ایسی باتیں اس کے قلم سے نکلی ہیں۔

(۱) اظہر، میر غلام علی : ''دریں فن اظہر من الشمس گشتہ''۔ (ص ۲۲)

(۲) تحسین، عطا حسین خاں : ''در لطیفہ گوئی و حاضر جوابی عدیم المثال است و درگرم اختلاطی و یار باشی مثلش دریں شہر نا ممکن بلکہ محال''۔ (ص ۴۳)

(سہ ماہی 'اردو'، اپریل ۱۹۶۸ء)

* * *

فہرستِ اسمائے شعرا

تذکرہ مسرت افزا

تذکرۂ مسرت افزا

دیباچۂ مصنف

تذکرہ مسرت افزا و ضمائر ارباب ملال و تبصرۂ طلعت نوای بصائر ارباب جمال، تحسین آفرینی است کہ از حرف کن اوراق کون و مکان را شیرازہ بند نمودہ، و صوت لعبتان مطالب ابزیور الفاظ رنگین متحلی ساخت، با حسن وجوہ بلا رنگ دلبا جلوہ گر گردانید، زیب آغاز کلام و زینت انجام مرام لغت آں سرور دفتر مخلوقات کہ دیوان ایجاد را بیت و بنود ش مزین ساخت، و عنوان صحیفۂ ممکنات را صدر بدیہہ جستہ و مفتش بخوبی آراست. فصاحت کلام او ناددو را باد دو آبرو نہ مقال فصحای سحر پرداز ربودہ، و طلاقت بیان شان بر تسویر لغا و ذوق ابجاز ابواب حسرت و اضطراب کشودہ، صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین.

من بعد اضعف عباد اللہ الہادی، فقیر ابوالحسن امیر الدین احمد المشتہر بامر اللہ الہ آبادی بخدمت سخنوران آگاہ دل و زبان آوران در سخن کامل عرض می دارد کہ از بدایت ایام صبا، ایں آوان کہ سنین عمرم بثلاث و عشرین رسیدہ اوقات عزیز خود را بخدمت صاحبان فضل و کمال بسر بردم و از فیض صحبت شان رسیدم، بمقامیکہ پیوستہ دل حزین و خاطر محزون جرأت کردہ، بصد شورش و فغان برآستان ہمت والای شان جبین سائی میکرد و بصد بیتابی و خاکساری بسمل وار تپیدہ پیام درد و الم بحضرت میرساند کہ تا کند بعد لے خیال خام زاویۂ عزلت و خاموشی را ساکن باشم، و سامان بے سامانی و رسوائی خود در گنجینۂ سینہ نہان دارم، اگر دستیاری یابم قصۂ دردمندی و آوارگی خود در ضمن حالات شاعران ریختہ کہ چوں من آوارۂ وادی محنت اند شرح سازم و جہت مشتاقان داستان عشق سرمایۂ شوق و سعادت و برائے منتظران وصول وادی عاشقی ذخیرۂ خوشدلی و فرحت مہیا سازم، چہ کمتر از سخن وران در پے تالیف حالات شان رفتہ بند و اکثر طالبان را تلاش ایں نوادر احوال می باشد.

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں — گفتہ آید در حدیث دیگراں

لیکن نیرنگی روزگار فرصت دم زدن نمی داد و بتلونی چرخ بیمدار رخصت نفس برآوردن نمی بخشید، از بسکہ مدتی بود.

سوتہ و گداختہ بسر میبردم و دائما گریاں و نالاں می بودم، ناگاہ بہ ہدایت بہ ستہ فطرت بطیب و اعانت سروش نکہت جواب دریشہ ہمز رسیدہ، یکہزار و یکصد و نود و دو ہجری برفاقت سراپا برکت گرامی بادرم دام ظلہ العالی تدبیح خمول برآمدہ، بعزم سیاحت دیار شرقی مسافر شدم، بعد قطع مراحل محل اقامت در بلدۂ عظیم آباد نہادم. چوں بکشش دوستان و جوشش دلہای شان چندی قائم آں مقام شدم و سخنوران آنجا

انجاس

راکد شیوهٔ محبت یک رنگ و یکدلی می نمودند دریافتم. تمنای راسخ در فطرت راغب که از مدتی در خاطر فاتر من وی بود سر بشورش بر آورد و به همه منت و اشتیاق دل مشتاق مرا که آوارهٔ صحرای بیچارگی است، بر آن آورد که شمهٔ از حالات شان که هوش ربا مستمعانست، به سطح تحریر در آرایش کشم. درین اندیشه باز خیال سیاحت دار الامارت کلکته گلوگیر گردید دست تقدیر دامن همت و ارادهٔ مرا باین سمت کشید تا پا به راه کشتی در راه آوردیم و مرحله پیمای خطوات غربت شدیم. در اثنای راه بخاطر رسید که اوضاع زمانه را ثباتی نیست، درین عنفوان جوانی که ایام نشاط نکامانیست بلا تفرقه بسرم آورد و هردم در اندوه تازه مبتلا ساخت. اکنون ندانم کجا برد و کجا افگند و چه کار کند بهر حال پرده از روی مخدرات جملهٔ سینه برداشته بمنصهٔ شهود متجلی گردانم و برای حاضران تذکاری و آیندگان را یادگاری گذارم. مبادا از بی‌همی اطوار این جفا کار قهرمان سهو و نسیان تاخت آرد و این نازنین بتان مطالب و مضامین را که آمادهٔ جلوه‌گری و محفل آرائی اند تاراج نماید لهذا دامن سعی بمیان جان بستم که تا زمانی حالات اسلاف و اخلاف که مدتی ذائقهٔ طبع خود را چاشنی سخن چشانیده اند و مره مجاوری خمخانهٔ این فن نموده در سلک انتظام در آورده‌ام. و چون احاطه و احصای سابقان میدان سخنوری درین غربت و گرفتاری فکرت با صد جهان کدورت بس مشکل و دشوار بلکه ناممکن و محال بود بنا برآن برهمین قدر اکتفا نمودم. از ناظران حق بین و روشندلان صدق آئین التماس دارم که اگر به تفرج این نگارستان درآیند گلهایش را با رنگ و بوی بناخن سخن چینی بچینند چه ترتیب و اصلاح دشوار پریشان ساختن و برهم نمودن چه قدر کار این تذکره تا غایت جهت مسرت خاطر کودکان لایق و این تبصره هدیه‌ایست برای طبع معانی نوآموزان موافق بالغ نظران را باین چه کار در چشم کامل خردان این مزخرفات را چه اعتبار. از جناب اقدس الهی امیدوارم که این پردگیان نشیمن معانی را پیرایهٔ قبول بخشیده در محفل دوستان زینت افزای سینه گا سازد و همیشه باعث بقای این سرگشتهٔ وادی حیرانی دارد و هو علی کل شیء قدیر و بالاجابت جدیر.

صد شکر و سپاس آن خدا را | کو کرد بمن چنین عطا را
لطف و کرمش چون بیکران شد | هر چیز که خواستم همان شد
توفیق سخن رفیق ما کرد | از محنت و درد و غم رها کرد
حالات سخنوران عالم | کو بود چو زلف یار برهم
من شانه زده ز دست تدبیر | آراسته کردمش چو تصویر
از حالت دل که بود پنهان | در ذیل فسانهای ایشان
بر هر چه بگوش خامه گفتم | تا سوز که بود در نهفتم
آتش بنی قلم در افتاد | بشکست بسوخت رفت برباد
از هجرت افضل البشر بود | تسعین و هزار و صد سه افزود

بودہ ز رجب ماہ دوم — تاریخ سوم نہ بیش نہ کم
کین تذکرہ مسرت افزا — ایں خامۂ من نمود املا
پس حامد از ین فضول خاموش — دریاۓ عنایت است در جوش
درخواہ ز کردگار عالم — مقبولی ایں کتاب را ہم
یارب برسالت پیمبر — کو ہست ز بہر خلق رہبر
یارب بطفیل سرور دین — آں قاتل کافران پر کین
از بہر بتول ام حسنین — آں سیدۃ النساء کونین
بہر دو جوان پاک معصوم — آں حامی بندگان مظلوم
تا چرخ ز انجم است روشن — تا خاک ز مردم است گلشن
تا ہست زبان سخنوراں را — تا حسن بیان بود زباں را
باشد سبب سرور دلہا — ایں تذکرہ مسرت افزا

صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین۔

تراجم شعرا

۱۶۲/ تذکرهٔ فضائل بادشاه جمجاه، عادل باذل، شاه عالم، ملاذ و ملجای بنی آدم خلد الله ملکه بعد تمهید مراتب تحمید و سلام اولی و انسب
چه بر کافهٔ برایا و رعایا واجب و لازم است که خلف هر صلوٰة و بعد هر مناجات بدعای ازدیاد عمر و دولت بادشاه که سایهٔ لطف الهی است قیام
نمایند و تصنیف و تالیف خود را بذکر اوصافش آرایش بخشند باید دانست که آن حضرت خلف عالمگیر ثانیست بن معز الدین جهاندار شاه
بن بهادر شاه نور الله مرقدهم. چون عماد الملک غازی الدین خان از نا عاقبت اندیشی احمد شاه، خلف محمد شاه را در ماه شعبان سنه یکهزار و
یکصد و شصت و هفتم هجری محبوس و مکحول ساخت پدر بزرگوارش بر تخت سلطنت جلوس فرمود. لیکن، از عدم موافقت امرای عالیشان
که قوائم سلطنت بودند عماد الملک در امور سلطنت و فرمانروائی تسلط خاص پیدا کرده و از خلافت نمائی بجز نام خلافت چیزی نگذاشت.
آن حضرت که از ابتدا العلو حوصله و شجاعت ضرب المثل بود تاب مشاهدهٔ این حرکات و اطوار نیاورده از عضو نسبت محالات غربی صوبهٔ شاهجهان
آباد که در جاگیر وی بود نهضت فرمود. چون زادائی عماد الملک روز بروز در تزاید بود، بودن خود در آن نواحی صلاح ندیده، باستصواب
هواخواهان، انجناب رو بدیار مشرق آورده، نعمت دیار بنگاله را بقدوم خود مشرف اندوز ساخت، و کارهای نمایان که احوال چون آفتاب
روشن و شهرهٔ آن عالمگیر است بظهور آورده.

ولیکن چو یکدل نباشد سپاه　　　چه مردانگی آید از بادشاه

از تبانی بعضی امرا که برای اغراض نفسانی میخواستند که مهم بنگاله انفصال پذیرد، استیصال شیخ این اختلال صورت نه بست، تا آنکه هشتم ربیع الآخر روز پنجشنبه سنه یکهزار و یکصد و هفتاد و سه عماد الملک بادشاه را شربت شهادت چشانید چون این خبر بسمع مبارکش رسید چهارم جمادی الاول سنه یکهزار و یکصد و هفتاد و سه در حوالی عظیم آباد اورنگ فرمانروائی آراست و خود را شاه عالم ملقب ساخت شاعری سال جلوس گفت.

زہے شاہ عالی گہر عدل گستر — باو تاج و تخت و نگیں شد مسلم
برون آر سال جلوس ہمایوں — ز سلطان ہندستان شاہ عالم

بعد از آں باستدعا و الحاح نواب شجاع الدولہ بہادر رایات ظفر آیات را متوجہ دیار غربی ساخت. نواب از لکھنو با مرام آستان معلی تا دریا ذکرم ناسہ رسیدہ بادراک دولت ملازمت بمراتب سعادت مسعود نمودہ، بعد چندے بخدمت وزارت بعنایت خلعت و قلمدان مرصع سرفرازی یافت از آں زمان تا مدت العمر بایں سعادت مفاخرت و مباہات داشت چون در سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و ہشت کشیدہ فنا کوچیدہ و بامارت دار الآخرت سرفرازی گزیدہ خلف وی نواب آصف الدولہ بہادر وزیر جنگ بایں خدمت سعادت اندوز شدہ از سال جلوس کہ تا امسال کہ شروع سنہ یکہزار و یکصد و نود و چہارم است، فرمانروائی و عدالت گستری وی در ترقی است ایزد تعالیٰ مخلد بدارد

در ظل آفتاب وی آسودہ اند خلق — یا رب مباد تا بقیامت زوال او

اگرچہ شعر و شاعری دون مرتبہ شاہیست لیکن بمقتضای قدردانی زبان آوران خود ہم لآلی آبدار کلام را در زبان فارسی و ریختہ منظوم میسازد و در مقاطع اشعار آفتاب تخلص می آورد الحق بفحوای کلام الملوک ملوک الکلام کلام ہمایونش اثری دارد و گوش مستمعان را بشیرینی

جب نام کو تیرے میں کیا ورد زباں کا — مشہور ہوا تب میں شہنشاہ زماں کا
مانند کماں خم ہو کشاکش میں ہے وہ — پھینکے جو جدائی میں تری تیر کماں کا

تصور ترا جس کو اے یار ہوگا — اسے غیر سے کب سروکار ہوگا

سینے میں داغ دل جس طرح ملے ہوتے ہیں پیدا — ہر شاخ گل نے جس طرح کئے غنچے پیدا

آتی ہے ہر طرف سے صدائے جاں نوائے عشق — کچھ ان دنوں میں زور ہے ہوائے عشق

خدمت سے رہوں بھلا میں کب تک مہجور — اے صاحب ہوش عشق اب ہے مزدور
ایام فراق روتے ہی گذرے ہے آہ — تس پر ہے ہماری تجھ کو ایذا منظور

دل محو کرے ہے اک نظر سے وہ شوخ — نکلے جب آفتاب گھر سے وہ شوخ
دیکھے ہے جو اس کو الاماں بولے ہے — سیکھا ہے یہ شوخیاں کدھر سے وہ شوخ

آفتاب اپنی مہر سیتی اگر
عشق میرا دوچند کرتا ہے

اے صنم جس سے جہاں میں آشنائی کیجیے
کیا ہی لازم ہے پھر اس سے بیوفائی کیجیے

یا الٰہی عرض کرتا ہوں میں با عجز و نیاز
اب طفیل مصطفیٰ عقدہ کشائی کیجیے

بات کیجے غیر سے اور ہم سے منہ کو موڑیے
ٹک خدا سے ڈریے ان وضعوں کو اب چھوڑیے

منہ موڑنے کا یہ عاشق گر یہی منظور ہے
لیجیے سنگ جفا اور شیشۂ دل توڑیے

مدت سے اشتیاق ہے پیارے جو آئیے
بٹھلا رواق چشم میں سیر یاں دکھائیے

چشم ملنے یہ تو نہایت بعید ہے
عاشق جب آوے اس کو تب آنکھیں دکھائیے

عشاق کا جو قتل ہی منظور ہے تمہیں
کھینچا نہ کیجے تیغ کو تیوری چڑھائیے

وہ گلبدن جواب کے ہم آغوش ہو کبھی
جوں غنچہ پیرہن میں نہ پھولے سمائیے

ہے مدتوں سے منتظر جلوہ آفتاب
مکھڑے سے ٹک نقاب کو جلدی اٹھائیے

صنم نام خدا خورشید رو ہے
کہ ہر ذرے کو اس کی جستجو ہے

خدا ہی جلنے یا دل جانے ظالم
ترے ملنے کی جتنی آرزو ہے

یہاں تک ہجر میں رویا کہ اب تک
رواں باغ جہاں میں آبجو ہے

دکھا دے اے آفتاب صبح جلوہ
شب فرقت نہایت دو بدو ہے

صبح تو جام سے گذرتی ہے
شب دلارام سے گذرتی ہے

عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گذرتی ہے

جب ماہ رو کے سامنے آتی ہے چاندنی
سطح زمیں پہ فرش بچھاتی ہے چاندنی

ہمراہ عاشقوں کے نہ ہو تو کبھی جب تلک
کس کو سیر اور کے بھاتی ہے چاندنی

اک دن تو ٹک نقاب کو مکھڑے سے تو اٹھا
جلوے کی تیرے منتظر آتی ہے چاندنی

خورشید رو یہ ماہ شب چاردہ نہیں
تیرا ہی عکس ہے کہ دکھاتی ہے چاندنی

جوں شمع اے سحر شب فرقت میں آفتاب
بے اختیار مجھ کو رلاتی ہے چاندنی

صنم کے ناز میں پاؤں میں کیا ہی خوب تلوے ہیں
گویا اللہ نے اپنی ید قدرت سے جوڑے ہیں

٢/٨ امیر خاں انجام خلف رشید عمدۃ الملک امیر خاں عالمگیر شاہی بود بعد ازوی ہم در ایران ہم در ہندستان کمال عزت و شوکت داشتند

وی در زمان سلطنت محمد شاه، انار الله مضجعه بعمده مدارج امارت رسید. محسود سائر ارکان سلطنت و اعیان مملکت گردیده و آئین عمدگی را از آغاز تا انجام بخیر و خوبی گذرانیده. در رسائی طبع و حسن ادراک و لطیفه گوئی و سخن جوئی و بدیهه سرائی و حاضر جوابی و دادفهمی نظیر نداشت و علم موسیقی را بآئینی ورزیده بود که استادان این فن حلقه شاگردیش بگوش ارادت می کشیدند. شعر فارسی و ریخته و دوهره و کبت بطرزی میگفت که ماهران این انجمن انگشت حیرت بدندان میگزیدند. مشق سخن در خدمت میرزا بیدل نموده بود. مطایبات و لطائف وی بر السنه و افواه آن قدر اشتهار یافته که احتیاج بیان ندارد. از آن جمله لطیفه: روزی پادشاه برای رویت هلال ذیقعده بالای بام برآمده امیرخان و علی وردی خان هم حاضر بودند. درین اثنا پادشاه فرمود که روز صبح التوجه باید آورد که تا وقت رویت هلال بجانب وی التفات نمایم. علی وردی خان از طریق مطایبه به بادشاه عرض نمود که امیرخان را حکم شود تا صاحبزاده را بطلبند. امیرخان آداب بجا آورده عرض کرد که حاضر است می طلبم، لیکن برای ماه آینده علی وردی خان را امر شود تا صاحبزادی را تیار دارند. پادشاه و سائر اهل مجلس ازین سخن بخنده در افتادند. لطیفه: گویند یکبار خان دوران خان روبروی پادشاه از امیرخان گفت که در آخر لفظ هر فرقه که لفظ بان باشد یقین باید دانست که او حرامزاده و شهره پشت است، مثل فیلبان و شتربان و مهلبان. امیرخان گفت راست می گوئید ای مهربان. لطیفه: شخصی می گفت در ایام طفولیت امیرخان روزی پدرش بوی گفت که بمادر خود بگو که خود را آراسته کرده منتظر آمدن من باشند. چون خان مرحوم مجبول بظرافت بوده است، دست بسته گفت که اگر والده صاحبه در کاری مشغول باشند بعمده صاحبه بگویم. در سال هزار و صد و پنجاه و نه ملعونی از ملازمانش غافل نموده در صحن دولتخانه بادشاه بزخم کتاره شربت شهادت بچشانید و انجامش بخیر گردید. شخصی تاریخ شهادت وی "زخم عمده" یافته، و چون مرحوم بوضع زنان مشهور بود ظریفی تاریخ وی بطرز وی تاریخ "اوه لوگو امیرخان موا" گفته و داد سخنوری داده. بعضی مردم این تاریخ را به نور بائی لولی که در شیوه سخنوری و طریقه حاضر جوابی بعهد خود بینظیر بود و منظور نظر نواب موصوف (بود منسوب) میکنند. والله اعلم بالصواب.

اب یہی احسان ہے تیرا جو ہوں آزاد ہم — پھر چمن میں جائیں کیا منہ لیکے اے صیاد ہم

نہ سن واعظ کی بات ہرگز گر اپنی دھن میں پکا ہے — خدا حافظ ترا دوزخ بھی اک شرعی دھڑکا ہے

کیا مری آہ کیا صنم کی نگاہ — ایک ترکش کے تیر ہیں واللہ

مے پلائی بھیڑ میں یہ مجھ سے نادانی ہوئی — دختر رز بزم میں آ شرم سے پانی ہوئی

ٹک تو فرصت دے کہ رخصت ہو چلیں صیاد ہم — مدتیں اس باغ کے سائے میں بستے آباد ہم

۳۔ سراج الدین علی خان، آرزو. سراج الشعراست و طراز الفصحا، در تماشای خوبان معانی تمامی آرزوست و در محفل فیوضات ربانی سراپا جستجو. نسبت شریف ایشان از جانب پدر به شیخ کمال الدین، خواهرزاده شیخ نصیر الدین چراغ دهلی، نور الله مضجعه، و از جهت مادر به شیخ محمد غوث گوالیری، روح الله روحه منتهی میشود. ولادت او در سنه یکهزار و یکصد و یک هجری واقع شده. ابتدای علوم متداوله کسب

نموده و هم در مبادی عمر ذوق شعر بهم رسانیده، و آں قدر خدمت این فن کرد که استاد برآمد. فراواں تصانیف در سلک تحریر کشیده، در سنهٔ یکهزار و یکصد و شصت و چهار تذکرة الشعرای مسمیٰ به مجمع النفائس تالیف نموده و در جمع اشعار آبدار و انتخاب دواوین شعرای روزگار اهتمام عظیم بکار برده. در سنهٔ یکهزار و یکصد و سی و دو از گوالیار بدار الخلافت شاه جهان آباد آمده و از بس بعز دوستاں و بملاقات مؤتمن الدوله اسحق خاں شوستری شتافت. خاں مذکور بقدر دانی او چنانچه می باید پرداخته و خدمت بسیار بتقدیم رسانیده. بعد وفات مؤتمن الدوله پسر او نجم الدوله صد و پنجاه روپیه در ماه میرسانید و سوای ایں هم رعایتها می نمود. بعد انتقال نجم الدوله با سالار جنگ برادر خرد نجم الدوله صحبت برآر شده، همراه او از دهلی قصد دیار شرقی کرده در اواخر محرم سنهٔ یکهزار و یکصد و شصت و هشت هجری بعد ایام معدوده از وفات نواب صفدر جنگ، ناظم صوبهٔ اوده به بلدهٔ اوده که وطن اصلی جد او شیخ کمال الدین است رسید. بعد وروده در بلدهٔ اوده بوساطت سالار جنگ سه صد روپیه در ماه جهت مدد خرج او از سرکار وزیر الممالک نواب شجاع الدوله مرحوم مقرر شد. چوں وقت انتقال قریب رسید در بلدهٔ لکهنؤ آمده، بست و سوم ربیع الآخر سنهٔ یکهزار و یکصد و شصت و نه بجوار رحمت حق پیوست. اول جسد او را در لکهنؤ امانت گذاشته بعد چندگاه بقیهٔ جسم او را بشاه جهان آباد برده، دفن کردند. میر غلام علی آزاد بلگرامی تاریخ وفات شاں گفت.

خان والاشان سراج الدین علی — شمع رونق بخش بزم نکته گو
زد رقم آزاد سال رحلتش — رحمت کامل بروح آرزو

دیوان فارسی ایشاں و تذکرهٔ فارسی مسمی به مجمع النفائس شهرهٔ آفاق است. ایں چند شعر ریخته از نتائج طبع شریف اوست.

وعدے تھے سب دروغ جو اس لب سے ہم سنے — کیا لعل قیمتی دیکھو جھوٹا نکل گیا
میرے شیخ خرابات کی کیفیت نہ پوچھو تم — بہار حسن کو دی آب جب اس نے ترس کھینچا

ابو الفضل ناصر الدین محمد سلمه الله تعالی، خلف الصدق حضرت شاه محمد ناصر افضلی ابن حضرت شاه خوب الله الهٰ آبادی، قدس سرہما، اسم شریفش شهره اجمل محمدی است، اجمل تخلص مینماید. صاحب فضل و سروریست نامور گرامی، افصح الفصحاست ابلغ البلغا دال مفاخر عالیه، جامع صفات سنیه. جناب قدس الهی وی را در عنفوان جوانی بصفات ظاهری و باطنی بهره مند ساخته و جاه او در خور کمال کرامت کرد. پدر بزرگوارش در خرد سالی وی وفات یافته، او در صحبت سراسر برکت برادر خود، قطب العارفین، شاه غلام قطب الدین الهٰ آبادی نور الله مرقده، تربیت یافته. اکثر از کتب علوم درسی در خدمت مولانا محمد فصیح جونپوری اکتساب نموده، اما علوم باطنی از ریاضات و اشغال و عبادات جناب برادر بزرگوار استفاده نموده. بعد تشریف بردن برادر گرامی خود به بیت الله و انتقال نمودن آں در ارض مقدس بر مسند مشیخت نشست، و زینت بخش سجادهٔ نیاگان خود شد. سن شریفش از سی و دو سال تجاوز نکرده. چنانچه روزی یکی از دوستانش تفحص تاریخ تولدش میکرد، از طریق انبساط می فرمود "خورشیدم" چوں حساب کردند همیں سال تولدش بود. بعنایت الهی چنانچه در مراتب علوم ظاهری

وباطنی پایۂ بلند دارد، در شعر و شاعری نیز مرتبۂ ذی ارجمند است. دیوان فارسی مرتب دارد گاہگاہی خیال ریختہ ہم میکند۔ این چند اشعار ریختہ از نتائج طبع شریف اوبادبود قلمی کردہ۔

نہ پوچھو مجھ سے کہ تیرا کہاں بسیرا ہے   تمام رات ہے اور اس گلی کا پھیرا ہے

عشق پھر اپنے پر لیا تو نے   ہائے لے دل یہ کیا کیا تو نے

کیوں ہوتے نہیں ہو وا ہوا کیا   سچ کہیو ذرا بھلا ہوا کیا
خوش لگتے تھے ہنستے بولتے تم   اب رہتے ہو کیوں خفا ہوا کیا
کچھ خیر نظر نہیں ہے آتی   مائل کہیں دل ترا ہوا کیا
جس بات پہ ہم کہ ہنستے تھے تم   درپیش وہ ماجرا ہوا کیا
اجمل مرنے کو میرے سن کر   بولا وہ، سنا، بھلا ہوا کیا

کس بے دلی سے ہائے کٹی یہ تمام رات   ادھر سے تھا سوال ادھر سے جواب تھا

معلوم نہیں دل کو ستایا کس نے   اس آبلے کو ہائے دکھایا کس نے
چھوٹا تھا خیال عشق مدت سے مجھے   پھر فتنۂ خوابیدہ جگایا کس نے

ٹک واسطے خدا کے اے خواب مت مخل ہو   پایا ہے وصل کی شب ہم نے خدا خدا کر

میں دیکھ آنکھوں میں طوفان خوں ہوا حیراں   مگر کہ ٹوٹ گیا میرا آبلہ، دل کا
نہ نالہ نہ فغان وہ نہ آہ حسرت ناک   گیا کدھر نہیں معلوم قافلہ دل کا

آنسو تھمتے مرے نہیں تھمتے   کس طرح کی جھڑی لگی اللہ

کیا کیجیے اپنا حال کس سے کہیے   کوئی نہیں داد رس کہ جس سے کہیے
کر قطع امید اب سبھوں سے اجمل   کہلاتے ہیں جس کی کہ اس سے کہیے

جا کر اس در پہ جبہ سائی کیجیے   اور خوب ہی اس سے آشنائی کیجیے
کیا بات اگر وہ اپنی باتوں پہ لگے   اجمل واللہ پھر خدائی کیجیے

پھرنا موہوم پہ بہ ہر سو کب تک   بیہودہ تلاش اور تکاپو کب تک
آنے کا نہیں ہاتھ وہ زنہار اجمل   جوں فاختہ بے فائدہ کوکو کب تک

۳۰/۵ پیر میاں، اضطراب خلف شاہ قبول عالم الہ آبادی از تلمیذان حضرت بیتاب نوجوانی بود خوش خلق و ظریف طبع، عاشق

مزاج۔ از جودت طبیعت خود را دراندک زمانہ در شعر و شاعری بمرتبۂ اعلیٰ رسید و استادان این فن را در حیرت و اضطراب انداخت کتب درسی بخدمت حضرت بیتاب تحصیل نمودہ در ایام تحصیل ہوای عشق در دماغش جا گرفت واز تحصیل باز داشت شعر ریختہ بسیار بدیہہ برجستہ پر مضمون میگفت۔ افسوس چرخ کجرو نگذاشت کہ نشو و نما یابد در عین شباب گل وجودش بسموم اجل افسردہ گشت و اشعار او بر صفحۂ روزگار بطریق یادگار بماند این چند اشعار از آن نوشتہ شدہ۔

جو تو یونہی آنکھیں دکھاتا رہے گا — تو حسرت بھرا جان جاتا رہے گا
مرے جی کا دشمن قیامت ہے یہ دل — موئے پر بھی مجھ کو دکھاتا رہے گا
محبت کیا تھا میں اے جان تجھ سے — مرے دل سے دل کو ملاتا رہے گا
جو یہ جانتا میں تو کاہیکو ملتا — کہ یوں ہی مرا لے کے جاتا رہے گا

عشق میں جو رکھے قدم خون جگر سے دمبدم — چشم رہے ہمیشہ نم آہ و فغاں کیا کرے
جب وہ رشک ماہتاب آیا نظر پر اضطراب — دل کو نہیں ہے کچھ بھی تاب دیکھیے کیا خدا کرے

نزع کی حالت میں یوں کل کہتا تھا بیمار عشق — جان آخر کو گیا یہ ہے عزیزاں کار عشق
دل کا گر سودا نہ کرتے ہم پری رویاں کے ساتھ — تو قیامت تک نہ ہوتا گرم یہ بازار عشق
یار کے کوچے میں مجھ کو دیکھ کرتے اضطراب — یوں کہا اک شخص نے کیا ہے تجھے آزار عشق
یہ جواب اس کو دیا میں ہو کے نالاں درد سے — پوچھتا کیا ہے اے ناداں دیکھ لے آثار عشق
چشم تر اور خشک لب اور رنگ زرد اور اشک سرخ — یہ تو ظاہر ہے مرے چہرے سیتی اطوار عشق

تمہارے لطف سے سب اے صنم ہوئے محظوظ — پہ تنک کبھی نہ ذرا ایک ہم ہوئے محظوظ
نہ دن کو کل ہے نہ شب چین، عشق میں تیرے — یہ جیسا ہم نے کیا ویسے ہم ہوئے محظوظ
جب اضطراب، کیا قتل، یار نے مجھ کو — یہ دیکھ کر کے رقیباں ستم ہوئے محظوظ
میں بسکہ زندگی اپنی سے تنگ آیا تھا — ہزار شکر ہوا در عدم ہوئے محظوظ

۴۶۔ شیخ نجم الدین عرف مبارک، آبرو تخلص مہر سپہر سخندانیست، نجم برج شیریں زبانی، وجود ذی مبارک وی محافل سخن را آبرو بود، و اشعار دلپذیرش عاشقانہ و سرمایۂ گفتگو۔ متوطن از گوالیار از فرزندان حضرت غوث گوالیری است۔ در ابتدای جوانی در دار السلطنت شاہ جہان آباد مشق سخن بخدمت سراج الدین خان آرزو کردہ در میدان سخنوری کوس یکتائی نواختہ این چند از اشعار است۔

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ رسمسا ہوا — جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

وباطنی پایۂ بلند دارد، در شعر و شاعری نیز مرتبۂ دیگر ارجمند است. دیوان فارسی مرتب دارد و گاہگاہ خیال ریختہ ہم میکند۔ ایں چند اشعار ریختہ از نتائج طبع شریف ادیاد بود قلمی کردہ۔

نہ پوچھ مجھ سے کہ تیرا کہاں بسیرا ہے
تمام رات ہے اور اس گلی کا پھیرا ہے

عشق پھیر اپنے پر لیا تو نے
ہاے لے دل یہ کیا کیا تو نے

کیوں ہوتے نہیں ہو وا ہوا کیا
سچ کہیو ذرا بھلا ہوا کیا

خوش لگتے تھے ہنستے بولتے تم
اب رہتے ہو کیوں خفا ہوا کیا

کچھ خیر نظر نہیں ہے آتی
مائل کہیں دل ترا ہوا کیا

جس بات پہ ہم کو ہنستے تھے تم
درپیش وہ ماجرا ہوا کیا

اجمل مرنے کو میرے سن کر
بولا وہ سنا بھلا ہوا کیا

کس بے دلی سے ہاے کٹی یہ تمام رات
ایدھر سے تھا سوال ادھر سے جواب تھا

معلوم نہیں دل کو ستایا کن نے
اس آبلے کو ہاے دکھایا کن نے

چھوٹا تھا خیال عشق مدت سے مجھے
پھر فتنۂ خوابیدہ جگایا کن نے

ٹک واسطے خدا کے اے خواب مت مخل ہو
پایا ہے وصل کی شب ہم نے خدا خدا کر

میں دیکھ آنکھوں میں طوفان خوں ہوا حیراں
مگر کہ ٹوٹ گیا میرا آبلہ دل کا

نہ نالہ ونہ فغاں ونہ آہ حسرت ناک
گیا کدھر نہیں معلوم قافلہ دل کا

آنسو تھمتے مرے نہیں تھمتے
کس طرح کی جھڑی لگی اللہ

کیا کیجے اپنا حال کس سے کہیے
کوئی نہیں دادرس کہ جس سے کہیے

کر قطع امید اب سبھوں سے اجمل
کہلاتے ہیں جو کسی کہ اس سے کہیے

جا کر اس در پہ جبہہ سائی کیجے
اور خوب ہی اس سے آشنائی کیجے

کیا بات اگر وہ اپنی باتوں پہ لگے
اجمل واللہ پھر خدائی کیجے

پھرنا موہوم پہ بہ ہر سو کب تک
بیہودہ تلاش او تکاپو کب تک

آنے کا نہیں ہاتھ وہ زنہار اجمل
جوں فاختہ بے فائدہ کوکو کب تک

۲۰/۵. پیر میاں، اضطراب خلف شاہ قتیل عالم الٰہ آبادی از تلمیذان حضرت بیتاب نیجوانی بود خوش خصلت ظریف طبع، عاشق

مزاج۔ از جودت طبیعت خود را درماندک زمانہ در شعر و شاعری بمرتبۂ اعلیٰ رسیند و استادان ایں فن را در حیرت و اضطراب انداختہ کتب درسی بخدمت حضرت بیتاب تحصیل نمودہ در ایام تحصیل ہوائے عشق در دماغش جا گرفت واز تحصیل باز داشت شعر ریختہ بسیار بدیہہ برجستہ پر مضمون میگفت افسوس چرخ کج رو نگذاشت کہ نشو و نما یابد در عین شباب گل بود شن نسیم اجل افسردہ گشت و اشعار در صفحۂ روزگار بطریق یادگار بماند۔ ایں چند اشعار از آں نوشتہ شدہ۔

جو تو یونہی آنکھیں دکھلائے گا تو حسرت بھرا جان جاتا رہے گا
مرے جی کا دشمن قیامت ہے یہ دل موئے پر بھی مجھ کو دکھاتا رہے گا
محبت کیا تھا میں یہ جان تجھ سے مرے دل سے دل کو ملاتا رہے گا
جو یہ جانتا میں تو کاہے کو ملتا کہ یوں ہی مرا لے کے جاتا رہے گا

عشق میں جو رکھے قدم خون جگر سے دمبدم چشم رہے ہمیشہ نم آہ و فغاں کیا کرے
جب وہ رشک ماہتاب آیا نظر پر اضطراب دل کو نہیں ہے کچھ بھی تاب دیکھیے کیا خدا کرے

نزع کی حالت میں یوں کل کہتا تھا بیمار عشق جان آخر کھو گیا یہ بے عزیزاں کار عشق
دل کا گر سودا نہ کرتے ہم پری رویاں کے ساتھ تو قیامت تک نہ ہوتا گرم یہ بازار عشق
یار کے کوچے میں مجھ کو دیکھ کرتے اضطراب یوں کہا اک شخص نے کیا ہے تجھے آزار عشق
یہ جواب اس کو دیا میں ہو کے نالاں درد سے پوچھتا کیا ہے اے ناداں دیکھ لے آثار عشق
چشم تر اور خشک لب اور رنگ زرد اور اشک سرخ یہ تو ظاہر ہے میرے چہرے سے ہی اطوار عشق

تمہارے لطف سے سب اے صنم ہوئے محظوظ پہ تک کبھی نہ ذرا ایک ہم ہوئے محظوظ
نہ دن کو کل ہے نہ شب چین، عشق میں تیرے یہ جیسا ہم نے کیا ویسے ہم ہوئے محظوظ
جب اضطراب، کیا قتل، یار نے مجھ کو یہ دیکھ کر کے رقیباں ستم ہوئے محظوظ
میں بسکہ زندگی اپنی سے تنگ آیا تھا ہزار شکر ہوا دور غم ہوئے محظوظ

۴۴۔ شیخ نجم الدین عرف مبارک، آبرو تخلص مہر سپہر سخندانیست، نجم برج شیریں زبانی وجود ذی مبارک ذی محافل سخن را آبرو بود، واشعار دلپذیرش عاشقانہ سرمایۂ گفتگو۔ متوطن از گوالیار از فرزندان حضرت غوث گوالیری است۔ در ابتدائے جوانی در دار السلطنت شاہجہان آباد مشق سخن بخدمت سراج الدین خاں آرزو کردہ در میدان سخنوری کوس یکتائی نواختہ۔ ایں چند از اشعار است۔

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ رسمسا ہوا جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

اندازت زیادہ پست ناز خوش نہیں — جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ہوا
آبرو کے قتل کو کس کر کمر حاضر ہوئے — خون کرنے کو چلے عاشق پہ ہمت باندھ کر
تمہارے لوگ کہتے ہیں کمر ہے — کہاں ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے
سر سے لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں — یاں تک تو فن عشق میں کامل ہوا ہوں میں
دیکھیو تو جان تم کو سنا تا ہوں کب سیتی — بولو خدا کے واسطے تک لعل لب سیتی
پانی میں ڈوب آگ میں جل کر مرو پر ایک — عاشق نہ ہوں پکار کے کہتا ہوں سب سیتی

۴۷ خواجہ صاحب میر، الم خلف الصدق حضرت میر درد صاحب سلمہ اللہ تعالی، صاحب طبیعت عالیہ جامع صفات سنیہ متوطن شاہجہان آباد است. اخلاق پسندیدہ و اوصاف حمیدہ دارد، از جودت طبع خود علم استادی بر پا ساختہ و سابقان میدان سخنوری را در الم انداختہ. طبع ظریف و مزاج لطیف دارد. خاکساری و انکسار را شعار خود ساختہ. اکثر مستفیدان این فن برای استفادہ بخدمت ذی حاضر می شوند. دہلی را جہت سیر دیار شرقی گذاشتہ چندے در عظیم آباد بود، از مولف درہاں دیار ملاقی جسمانی رو دادہ، بار بار در فقیر خانہ تشریف مے آورد. این چند اشعار از زبان ایشان بسمع رسیدہ بود، بر صفحۂ قرطاس تسطیر نمودہ۔

حد ہو چکی ہے اب تو خا طر سے چلا کہاں تک — ہم نے ہوس کو مارا مقدور تھا جہاں تک
بالفرض ایک دو دن لیت و لعل میں کاٹے — انصاف کیجے آخر گزرے گی یوں کہاں تک
میں کہاں تو کہاں یہ کہتے ہیں — کہ یہ آپس میں دونوں رہتے ہیں
ایک بوسہ تو مجھ کو دو صاحب — سنتے ہی منہ پھرا لیا صاحب
خبر لے ٹک اپنی بہت لگ چلا ہے — الم کیا ہوا کیوں دوانا ہوا ہے
میں پھر دل کیوں نہ بیقرار ہوا — تجھ سے بد قول سے قرار ہوا
چل الم مجھ کو مت ستائے یوں — لگ چلا بہت یار تھا رہوا
کہاں تک کروں درگزر چشکیوں کو — مری ران سن ہو گئی چل رے کیا ہے
نہ دل کو قرار بے قراری کے سبب — نہ چشم کو خواب اشکباری کے سبب
واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤں سے کبھو — یہ کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

۴۸ قزلباش خاں، امید۔ میر غلام علی، آزاد در تذکرۂ سرو آزاد آوردہ کہ اصلش از ہمدان است و نام اصلی او میرزا محمد رضا. در عنفوان جوانی از ہمدان بہ اصفہان آمد بخدمت میرزا طاہر وحید اکتساب فوائد نمودہ، در عہد عالمگیر بادشاہ، نور اللہ مرقدہ بہ ہندوستان رسید۔

بعطای منصب امتیاز پذیرفت و در عہد بہادر شاہ بخطاب قزلباش خان سرفراز گردیده، در زمان محمد معزالدین بادشاه بتقریبی چند
در برہانپور آمده مدتہا با ناظمان آن دیار بخوبی بسر کرده۔ در ایام حکومت نواب آصف جاه رخصت زیارت حرمین شریفین گرفت و بعد تحصیل زیارت
مراجعت نموده، آصف جاه نیز تو زود الطاف ساخت چون نواب آصف جاه در سنه یکہزار و یکصد و پنجاه ہجری حضور طلب شد قزلباش خان
در رکاب نواب بشاہجہان آباد رفت و از آن وقت در دار الخلافت بار اقامت گشاده در سنه پنجاه و نه ہجری جہان فانی را پدرود نمود۔

خان سخن گستر سحر آفرین — رفت سفر بست ازین خاکدان
سال وفاتش دل نالان من — یافته جان داده قزلباش خان

ازو منقول است که روزی پیش ذوالفقار خان وزیر که از دست روزگار کرده گفت دنیا را با امید خورده اند گفتم پس چرا
شراب صاحب بے من می خورند خان موصوف خیلے خوش خلق و رنگین صحبت و یار باش بود و بجز قی ہندی باوصف ولایت را بودن خوب میدانست
ومیگفت اینست محصل کلام میر آزاد مؤلف گوید که دیوان فارسی او مرتب بنظر آمده، شاعر زبردست و معنی یاب است باوجود بیگانگت در زبان
ہندی درین زبان نیز گاہگاه طبع آزمائی میکرد این دو بیت ازو مشہور است۔

در و دیوار پہ اب حسرت ہے — یارو گھر میں عجب صحبت ہے
تیری انکھیوں کو دیکھ ڈرتا ہوں — الحفیظ الحفیظ کرتا ہوں

۹/۱۲ میر زین العابدین آشنا، آشنای سخن بود و بجودش راز بان آوران زیب و زین این فن می دانستند بحسن سیرت و سلامت روی
مشہور آفاق بود و بخوش گفتاری و دوستی این کا معروف۔

گر مجھے دیوانے کو تم آزاد کرو گے — ویرانے میاں کتنے ہی آباد کرو گے

این چند بیت نیز بنام آشنا در سفینهٔ آشنای بنظر آمده. شاید ہمین آشنا است یا آشنای دیگر که از احوال وی شناسائی ندارم۔

جو کوئی چشم تر نہیں رکھتا — درد دل سے خبر نہیں رکھتا
کس طرح دل میں جا کروں اسکے — نالہ میرا اثر نہیں رکھتا
کبھی تو مہرباں ہو ہم پر اے بت — کہ آخر ہم بھی ہیں بندے خدا کے
آشنا کیا نے گی آسیہ کار — تجھ سے خانہ خراب کی صورت
آشنا وہ نہ ہوئیگا میرا — یاد رکھیو تو عاشقوں کی بات

۱۰ میر محمد کاظم آواره برادر حقیقی میر زین العابدین آشنا است جودت طبیعت بسیار داشت و اشعار ریختہ اکثر می گفت و
مضامین آواره و پریشان را بخوبی در سلک نظم زینت میداد۔

اے عندلیب جاکے چمن میں کرے گا کیا باد خزاں سے سب گل گلزار جھڑ گئے

۴۴ شاہ غلام یحییٰ، انصاف تخلص، از مریدان حضرت قدوۃ الابرار شاہ خوب اللہ الٰہ آبادی قدس سرہ مردے بود قلندر مشرب متوکل وضع، اوقات عزیز خود را در توکل عبادت بسر بردہ از کمال خلق و انکسار خلقے را در دام ارادت خود آوردہ مزاج وے مائل بمزاح بود تا آنکہ بظرافت طبیعت و لطیبت طینت مشہور شدہ، بارہا گفت کہ شاعران اگر انصاف را از دست ندہند یقین دانند کہ کسے احیای اموات مضامین کردہ۔ غزل فارسی و ریختہ بسیار برجستہ و بدیہہ بسلک نظم کرآوردہ اشعار ہندی بطرز جدید کہ آنرا "عشق پیچہ" نام نہادہ بود بسیار بخوبی گفت کہ مقبول طبائع ظرفا و مشتاق می افتاد سخنہائی ظرافت آمیز وی اکثر بر السنۂ ظریفان مذکور است و اشعار ہندی و فارسی و عشق پیچہ زد مشہور۔ گویند روزے برائے زیارت مزار پُرنور مبارک حضرت سید اولیاء علیہ السلام کہ در جونپور است و آنرا در حوض نصب کردہ اند رفت وقتیکہ بشرف زیارت مشرف شد بدیہہ دست برداشتہ ایں شعر فارسی گفت

چہ دیر است ای شفیع روز محشر کہ ایں دست تو وایں حوض کوثر

لطیفہ: در ابتدای عمل انگریز بعضے ملازمان ایشاں در باغیچہ وے آمدہ از راہ تعدی درختای چند بریدند۔ چوں ازیں خبر مطلع شد چند شعر بدیہہ گفت ازاں جملہ است۔

جا کہیو عیسیٰ سے کیا تم مر گئے اپنے گدھے باندھو کہیں چر گئے

در سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و ہفت درگذشت ایں چند اشعار از وست۔

واقف تھے ہم کہ عشق کے پیشے میں جس نہیں پر کیا کریں کہ دیدہ دل اپنے بس نہیں

ملک الموت ہم سے کیا پاوے جان میرا تو مت پیدہ ہے

لکھا ہے دام کی تنخواہ قسمت بیچ بلبل کی دیا سلطان گل نے جیب اسے منصب ہزاری کا

دیکھا ہوں شاخ گل پر بلبل کا آشیانہ سب عاشقوں کو دیوے حق ایسا ہی ٹھکانا

برما کیا ہے دل کو تیری نگہ نے ظالم شاباش ہے بے گہر دا اچھا لگا نشانہ

میٹھے سے ایک پیالے ہوتے ہو تلخ اتنا دے کڑوی گالیوں کا ہم نے برا نہ مانا

از عشق پیچہ او مبہت تفنن طبع نوشتہ می شود۔

کاجی جی تم گردن مارو میں کیا دین چھپاؤں گا شیعہ سنی ملا جانے حق ہے سو فرماؤں گا

پوچھے جو نکیر اور منکر ان کا نام بتاؤں گا محشر کے دن خاک سے اٹھ کر علی علی گرماؤں گا

پکڑی گول اٹھنگا دامن حضرت میاں کہلاتے ہیں جو مرید فتوح لے آویں چھاتی تر ت لگاتے ہیں

خیر عافیت لڑکے سب منہ کے میٹھے بول سناتے ہیں ‌ ‌ چکنی چکنی باتیں کر کے چکنے نقشے کھاتے ہیں

۱۲/۴ شاہ ولی اللہ اشتیاق از اولاد امجاد مجدد الف ثانی بمصداق اسم خود ولی اللہ درویش خداشناس با خلق و با حیا بود و بوجود مسند و منشادی خاک دہلی پیوستہ اشتیاق ایہام در سر داشت، و اکثر معانی موہوم را منظور می ساخت کلامش چاشنی طبع مشتاقانست۔

دوبالا ہوگی مخموری عبث آنکھوں کو ملتا ہے ‌ ‌ پیالہ اور بھی پی لے تب یہ دور چلتا ہے۔

۱۳/۴ میر جیون، افکار امیش شاہجہان آباد است، چون در ولائے اجداد خود کہ از رو دیناری اسلام واجب و لازمست پیوستہ بغیر از دل اقفہ بود۔ اکثر فکر میکرد۔ آخر صفا و محبت دیدہ ارادتش بجانب مطلوب کشید تا بزیارت مشہد مقدس مشرف شد و بشرف قرآن خوانی بر مزار امام علیہ السلام معزز و مباہی گردید۔ یک مطلع منقبت از و مشہور است، الحق مضمون تازہ و خوب یافتہ۔

علی کا بیاہ ایسا جگمگاتا تھا ‌ ‌ شب معراج جس کا رتجگا تھا

۱۴/۴۴ محمد میر اثر تخلص برادر خورد حضرت میر درد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ انسانیست کامل و جوانیست عالم و فاضل، آثار سیادت از چہرہ اش ہویدا و انوار شرافت از بشرہ و ذرہ وش پیدا کلامش اثر قبولیت دارد کہ در ہر دل تاثیر می کند بخشش و فراست کہ ہوش از سر سامعان می برد۔ در صحبت سراپا برکت گرامی برادر خلوت نشین است و اقتباس فوائد مینماید۔

میرے تئیں تو کام نہ تھا کچھ بتوں سے آہ ‌ ‌ پر دل کے ساتھ مفت ہی بدنام ہو گیا

میاں میں کیا کہوں اب اس سے آگے کو اپنی ہاں ہاں ‌ ‌ ترے یہ طور اور مجھ کو کسی سے کام رہتا ہے

تجھ سوا کوئی جلوہ گر ہی نہیں ‌ ‌ پر ہمیں آہ کچھ خبر ہی نہیں

جو سزا دیجیے بجا مجھ کو ‌ ‌ تم سے کرنی نہ تھی وفا مجھ کو

ایسے کے خیر خواہ ہوئے ہم کہ جس کو آہ ‌ ‌ بدخواہ میں نہ فرق نہ کچھ خیر خواہ میں

دل سے جو چاہیے سو باندھیے بات ‌ ‌ میں تو واللہ کچھ کہا ہی نہیں

ہم نہیں بیدل دل اپنا پاس نہیں ‌ ‌ آہ اس کا بھی تم کو پاس نہیں

۱۵/۴ محمد یار خاں، امیر تخلص، ولد علی محمد خاں روہیلہ، امیر زادہ عالی خاندان یار باش شیریں زبان، گاہگاہے از جودت طبع یک دو بیت موزوں می کرد و مشورۂ اصلاح با محمد قائم داشت۔

اس منہ سے الا کچھ نہ نکلا ‌ ‌ جز نالہ و آہ کچھ نہ نکلا

۱۶/۲۶ خواجہ امین الدین، امین تخلص وطن اصلی وی خطۂ جنت نظیر کشمیر است لیکن نشو و نمای وی در دیار شرقی شدہ در بلدۂ عظیم آباد بسر می برد بہ امانت و دیانت مشہور و بہ دیانت و خوش خلق موصوف۔ در سلیقۂ زباندانی ممتاز است و در شیوۂ ادا بندی یکتا، صاحب دیوان فارسیست

وگاہگاہی در زبان ریختہ ہم تمام آزمائی می کند۔

خورشید ترا دیکھ کے منہ کانپ کے نکلا — مہ چادر مہتاب سے منہ ڈھانپ کے نکلا
نہ روک لے آستیں آنسو کو میرے — ترے یہ تحفے مت تھم تے گا
شاداب خط ہے اس کے لب آبدار پر — یہ تلب گرد چاہ کے خضر گیاہ سب
ایک کو ایک دیکھ نہیں سکتا — کیا زمانے کے ہوا نا انصاف
صاف اور درد کی کرانے کیا کام ہے — جو مجھے دیتا ہے ساقی پیے جاتا ہوں
سرو پر اپنے پھول مت قمری — ہم بھی اک نونہال رکھتے ہیں
حال اپنا مجھے جو ہے کہنا — خواہ تم پوچھو خواہ مت پوچھو
چشم گریاں کی دیکھنا خوبی — مجھ کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبی

۳۲ میر غلام علی ۔ اظہر تخلص بزرگوارش ہمراہ تیمور شاہ در ہند آمدہ توطن گزیدہ۔ تولد وی در شاہجہان آباد شدہ از زبس حالات ساکنان آن دیار رو بملک شرقی نہادہ از مدتی در عظیم آباد بسر می برد وطالبان این زبان را بہ پہلو میبازد در بلاغت و فصاحت مہارت کلی داشت و در فن عروض و قوافی حذاقت بے نہایت صیت سخنوری در اطراف عالم رسیدہ از شیرین بیانی او کام و دہان مستمعان بہرہ مند گردیدہ واز شاگردان میر شمس الدین فقیر بود و اشعار فارسی اکثر بطرز وی میفرمود۔ از تلامذہ میر فقیر شش وی پرتو ظہور گرفتہ بلکہ فی الحقیقت در این فن اظہر من الشمس گشتہ میل طبیعتش اکثر بسوی نظم فارسی بود احیاناً در زبان ریختہ ہم طبع آزمائی می کرد و در سنہ یکہزار ویکصد و نود و دو برحمت حق پیوست۔

کروں صبح کب تک شب تار کو — بھلایا مجھے کیا کہوں یار کو
کھلیں غنچہ وگل کے گوش و زباں — سنیں جب ترے لب گفتار کو
نہ ہوگا مگر میکدے میں گذر — کہ باندھے ہے پھر شیخ دستار کو
میں دیکھوں تجھے اور تو غیر کو — کوئی گل کو چاہے کوئی خار کو
وفا آشنائی مروت ہے یہ — چلے راہ میں چھوڑ بیمار کو
خراماں تجھے دیکھ کبک دری — گیا بھول یکبار رفتار کو
ہما کو نہ دینا مرا استخواں — یہ تحفہ ہے اظہر سگ یار کو
جب گھر سے وہ مست خواب نکلے — سو فتنے سے ہمرکاب نکلے

ساقی نے قدح جہاں دھر لئے — تا حشر وہاں شراب نکلے
دل ہجر سے آپ جل رہا ہے — آنکھوں میں کہاں سے آب نکلے
دل دشمن جاں بغل سے میری — جاوے کہیں اضطراب نکلے
جس رات میں یار کو کہ تو ہو — منہ دیکھ جو ماہتاب نکلے
اُلٹا ہے مجھے دیکھ شیخ بولا — میخانے سے یہ خراب نکلے

۱۸ میر برہان الدین، آگہ در علم تواریخ و شعر شناسی مشتاق، بیشتر نظم مرثیہ سید الشہدا علیہ السلام نہایت شائق بود بیاد نشتر...

نشتر نے یہ لشکر کیا فلک پر سر اٹھایا ہے — کہ بادل بھی سیہ مست ہجوم آیا ہے
مجھے ہم سایہ زلفوں کا کر وہ خورشید رو آیا — خدا نے غم کی راتوں میں خوشی کا دن دکھایا

۱۹ میرزا احسن علی احسن تخلص مظہر خوبی سخن و منظر جلوہ ... از شاگردان میرزا رفیع شاہدان معانی را بآسانی در جیب زیور الفاظ رنگین جلوہ بند ساز د۔

خاک میں ناکسی کی ملی آرزوے دل — جو غنچہ پا اٹھا ہے تو آوے ہے بوے دل
بزم میں اس کی جو ہوتی ہیں کسی کی باتیں — دل دھڑکتا ہے کہ میرا کہیں مذکور نہ ہو

۲۰ انشاء اللہ خاں، انشا تخلص خلف رئیس الحکماء میر ماشاء اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ، ماشاء اللہ جوانیست بسیار خوش خلق و خوش ظاہر از حلاوت شیرین زبانی آشنا و بلذت ... باندک معنی رسالہ انشاء کلام در مربوط طور ادای او بسیار خوب ... انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز ترقی روزافزون خواہد بود۔ اصل آبا و جد در خاک نجف اشرف است لیکن خورشید وجودش چوں مہر منیر از مشرق بنگالہ ظہور گرفت۔

منظور ہم کو ننگا لگانا ہی جب ہوا — کیا آپ کا اجارہ ہے اس میں کہیں بھی
بندہ اسے جب نظر پڑا ہے — بولا چل اٹھ کدھر پڑا ہے
نالہ ہی تجھے تو کھینچ لایا — رونے کا ابھی اثر پڑا ہے
ہوئے ہیں خاک سر راہ اس کی ہم انشا — بڑا غضب ہے جو یہ بھی فلک دیکھ سکے
دیکھ کر کھلکھلا مجھ کو اور دی دشنام بھی — جب میں جھنجھلایا تو بولا واہ تیرا نام بھی
کچھ بیتی ہی تنہا دشمن انشا نہیں — عشق و ہجر و تو جوانی گردش ایام بھی

۲۱ نور خاں، آگاہ تخلص ... از شاگردان واقف شاہ، در شیوہ قصہ خوانی و داستان سرائی بغایت آگاہ دوست۔

عبادت گاہ ہے محراب کعبہ ہر مسلماں کو — ہمارا سجدہ گہ محراب ہے اپنے گریباں کا

۲۲/۸ میر اعلیٰ علی، اعلیٰ تخلص ولد میر ولایت اللہ خاں، گاہ اعلیٰ علی نیز می آرد، صاحب ولایت سخن واقف رموز این فن، بمنقبت و مرثیہ نیز فکرش اعلیٰ است، گو وطن آبای او در سرزمین یونان است، لیکن تولد وی در ہندستان شدہ۔

چمکنا برق کا مینہ کا برسنا، کیا کرے دیکھیں　　یہ ہنسنے سے نہ چپ رہتا ہے رونے سے نہ ہم خالی
نہ جاوے دل سیتی اعلیٰ علی کے الفت ساقی　　نہ ہو اس کے سیتی یہ شیشۂ دل ایک دم خالی
توڑ بت زاہد نے کیوں مسجد یہ بتخانہ کیا　　بت تو اک صورت بھی تھی اب صاف ویرانہ کیا

۲۳/۹ میر شیر علی، افسوس ابن علی مظفر خاں برادر زادۂ غلام علی خاں جوانی است۔ زبانش در میدان سخنوری مثل شیر نہندہ و ناخن بیانش حاسداں را جگر درندہ، پدر و عم وی در بنگالہ کمال ثروت داشت افسوس کہ از چیرہ دستی فلک پلنگ فطرت بروباہ بازی او را در شاخ گوزن افلاس آویختہ و بناخن کینہ جوئی رشتۂ اقتدارش گسیختہ اکنون در بلدۂ لکھنؤ بسر می برد۔

جب تلک بے عشق یار و یہ دل ناکام تھا　　اپنے تئیں کیا چین تھے اور دل کو کیا آرام تھا

۲۴/۱۲ علی نقی خاں، انتظار ولد اکبر علی خاں منگباشی شاہجہان آبادی در وقت نواب صادق علی خاں از دہلی در مرشد آباد آمدہ از تیرہ شب انتظارش بپایاں رسیدہ و فراغت کلی یافتہ، ہنوز منتظر ترقیات بود کہ ناگہ در سنہ یکہزار دو صد و فساد دستہ بر نواب برق افتاد و خرمن جودش باد خانۂ آرزوی متوسلانش خاکستر ساخت۔ از آن زمان تا حال در مرشد آباد بسر می برد۔

جلوہ گر کفر کہیں چمکے ہے اسلام کہیں　　رخ نے کی صبح کہیں، زلف نے کی شام کہیں
جو داغ ہے پہلو میں سو فرمائش دل ہے　　پنہاں نہ کرے پنبہ کہ آرائش دل ہے
بھر نظر جب تری پلکوں کو میاں دیکھا ہے　　دل کو آویختۂ نوک سناں دیکھا ہے
وقف ہے خانۂ دل قصد اگر اس کا ہے　　کہو ناوک سے کہ آ بیٹھے یہ گھر اس کا ہے
جو ہیں بہار گل کی قفس تک خبر گئی　　سنتے ہی بلبل ایسی ہی تڑپی کہ مر گئی
بھونتا رہتا ہے داغ عشق شعلہ خو مجھے　　جوں کباب سیخ اس پہلو سے اس پہلو مجھے

۲۵/۶ احسن اللہ احسن در وقت فردوس آرامگاہ مرزا ایہام را بہ حسن اطوار ادا می کرد۔

کھول کر بند قبا کو ملک دل غارت کیا　　کیا مصار قلب، دلبر نے کھلے بندوں کیا
لام نستعلیق کا ہے اس بت خوشخط کی زلف　　ہم بھی کافر ہوں اگر بندے نہ ہوں اس لام کے

۲۶/۷ شیخ صابر علی، اظہر از شاگردان میرزا مظہر جوانی بود نیکبخت و سعادتمند، نیز اخلاق از ناصیۂ وی اظہر و چہرہ اش صفات پسندیدہ را مظہر، در عنفوان جوانی کہ عین ایام کامرانی بود در بلای ناگہانی مرض و ناتوانی گرفتار شد، شاکر و صابر جہان فانی را پدرود کردہ۔

یہ خوش آتی نہیں ناصح تری تقریر مجھے — اس کے ملنے کی بتا دے کوئی تدبیر مجھے

جی نکلتا ہے مرا دیکھے بن اس شوخ کے ہائے — اس کی لا دیوے بلا سے کوئی تصویر مجھے

خود بخود پڑتی ہے پاؤں میں مرے زنجیر اظہر — یاد آتی ہے جو وہ زلف گرہ گیر مجھے

دوانا سا ہوا پھرتا ہے کیوں ہر دشت و صحرا میں — کبھو کھاتے ہیں کیا اظہر کے تو نے استخواں پس کہ

فصل گل آئی کیا چاہیے تدبیر مجھے — چلے صحرا کو نہ کرے کوئی زنجیر مجھے

۲۷ خواجہ امام بخش، امامی تخلص، محب امام حسین علیہ السلام است۔ اکثر مرثیہ می گوید۔ و بلحن جان سوز میخواند در بنو لا در عظیم آباد بسر می برد و بنظم ریختہ محبت تمام دارد۔

اس حلق خشک کو کر آب تیغ سے تر — لتے تصدق سر میں جیا جیا نہ جیا

ہم نے اس عشق میں جب راہ بیاباں پکڑا — آبلے پاؤں پڑے کانٹوں نے داماں پکڑا

ہم نے چاہا تھا کر دامن تئیں کر ڈالیں چاک — کیا کریں یار نے آ دست و گریباں پکڑا

ہمارے دل کے ٹکڑے کر وہ ظالم پھر لگا کہنے — پڑا ہے کس کا یہ شیشہ یہاں ٹوٹا وہاں ٹوٹا

امامی ناخن تدبیر گھس گیا آخر — کھلی نہ تو بھی مرے بخت کی گرہ افسوس

۲۸ شیخ یزدان بخش، اختر تخلص، پسر شیخ جہانیارہ ساکن کرہ مانکپور جوانیست نیک اختر و خوش اختلاط و گرم جوش دیار باش جہان، ہوای سخن سرائی در سر دارد و مضامین تازہ تازہ میبندد۔ اکثر در عظیم آبادی باشد و مشق سخن از میرزا فدوی میکند۔

دی آبرو جہان میں ابر بہار کو — رحمت ہماری اس مژہ اشکبار کو

اختر مجھے نہ پوچھے تو پھر پوچھے کون آہ — میاں کہے فدا مرے اس دوستدار کو

۲۹ شیخ احمد وارث، آہ تخلص نواسہ شیخ اجمل چودھری سرکار زمانیہ متعلقہ سرکار غازی پور کہ بقوت جسمانی و زور آوری بزعم مردم آن ضلع وارث رستم د۔ آن و افراسیاب پہلوان بودہ جوانیست بسیار قابل و رنگین و در فن سخنوری کامل و ذہین تازہ گو و شگفتہ رو۔ در زبان دانی صاحب مذاق و در سخن گوئی بحدی مشتاق۔ شاعران آنجا او را باستادی یاد می کنند نکتہ سنج زبان فارسی و ہندیست در ہر دو میدان یکہ تازی میکند صاحب تصانیف کثیر است۔ دیوان فارسی و ہندی مرتب دارد و تذکرہ شعرای ہندی ریختہ نیز تالیف نمودہ۔ این چند اشعار از ہمان تذکرہ در چیدہ شد۔

میخانے میں مطا دلت جام کیجیے — پھر زندگی تلک بیتی آرام کیجیے

سیری نہیں ہے ایک دو گالی سے مجھکو یار — دشنام کچھ تو اور بھی انعام کیجیے

ہنوز دل میں وہ مژگان سیاہ پھرتی ہے — کھٹکتی ہوئی تری کافر نگاہ پھرتی ہے

جب مرا سرو رواں طرف گلستاں نکلا — دیکھنے کے لیے گل چاک گریباں نکلا

روز بی رنگ چمکتا ہے ترے حسن شباب — خط نہ نکلا ہے، مگر دستۂ ریحاں نکلا

جب ضعف سے تھی ہم نے رکھا گام زمیں پر — جوں نقش قدم رہ گئے ناکام زمیں پر

کہتا نہیں اسے جان، تو کہتا ہے وہ قاتل — جا جان تری کون ہے میاں دشمن جان میں

یاں تک ہے مری آہ کی تاثیر ہوا پر — لٹکے ہے پڑی شعلے کی شمشیر ہوا پر

ہے کون ماہ رو سر بام جلوہ گر — خم ہو رہی سلام کو گردن ہلال کی

ان ظالم انکھڑیوں نے چشمک کھلا کے ہائے — کافر ہمارے دل سے آرام لے گیا ہے

مالک عشق خبر لے کہ مرا یوسف دل — غرق چاہ زنخداں نہ ہوا تھا سو ہوا

پونچھتا ہوں چشم کا ہر دم بے کار آستیں — ساحل دریا ہے یارب یا کنار آستیں

نگہ کی تیغ ہوئی کس کی ہمنشین چمن — کہ خوں میں ڈوبی ہے یکدست آستین چمن

نہ میرے دل سے تو بھولے نہ مجھ کو یاد کرتا ہے — کوئی ظالم کسی پر اس طرح بیداد کرتا ہے

آرام و صبر و طاقت و ہوش و تواں چلے — اے وائے بیکسی کہ مرے ہمرہاں چلے

لہرائی زلف تیری صبا نے جدھر میاں — بے اختیار ہم بھی ادھر ہو کشاں چلے

ہم بھی جو حق ہے محبت کا، ادا کرتے ہیں — گالیاں سنتے ہیں اور تجھ کو دعا کرتے ہیں

مژگاں سے کیا دلوں میں راہیں — بل بے کافر، تری نگاہیں

خار آ کے جگر سے پار گزریں — اللہ اللہ دل کی راہیں

وہ پری جب بلائے گھر آئے — اپنے دل کی مراد بر آئے

۲۳ میرزا عبدالقادر بیدل پیر میکدۂ سخندانی و افلاطون خم نشین یونان معانی است، کرا قدرت کہ بطرز سخن تراشی او تواند رسید و کجا طاقت کہ احدے کمان کلاش را بزور سخنوری تواند کشید. قادر اندازان مضار سخن رو بروے او خود را ہدف تیر ملامت ساختہ و زور آوران میدان این فن را زور بازوئش بیدل و بے یار ساختہ. میر غلام علی آزاد در توصیفش گوید۔

رساند پایۂ معنی بہ آسمان ہنر — بلند طبع شناسد کلام بیدل را

اصلش از کرولاس است تولد ایشان در بلدۂ عظیم آباد رو دادہ در بلاد ہندستان نشو و نما یافتہ و در بنگالہ بیشتر بسر

بردہ۔ آغاز شباب نوکری پیشہ بود، بعد آں بگوشۂ قناعت نشست و ترک ملاقات اغنیا کردہ می گویند کہ چوں نواب آصف جاہ در سنۂ یکہزار و یکصد و سی و دو بر کشور دکھن متسلط شد نامہ طلب بمیرزا نوشت۔ میرزا در جواب وی این بیت بقلم آوردہ۔

دنیا اگر دہند نخیزم ز جای خویش — من بستہ ام حنای قناعت بپای خویش

سوم صفر سنۂ یکہزار و یکصد و سی و سہ بعالم قدس خرامید و در صحن خانۂ خود واقع شاہجہان آباد مدفون گردید۔ در تذکرۂ شعرای فارسی احوال وی مفصل مرقوم شدہ است۔ دو شعر ریختہ بنام او شنیدہ میشود۔ شاید بتقریب گفتہ باشد۔

مت پوچھ دل کی باتیں وہ دل کہاں ہے میں ہوں — اس تخم بے نشاں کا حاصل کہاں ہے میں ہوں

جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا — پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے، میں ہوں

۳۴ حضرت شاہ علیم، بیتاب تخلص، ابن شاہ موسیٰ، نوائۂ حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس اللہ سرہٗ۔ معدن علوم و مخزن فیوض است۔ اکثر کتب فارسی و فوائد باطنی از جناب خال خود مولانا محمد ناصر افضلی نور اللہ مرقدہٗ استفادہ فرمود۔ متفق علیہ خاص و عام است کہ زبانش اثری دارد، ہر کہ از وی رجوع آوردہ از علم ظاہری و فیوض باطنی فائدۂ کلی برداشتہ۔ طالبان علم برای اکتساب علوم از منازل در مدرسۂ وی می آیند و شاگردانش در شاعری دم استادی میزنند۔ حسن تقریر وی سخنوران را بیتاب می دارد و صفای تحریرش دانشمندان را در حیرت می اندازد۔ در فارسی حیرت تخلص می کند و در ہندی بیتاب۔ دیوان فارسی و ہندی وی مشہور است۔ این چند بیت از زادہای طبع شریف اوست۔

تدبیر کے اثر سے اب ہاتھ دھو چکا ہوں — تقدیر میں مری جو لکھا تھا سو ہو چکا

عاشق کو کامیاب جو ہونا نہ تھا نصیب — فرہاد سر پٹک چکا اور قیس رو چکا

مدت ہوئی کہ یار کو میری خبر نہیں — کیا میرے آہ و نالہ میں اب کچھ اثر نہیں

اے بلبلو میں ایسے قفس میں اسیر ہوں — روزن جہاں بجز مرے چاک جگر نہیں

آساں نہیں ہے گرم روی راہ عشق میں — اول قدم میں شمع کے مانند سر نہیں

چشم بد دور عجب خوش قد و قامت ہوگا — اب تو فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا

دل چھین لیا میرا بنارس کے بتوں نے — اس وقت میں تو اے مرے اللہ کہاں تھا

نگیں کی طرز ہمیں کیا ہی خوب بھاتی ہے — کہ ایک نام کی خاطر جگر چھداتی ہے

کچھ کہو دوستاں مجھے میں نے تو کچھ کہا نہیں — عشق گناہ ہو تو ہو، اور تو کچھ کیا نہیں

نہ پوچھ اے بندہ پرور مجھ کو یاں کس سے علاقہ ہے — میں وہ بندہ ہوں جس بندے کا صاحب تو ہی آقا ہے

نہ بگولا ہے نہ یہ گرد ہے ویرانے کی — خاک پھرتی ہے اڑتی کسی دیوانے کی

چھاتی کا سنگ ہو گیا آخر بتاں کا عشق — اتنا ہی کھودنا ہے مرے لوح مزار پر

جب سے نظر پڑی مری اس نوبہار پر — یکبار آفت آگئی صبر و قرار پر

نہ اپنے دردِ دل سے میں تجھے آگاہ کرتا ہوں — کروں کیا کچھ تو چل سکتا نہیں بے آہ کرتا ہوں

اگر خاموش رہتے ہیں تو کب آرام ہوتا ہے — دگر فریاد کرتے ہیں تو وہ بدنام ہوتا ہے

آہ لب تک پہنچ نہیں سکتی — غم نے یاں تک کیا ضعیف مجھے

دل تو تم لے ہی چکے تن کو جو پھر مانگو ہو — اتنے عاشق ہیں میاں جاؤ نہ کیا میں ہی ہوں

۳۲/۲۸ ٹیکچند بہار تخلص در چمن سخنوری بہار از بیان اوست و نہال معانی را سرسبزی از زبان اوست در تحقیق لغت فارسی چنداں مہارت داشت کہ در حیز تحریر نمی گنجد، کتابی مسمی بہار عجم تالیف نمودہ و در اکثر مواضع دخلہا بر سراج اللغت سراج الدین علی خاں آرزو و دیگر کتب لغت کردہ و رسائل در صنائع و بدائع وغیرہ علوم از نتائج طبع اوست گاہے بہ تفنن طبع شعر ریختہ ہم می گفت از آں جملہ است۔

آنا مردم کشی کا زد بیماروں نے کب پایا — غلط کہتے ہیں جو آنکھوں کے تئیں بیمار کہتے ہیں

جب سیتی اس سرو رعنا کا ہوا ہے جلوہ گاہ — سبز جوں شمشاد اگتی ہے مرے سینے سے آہ

کنعاں میں ماہ مصر نے کب سلطنت کیا — کم ہو کوئی عزیز ہوا ہو وطن کے بیچ

شمع جس تمکین سے جلتی ہے یہی منظور ہے — معتبر رکھتے نہیں عشاق پروانے کی طرح

کہتی ہے عندلیب گرفتار مجھ کو دیکھ — امید چھوٹنے کی نہیں اس بہار بیچ

۳۳/۱۸ دلاور خاں بیرنگ در شیوہ خوش کلامی یک رنگ و دلاور میدان جنگ بود در اوائل یک رنگ تخلص میکرد طبع سلیم و ذہن مستقیم داشت و بعنوان سپہگری زمانہ را بسر میبرد۔ آخرش بسبب دلاوری خود مراحل مرگ پیمود و رخت خود را بسرای خاموشی کشودہ او راست۔

خط مرا اس نگار نے نہ پڑھا — کیا لکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا

۳۴/۱۲ میر صلاح الدین، پاکباز پسر سید کمال نبیرہ سید محمد جمال۔ آثار صلاح و تقویٰ از ناصیہ او ہویدا و پاکبازی و سیادت از چہرہ اش پیدا۔ اشعار خود را بخدمت میاں یکرنگ میبرد۔ اوقات عزیز را بتقویٰ و صلاحیت بسر می کرد۔

جلوہ تمہارے حسن کا نت ہے پہ ہم کہاں — تم تو سجن ہمیشہ ہوا فسوس ہم نہیں

مجھے درد و الم رہتا ہے نت گھیرے میاں صاحب — خبر لیتے نہیں کیسے ہو تم میرے میاں صاحب

کہاں تک دل جلے اور کب تلک چشموں سے آب آوے — مزا اس زیست کا کچھ نہیں اجل یارب شتاب آوے

کہاں بیدار ہیں میرے نصیب اے پاکباز ایسے — کہ سر کو اس کے زانو پر رکھوں اور مجھ کو خواب آوے

جواب نہ مرے تو پھر انتظار میں مرے — خدا خزاں نہ دکھاوے بہار میں مرے

مؤلف ایں شعر بنام شخصے دیگر ایں قسم شنیدہ۔

فراق کیا ہے بلا وصل یار میں مرے — خدا خزاں نہ دکھاوے بہار میں مرے

شاید شاعر برای حسن شعر مصراعش تبدیل نمودہ باشد یا توارد رو دادہ واللہ اعلم۔

۲۵/۱۱ شرف الدین علی خان پیام در مضمون بندی شرف شاعران و در معنی یابی فخر سخنوران صاحب دیوان فارسی و ریختہ است۔ اصلش از اکبرآباد لیکن ہمہ عمر در دہلی بسر بردہ ہمانجا پیام اجل رسید از نتائج فکر اوست

دلی کے کج کلاہ لڑکوں نے — کام عشاق کا تمام کیا

کوئی عاشق نظر نہیں آتا — ٹوپی والوں نے قتل عام کیا

آج کوئی استادی کے قابل نہیں — حیف مجنوں مرشد کامل نہیں

کئی خطر ہیں عاشقی کی راہ میں — شیر کا یاں ڈر ہے او منزل نہیں

عشق کے دریا میں ڈوبتا جا پیام — دیکھ میں کہتا ہوں یاں ساحل نہیں

۲۶/۲ بسمل ندانم بسمل کیست و از کجا است از شعرای متقدمین معلوم میشود۔

ہائے اس دیوانے دل نے کام ہی ایسا کیا — آپ تو بدنام تھا اور مجھ کو بھی رسوا کیا

۲۷/۴ میر احسن اللہ بیان تخلص، بیان سخن با حسن وجوہ میکرد و بحسن صورت و خوبی سیرت اشتہار داشت وطن اصلی وی اکبرآباد است اشعار خود را بخدمت میرزا مظہر می گزرانید، چنانچہ بشاگردیش افتخار می کند وی گوید۔

کیا کیجیے بیاں اس کے وجود اور قدم کا — طاقت نہ زباں کی ہے نہ مقدور قلم کا

بندے سے ثنا حضرت استاد کی کیا ہو — مظہر ہے خداوند کی اس شان اتم کا

ایں چند اشعار از وست۔

کیدھر ہے کہاں ہے خوش دلی تو — ہم سے بھی کبھو تو آشنا تھی

تیغ چڑھ اس کی سان پر آئی — دیکھیں کس کس کی جان پر آئی

کیا زلف میں اس شوخ کے تھی دیکھی صبح — یا شام سے ہوتی ہے کسی شب کی صبح

میں زلف کو ٹک ہاتھ لگایا کہ وہیں — ہمسایہ پکارا کہ ہوئی کب کی صبح

رسوا ابھی سے کرتے ہوئے چشم تر مجھے — آنا ہے اس کی بزم میں بار دگر مجھے

اب ہجر میں کہتا ہے کہ تھا وصل میں آرام — نالاں ہی بیاں میں نے تو دیکھا تمہیں جب بھی

عرش تک جاتی تھی یا اب تک بھی آ سکتی نہیں — رحم آتا ہے میاں اب مجھ کو تیری آہ پر

کہنا تو صاف منہ پر مروت سے دور ہے — آوے گا ایک روز میری جان کام خط

مشہد پروانہ کیوں روشن نہ ہووے دہر میں — جس کی بالیں پر تمامی شب کھڑی روتی ہے شمع

قاصد تجھے حق رسائی اس تک جو دے — یہ کہ کے غبار اس کے دل سے کھو دے

ایسا ہی برا حال بیاں کا دیکھا — ظالم جو کبھی دیکھے تو تو بھی رو دے

۳۸ شیخ عبدالوہاب یکتا وطن اصلی وی دولت آباد دکن است و در شاعری کامل این فن مشق سخن در خدمت ولی دکن نمودہ قادروہاب او را در اندک زمانہ دولت سخن مواہبت کردہ، دلیعہد کاملان سخنوری گردانیدہ۔

عشق میں کیا تاب ہیگی اس دل بیتاب کو — برقرار آتش او پر دیکھا اسی سیماب کو

برسے ہے ابر رحمت ساقی کدھر ہے مینا — ہنگام بادہ خواری جواب نہیں تو پھر کب

جاتا ہے وہ کہ جس سے تھا لطف زندگانی — آتی اجل ہماری جواب نہیں تو پھر کب

۳۹ بیچارہ احوال این بیچارہ بسمع نرسید، لاچارہ ہمیں قدر اکتفا نمودہ شد از کلامش معلوم میشود کہ دکنی نژاد است، از آن بیچارہ است۔

پی سے جدا ہونا نہ تھا چاہا خدا کا یوں ہوا — جز صبر کچھ چارہ نہیں بیچارہ جو رہنا پڑا

۴۰ میرزا ئے بنیاد نوجوانی بود شوخ طبع دیباک بحالت افلاس گرفتار در ایام خردسالی مؤلف ہمراہ لشکر وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر مرحوم وارد الہ آباد شدہ با گرامی برادر دام ظلہ العالی ربطی بہم رسانیدہ اکثر جہت ملاقات می آمد و اشعار طبع زاد خود می خواند۔ جنگنامہ احمد شاہ درانی با فوج مرہٹہ در زبان ریختہ بطور گفتہ بود کہ باستماع آن ہوش از سر سخنوران میرفت۔ آخر بہ تلاش روزگار بسمت دکن رفت۔ بعد از آن احوالش معلوم نیست کہ چہ شد۔ وقت تحریر این تذکرہ شعر از اشعار ریختہ او بخاطر نبود۔ این چند ابیات از مخمس او کہ در تعریف ایام ہولی و بہار رنگ آمیزی آن گفتہ بود بقید قلم آوردہ شد۔

اب سب سہیلیاں تو لگیں گانے ہولیاں — لانے لگیں گلال کو بھر بھر کے جھولیاں

منہ پر ابیر مل کے سبھی بولی بولیاں — ہولی کے کھیلنے سے مسکتی ہیں چولیاں

آ دیکھ لے بہار کہ کیا ہی مچا ہے رنگ

کوٹھے پہ آج ماہ جو بیٹھا ہے بے حجاب　　کہتے ہیں لوگ رات کو نکلا ہے آفتاب

سب عیش ساتھ ساز ہے ہم شیشہ شراب　　اور قہقہوں کی مار ہے پیارا ہے بے حجاب

لڑکوں کا آج چاروں طرف ہی ہجوم ہے　　گاتے بجاتے پھرتے ہیں گلیوں میں دھوم ہے

یہ غلغلہ نہیں ہے گویا شور روم ہے　　ہولی کو کھیلنے کا جہاں میں ہجوم ہے

بنیاد تیرا یار جو بیٹھا ہے ہمکنار　　اور اس کی دونوں آنکھوں میں آیا نشہ کا تار

باغ جہاں میں یار نہ ہوگی ایسی بہار　　دن میں ہزار بار تو کر شکر کردگار

بنیاد تو چھپاوے ہے لیکن یہ عشق ہے　　مانند بوئے مشک چھپایا نہ جائے گا

؎ محمد اسمٰعیل بیتاب درویش بود شاگرد میاں یکرنگ بسیار مزاج مربوط و طبع مضبوط داشت. در شاہجہان آباد روزی بخانہ جعفر علی خاں معرفت کہ از پشت اسپ بر افتاد و دستش شکست بیماری دو سہ ماہ کشید آخر بہمون بیماری دنیا بی رحلت نمود.

تڑپ کر مر گئی بلبل قفس میں　　پڑی تھی ہائے کس ظالم کے بس میں

؎ بینوا، در وقت محمد شاہ بادشاہ شخصے بود چون تخلص خود بینوا ظریف طبع و خوش ادا.

بینوا ہوں زکوٰۃ حسن کی دے　　او میاں مالدار کی صورت

؎ سیوک از بیتاب گویند بسیار کشیدہ مزاج و کم گو دیر آشنا و خلوت جو بود. تاب اختلاط و گرم جوشی نداشت و آتش سخن گرم او را بیتاب می ساخت.

نہ رہے باغ جہاں میں کبھی آرام سے ہم　　پھنس گئے قید قفس میں جو چھٹے دام سے ہم

؎ میر جبار علی بسمل تخلص ساکن سرکار چنار گڑھ مضافات صوبہ الٰہ آباد مرد لیست جامع فضائل و بہرہ خوبیہا کامل. آبداری سخن ہائے شوق آمیز وی دلہای عاشقاں را بسمل میسازد و حلاوت کلام ملاحت آمیز وی آتش عشق در دل سامعاں می اندازد.

جی دھڑکتا ہے جلے دامن نہ میرے ماہ کا　　آسماں تک ہے اٹھا شعلہ ہماری آہ کا

رہتا ہے داغ دل ہی سے روشن تمام شب　　محتاج نہ یہ کلبۂ احزاں چراغ کا

نہ پوچھ مجھ سے مرے دل پہ عشق کیا لایا　　جو کچھ کہ لایا سو لایا غرض بلا لایا

جب مئے عشق نے ظہور کیا　　شیشۂ دل کو چور چور کیا

دلدار ترا ہوا دل آزار　　دل آہ تو چارۂ دگر کر

تو ہو مجھ پاس یہ نصیب کہاں　　تو کہاں اور یہ غریب کہاں

اگر تو ہی نہ ہووے جان مجھ پاس مجھے پھر زندگی سے کام کیا ہے

۲۵ بیدار این بیت آبدار از وست ماسوای آن از ہیچ احوال و اشعار وی طبع بیدار تفحص اخبار خبردار نکرده

صفا الماس و گوہر سے فزوں ہے تیرے دنداں کو کیا تجھ لب نے ہمرنگ خجالت لعل و مرجاں کو

۲۶ مفتی محمد برکت اللہ خلف مفتی قدرت اللہ جوانیست خوش گو و نیکخو و در علم تحصیلی مہارت وافی دارد و در رسالہ خوشنویسی دست کافی. در خدمت مولوی جمال الدین عظیم آبادی، شاگرد مولانا برکت الہ آبادی، قدس اللہ سرہ که در بلدۂ عظیم آباد ذات وی در قناعت و توکل از مغتنمات است تحصیل کتب درسی نموده، چون پدرش از عارضۂ پیری گوشه نشینی برگزیده، کار افتا بوی رسیده. مدتی زمانه را بفراغبالی و خوشحالی بسر برده، آخر در سنه یکهزار و یکصد و نود و سه برای استفسار مقدمۂ ورثۂ شہباز بیگ نامی که صاحبان کوسل (کونسل) آن بلده در آن باب استصواب داشتند با اہل شرع انفصال نموده بودند همراه دیگر افتا پناہان حضور طلب صاحبان کوسل (کونسل) کلکته شد تا حالت تحریر در قید آب و دانۂ آن بلده پایند است. از میر شورش شنیده ام که این ہر دو بیت از وست.

ہے تیرے سوا کون مرا پوچھنے والا ہاں تجھ کو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ

ساقی ہو اور شراب ہو اور ہو گیاہ سبز اور تو ہو پھر تو کیوں نہ ہو بخت سیاہ سبز

چون قصۂ ورثۂ شہباز بیگ محل عبرت اہل روزگار است و این جا بہ تقریب ذکری از آن بزبان خامه گذشت اکنون شرح آن ناگزیر افتاد. شہباز بیگ تورانی بود کابلی نژاد مدتی در رسالۂ ترک سواران انگریزی یکه سوار بود چون اکثر در جنگها کارهای نمایان از و بظہور آمد صاحبان انگریز که قدرشناس مردان نبرد اند، آخر آخر بعطای انعامات و اضافۂ علوفه و بخشش مکانات جاگیر سرافراز فرمودند تا آخر کار ترک روزگار نموده در عظیم آباد توطن برگزیده و بتجارت مشغول شده جمعیت فراوان پیدا کرده و مکانهای شاہانه تیار نموده و پسر برادر اخیافی خود بهادر بیگ را از وطن طلبیده مختار خانۂ خود ساخته خود به تماشا بینی و عیاشی مشغول شد و قضارا برای ازدیاد اشتہا و قوت شہوت نفسانی سیماب خورده بود، زیان کرد و یک بیک زبان بند گردید. در ہمون حالت اجلش در رسید. بهادر بیگ که مختار معاملات او بود با صاحبان کوسل (کونسل) عظیم آباد و قاضی و مفتیان آن بلده ساختگی کرده و ہزارہا روپیه کارسازی داده خود بترکۂ وی بلاشرکت غیری قابض متصرف شده و زنش را با دیگر متعلقانش بیدخل کرد. خواجه زکریا نامی که با شہباز بیگ قرابتی و توسلی داشت، از بیدخلی خویشان شده، ہبه نامه تمام ملوکه شہباز بیگ بنام زوجۂ وی ظاہر ساخت. زنش را ترغیب نالش و تحریک فریاد داد ولکن در کوسل (کونسل) و عدالت عظیم آباد بسبب الفت کارپردازان آن جا کسی بداد وی نرسید مضطرب شده، عازم کلکته گردید و در کلکته رسیده در عدالت بادشاہی مستغاث شد. ہر چند صاحبان کوسل (کونسل) کلکته از خوف استخفاف حاکمان کوسل (کونسل) عظیم آباد و اظہار بیداد شان در اثنای ابقای این قضا کوششها نمودند ولی صاحبان عدالت اصلا التفات نفرمودند بجهت طلب بهادر بیگ و قاضی افتا پناہان و دیگر شاہدان فرمان دادند. مؤلف در آن حین بعزم کلکته وارد

عظیم آباد بود که این حکم رسید. عجب تخلل و فرار بر اہل شہر رو داد. از عمدہ ہای شہر کسانیکه بر کاغذ طرفین مہر و گواہی فرمودہ بودند در آن زمان موت خود را از حیات خوشتر می داشتند. بمقتضای

توان حلق فرو بردن استخوان درشت ولی شکم بدرد چون بگیرد دانہ زناف

قدری زر نقد که در وقت کارسازی بدست مدعی افتادہ بود و بی تامل بتصرف آن مبادرت کردہ در مکافات آن داون جانر ابر دادن زر تاوان ترجیح میدادند. آخر کار صاحب کلان کونسل عظیم آباد ناگزیر بہادر بیگ را بمع افتاپناہان و شاہدان زادہ دعا دادہ روانہ کلکته نمود. الغرض عجب اتفاق رو دادہ بعضی از گواہان که در روزگار و برای نان شب محتاج بودند این طلب بالسبب بدست آمدن زر نقد و تقرر ماہیانہ نعمت غیر مترقبہ دولت عظمی دانسته شاد و برخیکه مایه دار و در ناز و نعمت گرفتار بودند و شب و روز در عیش و نشاط بسر می بردند. این سفر بدتر از موت پدر و دو تحول سفر انگاشته داد بیداد مینمودند. عجب روزگار برای وکلا و گواہان بہم رسید. کسیکه محتاج علوفه پنج روپیه بود بدہ ماہیانہ سند. روپیه انکاری نمود. چون این مردم خوف جان و زوال حرمت از شامت کردار خود در پیش نظر داشتند قضارا قاضی محمد سعدی که بانی این قضاد سر گروہ افتاپناہان بود شب در رو دبلدہ مرشدآباد یک بیک برگ غاجات خود را از و رطه این بلا نجات دادہ و دیگران به کلکته رسیدند. مؤلف بمقارن این حال وارد کلکته شدہ و عجب ہنگامه برپا دیدہ. سوای صاحبان عدالت بادشاہی ہمه صاحبان انگریز ہمه علمای اسلام بطرف بہادر بیگ بودند و روایتہای عجیب و غریب برای اثبات حقیقت بہادر بیگ و ابطال کواغذ زنش برمی آوردند لیکن ہیچ سود نه کرد. صاحبان عدالت کواغذ زنش معتبر نمودہ ترکه شہباز بیگ بوی رسانیدند و بجہت زریکه بہادر بیگ در وقت نمود خرج نمودہ بود اسباب و اجناس و زر آنچه در کلکته و عظیم آباد بود ہیچ کنایندہ بزنش بخشیدند و خانه مفتی برکت و مفتی غلام مخدوم را نیز بہمه اثاث البیت آنچه یافتند فروخته داخل ترکه نمودند و برای ادای مابقی زریکه از و بخرج آمدہ ہر سه را در زندانخانه کلکته نگاہ داشته، ہر چند دوستان و کسی رہائی نمودند بجائی نه رسید. در تیولا شنیدم که سرگذشت این قضا بولایت رفته است و انتظار رسیدن حکم آن جا دارند و تا آمدن فرمان از سرکار کمپنی برای ہر یک علوفه مقرر نمودہ که بخاطر جمع باشند باید دید چه حکم میرسد و چسان خلاصی در نصیب شان میشود. تفصیل این داستان دفتری می خواہد، لیکن، این قدر ہم جہت اولی البصیرت کفایت می کند فاعتبروا یا اولی الابصار.

بترس از خدا و میازار کس رہ رستگاری ہمیں است و بس

۴۴ میر عبدالحی تابان از باغ نوجوانی ثمری بود بسیار بامزہ و از نخل زندگانی شگوفه بود بحد کہ تر و تازہ. گویند تا حال ہمو دو شاعر گرم اختلاط، خوبصورت خوش خلق پاکیزہ سیرت ہمشق عاشق مزاج در فرقه شعرا از عدم بظہور نیامدہ. خورشید سیادت از ناصیه وی تابان بود و آثار نجابت از بشرہ او درخشان. افسوس که سموم مرگ میوہ نارسیدہ وجودش از شاخ زندگی بخاک عدم انداخته. آخر آخر که اول شباب بود اینقدر مداومت شراب نمودہ که ملاقات ہمیاران موقوف شدہ. اکثر دوستانش که نزد او میرفتند مست می یافتند چون ہفت ہشت

اگر تو ہی نہ ہووے جان مجھ پاس مجھے پھر زندگی سے کام کیا ہے

۴۵/۲ بیدآراین بیت آبدار از دست ماسوای آن از ہیچ احوال واشعار وی بجز بیدار مخمس اخبار خبردار نکرده

صفا الماس وگوہر سے فزوں ہے تیرے دنداں کو کیا تجھ لب نے ہمرنگ خجالت لعل ومرجاں کو

۴۶/۲ مفتی محمد برکت اللہ خلف مفتی قدرت اللہ جوانیست خوش گو ونیکخوی در علم تحصیل مہارت وافی دارد و در رسالۂ خوشنویسی دست کافی. درخدمت مولوی جمال الدین عظیم آبادی، شاگرد مولانا برکت الہ آبادی قدس اللہ سرہ که در بلدۂ عظیم آباد ذات وی در قناعت وتوکل از مغتنمات است تحصیل کتب درسی نموده، چوں پدرش از عارضۂ پیری گوشہ نشینی برگزیده، کار افتا بوی رسیده. مدتی زمانه را به فراغبالی و خوشحالی بسر برده. آخر در سنه یکہزار ویکصد ونود وسه برای استفسار مقدمۂ ورثۂ شہباز بیگ نامی که صاحبان کوسل کونسل آن بلده در تاج استصواب واستفتای اہل شرع انتساب نموده بودند ہمراں دیگر افتا پناہان حضور طلب صاحبان کوسل کونسل کلکته شد تا حالت تحریر در قید آبداته آں بلده اپنداست. از میر شورش شنیده ام که ایں ہر دو بیت از وست.

ہے تیرے سوا کون مرا پوچھنے والا ہاں تجھ کو سلامت رکھے اللہ تعالی

ساقی ہو اور شراب ہوا دہ ہو گیاہ سبز اور تو ہو پھر تو کیوں نہ ہو بخت سیاہ سبز

چوں قصۂ ورثۂ شہباز بیگ محل عبرت اہل روزگار است وایں جا به تقریب ذکری از آں بزبان خامه گذشت اکنوں شرح آن ناگزیر افتاد. شہباز بیگ تورانی بود کابلی نژاد، مدتی در رسالۂ ترک سواران انگریزی یکه سوار بود. چوں اکثر در جنگہا کارہای نمایاں از و بظہور آمد صاحبان انگریز که قدرشناس مردان نبرداند آخر آخر بعطای انعامات واضافۂ علوفه وبخشش مکانات جاگیر سرفراز فرمودند تا آخر کار ترک روزگار نموده در عظیم آباد توطن برگزیده وبتجارت مشغول شده جمعیت فراواں پیدا کرده ومکانہای شاہانه تیار نموده وپسر برادر اخیافی خود بہادر بیگ را از وطن طلبیده مختار خانۂ خود ساخته خود به تماشابینی وعیاشی مشغول شد. قضارا برای ازدیاد اشتہا وقوت شہوت نفسانی سیماب خورده بود، زیاں کرد ویک بیک زبان بند گردید. درہموں حالت اجلش دررسید. بہادر بیگ که مختار معاملات او بود با صاحبان کوسل کونسل عظیم آباد وقاضی مفتیان آں بلده ساختگی کرده وہزارہا روپیه کارسازی داده خود بترکۂ او بلاشرکت غیری قابض متصرف شده وزنش را با دیگر متعلقانش بیدخل کرد. خواجه زکریا نامی که با شہباز بیگ قرابتی قریبی داشت، از بیدخلی خویشاں شده، ہبه نامه تمام مملوکه شہباز بیگ بنام زوجه وی ظاہر ساخته. زنش را ترغیب نالش وتحریک فریاد داد ولکن در کوسل کونسل وعدالت عظیم آباد بسبب الفت کارپردازان آن جا کسی بداد وی نرسید، مضطرب شده، عازم کلکته گردیده ودر کلکته رسیده در عدالت بادشاہی مستغاث شد. ہرچند صاحبان کوسل کونسل کلکته از خوف استخفاف حاکمان کوسل کونسل عظیم آباد واظہار بیدادشاں در اخفا وابقای ایں قضا کوششہا نمودند وصاحبان عدالت اصلا التفات نفرمودند بجہت طلب بہادر بیگ وقاضی افتا پناہاں ودیگر شاہداں فرمان دادند. مؤلف درآں حین بعزم کلکته وارد

عظیم آباد بود کہ ایں حکم رسید عجب تخلل و فرار بر اہل شہر رو داد. از عمدہ ہای شہر کسانیکہ بر کاغذ طرفین مہر و گواہی فرمودہ بودند در آں زماں فوت شدند از حیات خوشتر لی داشتند بمقتضای.

توان حلق فرو بردن استخوان درشت ولے شکم بدرد چوں بگیرد اند رناف

قدری زر نقد کہ در وقت کارسازی بدست رنج بدست افتادہ بود و بی تامل بتصرف آں مبادرت کردہ در مکافات آں داد جانرا بہ دادن زر تاواں ترجیح میدادند. آخر کار صاحب کلاں کونسل عظیم آباد ناگزیر بہادر بیگ رابع افتاپناہاں و شاہداں نادر دہ خط دادہ روانہ کلکتہ نمود. الغرض عجب اتفاق رو دادہ. بعضی از گواہاں کہ بی روزگار و برای نان شب محتاج بودند ایں طلب بالسبب بدست آمدن زر عمدہ و مقرر ماہیانہ نعمت غیر مترقبہ دولت عظمی دانستہ شاد بر نیکہ مایہ دار و در ناز و نعمت گرفتار بودند و شب و روز در عیش و نشاط بسر می بردند. ایں سفر بد تر از موت پدر و دخول سقر انگاشتہ داد بیداد مینمودند. عجب روزگار برای وکلاو گواہاں بہم رسید. کسیکہ محتاج علوفہ پنج روپیہ بود بہ ماہیانہ سہ روپیہ انکاری نمود. چوں ایں مردم خوف جاں و زوال حرمت از شامت کردار خود در پیش نظر داشتند قضارا قاضی محمد سعدی کہ بانی ایں قضا و سرگروہ افتاپناہاں بود شب در رود بلدہ مرشدآباد یک بیک بمرگ مفاجات شد و از و بلاد ایں بلا نجات دادہ و دیگراں بہ کلکتہ رسیدند. مؤلف بر مقارن ایں حال وارد کلکتہ شدہ و عجب ہنگامہ بر پا دیدہ. سوای صاحبان عدالت بادشاہی ہمہ صاحبان انگریز بمعہ علمای اسلام بطرف بہادر بیگ بودند و روایتہای عجیب و غریب برای اثبات حقیقت بہادر بیگ و ابطال کاغذ زنش بر می آوردند لیکن ہیچ سود نہ کرد. صاحبان عدالت کاغذ زنش معتبر نمودہ ترکہ شہباز بیگ بوی رسانیدند و بہت زر یکہ بہادر بیگ در وقت خود خرج نمودہ بود اسباب و اجناس و زر آنچہ در کلکتہ و عظیم آباد بود بیع کنانیدہ بزنش بخشیدند و خانہ مفتی برکت و مفتی غلام مخدوم را نیز بمعہ اثاث البیت آنچہ یافتند فروختہ داخل ترکہ نمودند و برای ادای ما بقی زریکہ از و بخرج آمدہ ہر سہ را در زندانخانہ کلکتہ نگاہ داشتہ، ہر چند دوستاں و کسی رہائی نمودند بجای نہ رسید. در ینولا شنیدم کہ سرگذشت ایں قضا بولایت رفتہ است و انتظار رسیدن حکم آں جا دارند و تا آمدن فرمان از سرکار کمپنی برای ہر یک علوفہ مقرر نمودہ کہ بخاطر جمع باشند باید دید چہ حکم میرسد و چساں خلاصی در نصیب شاں میشود تفصیل ایں داستان دفتری می خواہد لیکن، ایں قدر ہم جہت اہل بصیرت کفایت می کند فاعتبروا یا اولی الابصار.

بترس از خدا و میازار کس رہ رستگاری ہمیں است و بس

۴۲ میر عبدالحی تاباں از باغ نوجوانی ثمری بود بسیار بامزہ و از نخل زندگانی شگوفہ بود بحدی تر و تازہ. گویند تا حال ہمچو وی شاعر گرم اختلاط، خوبصورت خوش خلق پاکیزہ سیرت، معشوق عاشق مزاج در فرقہ شعرا از عدم بظہور نیامدہ. خورشید سیادت از ناصیہ وی تاباں بود و آثار نجابت از بشرہ او درخشاں. افسوس کہ سموم مرگ میوہ نارسیدہ وجودش از شاخ زندگی بخاک عدم انداخت. آخر آخر کہ اول شباب بود اینقدر مداومت شراب نمودہ کہ ملاقات ہمہ یاراں موقوف شدہ. اکثر دوستانش کہ نزد او میرفتند مست می یافتند چوں ہفت ہشت

روزاز ودیعت حیات او باقی مانده بود یک مرتبہ توبہ کرده بہمہ آشنایان خود رقعہ نوشت کہ عزیزان من توبہ کردم شما شاهد و خبرگیران من باشید چراکہ شراب بسبب کثرت استعمال نوافق مزاج من شده بود از گذاشتند معلوم میشود، غافل از احوال من بودن از عقل بسیار دور است آخر الامر ہماں شد کہ گفتہ بود۔ مولد و مدفن او در شاہجہان آباد است۔

قد حلقۂ کماں اسی حسرت میں ہوگیا ــــــ تیر ہدف کبھی نہ ہماری دعا ہوئی

تیرے غم سے نسیان یاں تک ہے مجھ کو ــــــ ادھر بات کہنا ادھر بھول جانا

ترے پاس عاشق کی عزت کہاں ہے ــــــ تجھے بے مروّت مروّت کہاں ہے

تو بال کھول نہایا تھا ایک دن اب تک ــــــ ہر ایک موج کو ہے پیچ و تاب دریا میں

نہ چھیڑا میں جھنجھلا کے تار گریباں ــــــ رہے تا نہ گردن پہ بار گریباں

جو ناخن کے بند قبا کھولتے تھے ــــــ سو مشغول ہیں اب بیکار گریباں

بہے اشک ازبسکہ آنکھوں سے میری ــــــ لب جو ہوا ہے کنار گریباں

مرنے کے سے تو نہیں کچھ مرے آثار ہنوز ــــــ رحم کر رحم کہ جیتا ہے یہ بیمار ہنوز

۴۸ سید امام تصور ساکن نارنول اشعار خود را بخدمت حضرت حبیب قدس اللہ سرہٗ گذرانیده، از چندے در الٰہ آباد بدارۂ آنحضرت قدس اللہ سرہٗ مع اہل و عیال خود استقامت دارد۔ مردیست سپاہی پیشہ لیکن زمانہ با او موافقت نمیکند در تصدیعات گرفتاری باشد۔ بعد تحریر تذکرہ تصور برفاقت مؤلف از الٰہ آباد بنام گر بنارس آمده و مدتے در سایۂ محبت من فارغ البال گذرانیده، آخر بمرض تپ محرق گرفتار شده خبر بوے اش کہ ملازم راجہ چیت سنگھ بود با استماع بیماری وے آمده بخوانش تمام بخانہ برده، آخر الامر در آخر ماه شعبان سنہ یکہزار و یکصد و نود و پنجم کہ سانحہ فرار برراجہ دست و سلالش افتاده تصور را طاقت گریختن و ہمراه رفتن مقصود نبود ناچار او را در میرزاپور کہ مسافت دو کروه از رامنگر باشد بتصور آنکہ در آنجا بآرام بخواہد بود، گذاشتند، قضا کار ہموں روز قضا دامنگیر او شده در عین ہنگامۂ گیرودار و گریز و فرار راه دار القرار گرفت ہموں جا او را بخاک سپردند۔ ایں چند اشعار وے در غیبت بنظر ره آمده بود۔

صیاد تو ہمیشہ دل آزار ہی رہا ــــــ نالے سے بلبلوں کو سروکار ہی رہا

آنکھوں نے اشک خوں سے تو رسوا کیا مجھے ــــــ دل دام زلف پیچ گرفتار ہی رہا

جب تک کہ کام یار کا جور و جفا نہ تھا ــــــ دل جور و ظلم سے کسی کے آشنا نہ تھا

مسجد میں جا کے سر کو پٹکتا ہے تو عبث ــــــ اے شیخ بتکدے میں مگر کیا خدا نہیں

۴۹ میر عبداللہ تجرد اشعار خود را بخدمت سید عبدالولی می گذرانید زادگاہش دکن است و طبعش مائل این فن. آنجا در توکل و تجرد بسر می برد۔

تجرد میں لطف ہے سو ملک کو خبر نہیں   خورشید کیا ہے اس کی فلک کو خبر نہیں

۵۰ صلاح الدین تمکین جوانی بود صاحب تمکین از صلاح و تقوی بدر درویشی میگذرانید ہمیشہ در شاہجہان آباد بسر میبرد۔

حسن اور عشق کو جس روز کہ ایجاد کیا   مجھ کو دیوانہ کیا تجھ کو پریزاد کیا

۵۱ حسین عطا خان، تحسین تخلص مخاطب بخطاب مرصع رقم خان خلف میر محمد باقر خان شوق سید گردیزی است. بزرگان او در وقت بابر بادشاہ از گردیز بہندستان آمدہ در کٹرہ مانکپور قیام ورزیدہ و پدر وی از عہد طفولیت در دہلی بخدمت اورنگ زیب عالمگیر بمنصب سہ ہزاری و جاگیر سرفرازی یافتہ. در شعر فارسی صاحب دیوان بود و در عالم خوشنویسی عدیم المثال بخصوص در خط شکستہ نستعلیق آمیز موجد و واضع الاصل شدہ گوی سبقت از خوشنویسان عصر ربودہ و در فنون سپاہ گری و علم تیر اندازی صاحب کمال بود۔ ہرگاہ فرخ سیر بادشاہ بدست سادات بارہ گرفتار شدہ از ضعف سلطنت و بیہمی مررشتۂ آداب خاندان تیموریہ خانہ نشین شدہ در سن نود و پنج سالگی آخر سلطنت محمد شاہ در شاہجہان آباد بجوار رحمت ایزدی پیوست۔ وی سلمہ اللہ تعالی از عطای الہی در عنفوان شباب بکمالات ظاہری و باطنی سعادت اندوز شدہ بسبب انقلاب زمانہ از دہلی برآمدہ، مدتہا در خدمت ناظمان بنگالہ بعزت و اعتبار تمام نشو و نما یافتہ در ابتدای عمل انگریز از مردم ہندستان اول از ملازمان کمپنی انگریز کہ بخدمت بادشاہ ہند امتیاز منصب و جاگیر حاصل کردہ او بود۔ در فن خوشنویسی خط نستعلیق مہارت تمام دارد و در انشا بعبارت دستگاہ کلی صاحب تصانیف فارسی است: سوانح قاسمی و انشای تحسین و ضوابط انگریزی جلد تاج طبع دی عمل تحسین سنطولان است و موقع آفرین زبان آوران. سوای کتب فارسی نسخہ نوطرز مرصع مشتمل بر قصہ چار درویش بعبارت ہندی تالیف نمودہ بلا تصنع سحر کردہ موجد این ایجاد نادرہ غیر وی از وقت آدم تا ایندم احدی نشدہ واقع کہ ہندی را با فارسی بہ خوبی ترصیع نمودہ، با مؤلف بسیار محبت دارد شیرین زبانی او غنچہ ہای افسردہ خاطر ہای پریشان را بہ شگفتگی برآرد و خوش بیانی واز دلہای مغموم و حیران آشفتگی و شیفتگی میرباید. در لطیفہ گوئی و حاضر جوابی عدیم المثال است و در گرمی اختلاط ثانی ویا باکی شبش درین عصر ناممکن، بلکہ محال از اشعار ریختۂ وی این چند شعر غیر منتخب یاد بود تحریر مینماید، و من بعد چند فقرہ از کتاب نوطرز تسطیر میکند۔

شیشہ ہے بے شراب کا جس دل میں تو نہ ہو   کس کام کا وہ گل ہے کہ جس گل میں بو نہ ہو

گل کیوں کہ تیرے مصحف رو پر نظر کرے   شبنم سے جب تلک اسے پہلے وضو نہ ہو

تصویر کے ورق سے اسے کم نہ جانیے   جس بزم میں بتاں کی تری گفتگو نہ ہو

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک بقلم آوردہ این چند بیت ازان است۔

اگر مداد ہو دریا اور ہوں قلم اشجار
نہ لکھ سکے کوئی اسکے کمال کا طومار

اور اس کی ہمت عالی کی کیا کروں تعریف
ہو لب عرصۂ دنیا کا جس سے گوہر بار

چمن زمانے کا شبنم سیتی تر ہو ہر دم
اگر نہ اس کی سخاوت کا برسے ابر بہار

نہیں کا نام زمانے سے ہو گیا مفقود
زبان فیض سیتی لفظ ہست ہے دربار

تماشا ہے کہ وہ ہست کم سے واقف نہیں
یہ فضل حق ہے کہ ہو ہست اور ہو بسیار

جو اس کے مطبخ عالی کو پوچھیو مجھ سے
تو کیا کہوں کہ زیادہ ہے وہ ز حد شمار

یقین ہے کہ حاصل ہندوستاں نہ ہو کافی
اگر ہو اس کے معارف کے واسطے درکار

غرض کہ جسکا ہو تحسین جناب اس درجہ
کروں میں وصف کو اسکے کہاں تلک اظہار

کہ شب مہر درخشاں دمیں ہوں ذرہ مثال
خدا کے واسطے ذرے کا یاں ہے کیا مقدار

اگرچہ کام خوش آمد کے کرنے کا جگ میں
ہمیشہ سیتی چلا آتا ہے بیک دیار

ولے قسم ہے مجھے اپنے دین و ایماں کی
کہ بے مبالغہ کہتا ہوں اسکو میں صد بار

نہیں زمانے میں ایسا بجاہ و حشم شکوہ
مرے نواب کا ثانی کوئی سپہ سالار

خدا رکھے اسے تب تک سلامت اور قائم
کہ جب تلک رہے سرسبز دہر کا گلزار

آغاز کتاب نوطرز مرصع

دیباچۂ ثنائے خداوند ذوالجلال
ایسا نہیں کہ لکھ سکے اس کا کوئی کمال

منشی کے ہو رہا ہے قلم کا جگر شگاف
شاعر کی اس کی حمد میں ہوئی زبان لال

مقدور نہیں کہ نام محمد کا میں لکھوں
پہنچے ہے کس کا نعت مبارک پہ کچھ خیال

لولاک جس کے حق میں خدا نے کیا نزول
ہے دین کے چمن میں وہی سرو نونہال

پیچھے سے نعت حضرت خیر البشر کے میں
کرتا ہوں وصف شیر خدا مظہر کمال

نازل ہوئی ہے ناد علی جس کی شان میں
تحسین کو اس کی مدح کے لکھنے کی کیا مجال

بہتر ہے یہ کہ آل عبا پر پڑھوں درود
من بعد داستان کا لکھنا کروں خیال

ہر چند فارسی کے بھی کہنے کی دستگاہ
رکھتا ہوں لیک اس کی سمجھ ہے بہت محال

اس واسطے کہ تحفہ کی طرح خوب ہے ۔۔۔ جو فہم میں ہر ایک کے آوے مرا مقال

اور پردہ نشینان شہر بزم درایت و متانت کے اور عاقلان صاحب جمع انجمن بلاغت و متانت کے مخفی و پوشیدہ نہ ہے
کہ یہ خاکسار ترین خلق اللہ میر محمد حسین نام، عطا تخلص، تحسین مخاطب، بخطاب مرصع رقم بعد رحلت والد بزرگوار حضرت میر محمد باقر
خاں صاحب متخلص بہ شوق کے کہ تمام ممالک ہندوستان میں نزدیک ارباب کمال کے کمالات دینی و دنیوی سے شہرۂ آفاق تھے، در واقع
یوں ہے کہ بیچ میدان تشریح و توصیف ذات اس فرد کائنات کے سمند بلا لگام قلم کا اور صفحۂ گلشن افلاک چراگاہ سفیدۂ کاغذ
کے جلوۂ نمائش کا پاکر نافہ بیز بہار و صفہ تحریر کا نہیں ہو سکتا۔ اگر ذات فائض البرکات ان کی کے تئیں ظرف سے منشور فراست عالم
کا یا مضمون مثال بے مثالی کا کہوں بجا ہے۔ ایزد تعالیٰ غریق رحمت کا کرے۔ مزاج اپنے کے تئیں اوپر مطالعہ قصہ ہائے رنگین
کے اور لکھنے افسانہ ہائے شیریں کے از بس مصروف رکھتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ بیچ رفاقت نواب مبارز الملک افتخار الدولہ رکن السلطنت
جنرل اسمتھ بہادر صولت جنگ سالار افواج انگریزی کے درمیان دریائے گنگ کے سواری بجرہ مور پنکھی کے سفر کلکتہ کا پیش
آیا۔ لیکن بسبب مسافت دور و دراز کے بعضے وقت طبیعت فارغ البال دل کی خفگی مکان کی سے بیچ قفس کشتی کے رکتی، ہو وقت شغل قطع
منازل کے ایک عزیز ہمراہ تھے کہ بیچ رفاقت میری کے کمر و ار حلقہ محبت و اخلاص کا اوپر گردن کے رکھتے تھے۔ عندلیب زبان کے تئیں بیچ
داستان سرائی حکایت عجیب و غریب کے اوقات خوش کرتے۔ چنانچہ ایک روز بلبل ہزار داستان اس حکایت دلفریب کے تئیں بیچ گلزار
گفتگو کی بیان کرتے ترنم کیا جو ہر ایک صدائے ترنم سا کی کہ بے اختیار دل کو بھاتی تھی کہ سننے سے تعلق ہے۔ طاؤس نگارین خیال کا بیچ باغ خاطر
کے یوں جلوہ گر ہوا، گرچہ پیشتر دو تین نسخے از قسم انشائے تحسین ضوابط انگریزی و تواریخ قاسمی فقیر کے ہیں۔ لیکن مضمون اس
داستان بہارستان کے تئیں بھی بیچ عبارت رنگین زبان ہندی کے لکھا چاہیے۔ کیوں کہ آگے سلف میں کوئی شخص موجد اس ایجاد
تازہ کا نہیں ہوا۔ اور یہ کہ جو کوئی صاحب سیکھنے زبان اردوئے معلیٰ کا حاصل کرے واسطے علم مجلس کے لسانی زبان ہندستان کے بیچ حق آدمی
کے خرد کندۂ ناتراش کے تئیں ہے۔ چنانچہ چند فقرے بیچ تعلق طبع کے شروع داستان اول میں نوک زبان خامۂ عجز نگار کے کیے۔ در
صفت فیض آباد گوید: سبحان اللہ! بہر صنو اس صفحۂ فیض کا برائے خود یک گلشن ہے۔ کہ ہر طرف تختہ تختہ بہار خط و خال شاہدان زیبا
لباس کے بیچ اس کے رونق افزائے دیدۂ نظارگیوں کے ہے رہی ہے۔ اور ہر کوچہ اس بلدۂ خاص الخاص کا علیحدہ علیحدہ یک گلچین ہے
کہ ہر سمت رنگ برنگ گلزار حسن و جمال مہوشان گلگوں قبا کا فروغ بخش چشم تماشا بینوں کی ہوتی ہے۔ وسعت صحن تختۂ چوک کی اگر ملاحظہ
کیجیے تو لذت قطع سیر بہشت کی گوشۂ خاطر سے فراموش ہو جاوے اور جو رفعت محراب ترپولیہ کی دیکھیے تو شاید درازی بہار ارتفاع کمانچہ
قوس و قزح کیسی زبان دل کی خاموش ہو جائے۔ واقعی کہ شہر کیا ہے کہ ایک طلسم تماشائے قدرت الٰہی کا ہے۔ ایزد تعالیٰ اس
دار الامن کے تئیں ہمیشہ رونق سواد دیدۂ ہفت کشور کا رکھے۔

زبس ہوئی ہے طراوت سے واں کیا ہے گذار ... عقیق رنگ بدل کر ہے یہ زمرد وار
کماں فیض طراوت سے ہے بہ سرہر سنگ ... شرر کے تخم سے جمتا ہے واں درخت انار
اگر اس طرف سے صبا ہو کے باغ میں جاوے ... درخت خشک وہیں سبز ہو کے لاوے بار
ہے بے مبالغہ گر ساکنان جنت سے ... کہے جو سیر کوئی اس دیار کا گلزار
یقین جانیو دل میں زبس تماشا ہے ... بطور دیدۂ نرگس کے ہو رہے سرشار
جو خوب غور سے دیکھا چمن میں قدرت کے ... تو رشک خلد ہے اس قطعۂ زمیں کی بہار
کبھو نہ اس کو گزند سپہر سے ہو ہرا اس ... جسے ہے مسکن و ماوا کے واسطے یہ دیار
شہ پناہ کی خوبی کا گر بیاں کیجے ... کتاب خوب میں جدول کا جیسے ہو سنگار
شبہات خندق کی صفت مجھ سے گر کوئی پوچھے ... قلعے کی شکل زمیں پر ہو فلک کو قرار
خدا نے جب کیا اشرف البلاد فیض آباد ... کہ سب صفت میں سایہ موصوف ہے بعز و وقار
غرض میں کہ نہیں سکتا ہوں اس کی کچھ تعریف ... کہ ہے وہ زینت ہندوستاں بہ نقش و نگار

آغاز داستان بیچ سرزمین فردوس آئین ولایت روم کے ایک بادشاہ تھا۔ سلیمان قدر فریدون فر رعیت نواز و عدالت گستر بر آرندۂ حاجات بستہ کاران بخشندۂ مرادات امیدواراں۔ فرخندہ سیر نام اشعۂ شوارق فضل ربانی کا و شعشعۂ بوارق فیض سبحانی کا ہمیشہ اوپر لوح پیشانی کے لمعان و ضیا افشاں رہتا۔ لیکن شبستان دودمان دولت اس کی کا فروغ شمع زندگانی کے سے تعدد فرزند ارجمند سے بے رونق نہ رکھتا تھا۔ اس سبب سے ہمیشہ غنچہ خاطر مبارک اس کے کا باد سموم اس فکر دلخراش سے افسردہ رہتا اور اصلاً گل عشرت اس کے کا شدت حزن و غم و الم سے بہار شگفتگی کی نہ لاتا۔ لیکن فروزۂ بامید اس کے کہ شاید نقش بند طراز آفرینش کی دستیاری قلم قدرت کی سے شکل اولاد کی اوپر صفحۂ روزگار کے ثبت کرے گاہ گاہ فرخندہ سیر بیچ حریم حرم تعظیم کے کہ خاک پاک اس کے تئیں کحل الجواہر دیدہ قدوسیاں کا کہا چاہیے کہ قدم رنجہ فرما کے شب پردہ نشینان حریم حرمت اور ہودج گزینان تتق عفت سے جو کوئی معقبول خاطر اشرف والا و پسند طبع ارفع و اعلیٰ کے ہوتی ساتھ اس کے داد معاشرت و مباشرت کی دیتا۔ قصہ کوتاہ۔ ایک روز خورشید برج خلافت کا بیچ آئینہ محل خاص سپہر اساس کے کہ فردوس بریں بھی تماشائے تعمیر اس کے سے عرق انفعال اوپر چہرے کے کھینچے، ساتھ ایک بدر منیر اوج عفت کے مانند ماہ مشتری کے قرآن السعدین تھا۔ اتفاقاً اس عرصے میں نظر مبارک بادشاہ کی طرف ایک آئینے کے کہ مقابل مکان عشرت گاہ کے نصب کیا تھا۔ جا پڑی جو سن شریف اس کا قریب پچاس سال کے پہنچا تھا۔ وقت مشاہدۂ جمال مہر تمثال اور معاینۂ صورت جمال اپنی کے دیکھتا کیا ہے کہ ایک موے سفید درمیان ڈاڑھی سیاہ کے مانند

سہیل ستارے کے بیچ آخر شب تاریک کے کہ واقعی اس نشان کے تئیں ختم عمر کا کہتے ہیں نمودار ہوا۔

بس دیکھتے ہی آنکھوں کو یرقان ہوگیا　　　یا لگ ہوا کہ ہوگیا ہر استخواں زرد

پر اس وقت وہ ابر نیسان آسمان عصمت و کرامت کا طوعاً و کرہاً موتی مقصود کے تئیں بیچ صدف آرزوئے ملک خور لقائے زیبا طلعت کے پر کر کے بعد فراغت غسل کے اس مکان سے اٹھ کر طرف خانہ باغ کے متوجہ ہوا اور اپنے دل میں غور کیا کہ ہر اول لشکر خزاں بہار عمر کا ساتھ فوج بیشمار گریزی گلزار طاقت و توانائی کی شمشیر برہنہ موئے سفید کی کہ برہم زن صف جوانی کی ہے لے کر مقابل ہوا اور امید زندگانی کی بالکل منقطع ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ باغبان قضا و قدر کے تئیں بیچ روز اول کے گلشن تمنائے دل کے تئیں گل مراد کے سے زیب بخشی کر بعد میرے حدیقۂ سلطنت کے تئیں سرسبز کر کے بہار افزا ہو۔ در بیان آمدن درویش وقت شب در باغچہ بامید وصال معشوق: سبحان اللہ بیچ تعریف نور افشانی بہار چاندنی اس رات کی کہ شب برات عاشقوں کی کہا چاہیے ماہتابی وہاں کی شعاع زبان کی سے روشنی بیاں کی بلند نہیں کر سکتی، ایک طرف فراش ماہتاب کے تئیں شامیانہ چاندنی کے تئیں اوپر چبوترہ خیابان باغ کے رونق افزائے خاطر عاشقوں کا کر رکھا تھا اور ایک طرف مشاطہ حبیا کے تئیں شاہد آبشار کے تئیں زیور رنگین الماس پہنا کر جلوہ سرائے دل مشتاقاں کا کر رکھا، لیکن جب تک کہ وہ مہتاب سپہر حسن و لطافت کی جلوہ بخش دیدۂ منتظر کی نہ ہوئی تھی بمضمون اس کے کہ:

گل بے رخ یار خوش نباشد　　　بے بادہ بہار خوش نباشد

گلزار بیچ خاطر میری کے خار تھی اور لیلۃ القدر بیچ خیال میرے کی شب تار، اس وقت فی البدیہہ حضرت تحسین صاحب کی بے اختیار زبان میری سے در ریز ہوئی۔ غزل

کس مزے کے رنگ سے بن بن کے آتی ہے بہار　　　حسن کو اپنے عجب سج کر دکھاتی ہے بہار
چاندنی ہے سیر ہے اور بادۂ گلرنگ ہے　　　گر نہیں ساقی تو کس کافر کو بھاتی ہے بہار
ماہتابی کے مزے میں حیف وہ مہتاب نہ　　　ہائے اس کے ہجر میں کیا مفت جاتی ہے بہار
جھومتی جھکتی جھلکتی جھلجھلاتی چاندنی　　　چاندنی کے رنگ میں دل کو لبھاتی ہے بہار
واہ واتحسیں نپٹ یہ مصرع موزوں ہوا　　　جو وہ گل رخ پاس نہ کس کو خوش آتی ہے بہار

شکر بدرگاہ حق مقلب القلوب کے کہ کشش دل بیتاب کے تئیں اوپر دل اس ماہ رو کے جنبش دی، بعد ایک لمحہ کے وہ ماہ شب چہار دہم رونق افزائے حدیقہ فردوس سرا کی ہو کر اوپر مسند زربفت نقرئی کے جلوہ آرا ہوئی، واہ بی واہ جس وقت وہ قمر طلعت داخل باغچہ نمونۂ جنت کے ہوئی، عطر گلاب رخسارۂ زلیخائے شب ماہتاب کا تقویت بخش دماغ تماشا بینوں کا ہو کر زینت آرائے بزم

کامرانی کا ہو گیا اور یوسف عکس بیاض نگینہ بار الماس انجم کا اوپر خاتم مینا رنگ سبزۂ زمین ریاض آئین کے زیب افزائے دیدۂ نورانی کا ہوا۔

کن نے کیا خرام چمن میں کہ اب صبا
لاتی ہے بوئے ناز سے بھر بھر کے جھولیاں

تو عروساں شکوفہ و پنہ فرش چاندنی کے لباس نقرہ سے بہار افروز بزم دل فریبی اور دلربائی کی تھیں اور ماہ نسترن کا اوپر بساط چمن کے خلوت میں سیمیں سے رونق اندوز خوبروئی کی تھی۔

جو ہیں آئی بزم میں وہ ماہ روئے سیمیں عذار
ہو گیا مہتاب پر کھا اور ہی نور آشکار

کیا قیامت شکل تھی مہتاب جس کے حسن کو
دیکھتا تھا دور سے آنکھ اپنی کے تئیں پھاڑ تھا

کیا کروں تعریف اس کی نقرئی پوشاک کی
موج دریا میں کبھی ہے ماہ تاباں کی بہار

زیور الماس میں دیکھا جس نور جمال
ماہ کی ہو وے جھلک جوں درمیان آبشار

واقعی کیا ہے تمہیں کہ کچھ کہنا نہیں
جب میسر ہو کہیں اس جی سے کر دیجے نثار

در تعریف روشنی و آتش بازی گوید: از روئے انصاف کہیے تو تماشے کے عالم میں وہ رات نہ تھی گویا شب برات تھی۔ اگر چراغاں کی کیفیت کا ذکر کروں تو دل مانند گل سرابستان ارم کہ تجلی بخش دیدۂ بصیرت ارباب ذوق کا ہو جاوے اور کنول کی چمن کی روشنی کا بیان کیجے تو غنچۂ دل کا مانند گلریز کی ہوائے محبت اس کی سے گل کی صورت میں پنکھڑی پنکھڑی ہو جھڑ جاوے۔ ایک طرف انار کی جھاڑ نے مانند جھاڑ درخت انار کی گلہائے آتشیں سے صحن باغ کے تئیں گل انار کر رکھا تھا اور چھپیے کی گلدستہ نے گلدستہ شقائق و ریاحین کے تئیں روشنی کی شعشعے سے اس کی جگر حسرت کو داغ داغ کر دیا۔ ہوائی نے اپنی بلند پروازی کر روبرو مہ کے تئیں بال و پر کر رکھا اور پٹاخوں نے اپنی غرش کی آگے بادل کی گرج کو صم بکم کر دیا۔ مہتابی کی پھول کا جو لطف کہوں تو بے شائبہ تکلف جس طرح کرن پھول خورشید کا بیچ بناگوش عروس صبح کے جھلکتا ہے اور پھلجھڑی کی گل فشانی کا جو ذکر کروں تو بے تصنع جیسے قمر کی نوشہ کی مکھ پر کرن کی جوت کی مقیش کے سہرے میں جھلملاہٹ کی موتی کی سی لڑی جھلکتی ہے۔

شجاعت خاں، ثابت، نبیرۂ شیر افگن خاں، شجاعت او در میدان زباں آوری از ابیات او ظاہر میشود۔

زنداں میں یوسف سا ماہ
واہ زلیخا تیری چاہ

مفتی غلام مخدوم ثروت خلف مولوی جمال الدین عظیم آبادی پدر بزرگوار او مدتی در خدمت حضرت شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی بکمال ثروت و جاہ بسر میبرد و سر آمد علمائے حضور بود۔ وقت حدیث خوانی ہمنشیں آں قدوۃ السلاطین میشد۔ چوں بادشاہ از الہ آباد نہضت فرمود لے بسبب بیماری کہ از چندی عارض شدہ بود در الہ آباد متوقف شد آخر بموجب رحمت

حق پیوست، در قدم رسول مدفون گشت. نفتی غلام مخدوم نیز در ایام قیام بلدۂ الہ آباد در خدمت پدر شرف اندوز بود و تحصیل علوم دینیہ مینمود. چون از حضور بخدمت افتای عظیم آباد افتخار یافت راہی آن ضلع شد و در آن بلدہ بدرس و استخراج مسائل بسر می برد. تخمینا را از دو سال بسبب انقلاب روزگار در بلدۂ کلکتہ در قید آب و دانہ گرفتار است. اصل وطن و موضع پھلواریست از متعلقات آن بلدہ. در فن شعر و شاعری مہارت کلی دارد و گاہگاہی طبع آزمائی می نماید۔

آتی ہے مجھے یاد تری زلف مسلسل ——— جب دیکھتا ہوں ابر کی تصویر ہوا پر
ہے آئینے میں عکس ترے خط کا یوں نمود ——— پانی کے بیچ جوں نظر آوے گیاہ سبز
رو نے سے میری ہو گئی مژگاں تمام سبز ——— باراں سے جس طرح ہوے بستاں تمام سبز

۵۴ شہاب الدین ثاقب مردی بود درویش طبع و متوکل وضع میاں مردم در توکل اظہر من الشمس ساطع و در تواضع اشہر از شہاب ثاقب بود، شاگرد میاں آبرو ست چند شعر خود را در خدمت سراج الدین علی خاں آرزو ہم میگذرانید این دو بیت ازو بسمع رسیدہ۔

قتل کا کس کے ہے اب قصد تمہارے دل میں ——— کیوں کہ دیکھتے ہو میاں سان پہ تلوار کے تئیں

۵۵/۱۲ شاہ غلام مرتضی جنون ابن حضرت شاہ تیمور الہ آبادی قدس اللہ سرہٗ از خاندان عالیشانست. پدر بزرگوار وی در علوم عقلی و نقلی بی نظیر بود. در عبادت و ریاضت ضرب المثل او ہم مثل پدر پیوستہ در توکل بسر می برد و ہرگز علاقہ معاش قبول نکردہ. کتب درسی را در خدمت مولوی محمد برکت الہ آبادی نور اللہ مرقدہ کہ امام علمای زمان و مقتدای فضلای دوران بود تحصیل نمودہ در حین اکتساب مابین اقران و اماثل خود در جودت طبیعت و جودت انتقال ممتاز بود. تا آنکہ جنون در دماغش راہ یافت و از تفصیل باز داشت من بعد عارضہ ضعف بصر لاحق گشت، پس قطع طریق آمد و رفت نمودہ در انزوا نشست تا حال در آن مامن فارغ البال نشستہ متوجہ احوال طالبان کمالست. در افاضۂ فتوح غیبی و افادۂ فیوض لاریبی اشتغال دارد. اکثر تصانیف نظم و نثر وی در تصوف و بیان وحدت است گاہگاہی غزل فارسی و ریختہ ہم میفرماید. این اشعار ہندی وی وقت تحریر منظور خاطر بود نوشتہ شد۔

کہیو خدا سے ای ملک الموت جا کے یوں ——— دیتا نہیں ہے جی کو جنوں شاہ کیا کروں
کہتا ہے سب تو ہجر میں کٹ گئی ہماری عمر ——— دیکھا نہ روز وصل کا لے آہ کیا کروں
آیا خدا خدا کے جو بالیں پہ نزع میں ——— آنکھیں الٹ گئیں مرے اللہ کیا کروں
آفت جان ہو گئی آخر یہ بینائی مجھے ——— جو بلا کہیے سو ان آنکھوں نے دکھلائی مجھے
کوئی کعبے سیتی اور کوئی دیر سے پہنچا ——— کس جس پہ تری مہر و بی خیر سے پہنچا

جنوں کا یاں تلک ہے گرم بازار — کہ پتھر بھی نہیں سنگ کا خریدار

۵۶/۲ میاں جگن، جگن تخلص، خالہ زادۂ شیر افگن خاں است اشعار خود را شاید بخدمت تقی میر گزرانیدہ سخن را بآئین خوش جلوہ میدہد ازوست۔

اس دل مریض عشق کو آزار ہی بھلا — چنگا ہو تو ستم ہے یہ بیمار ہی بھلا

۵۷/۲ میر شیر علی جرأت، مرد بود جری و شیر بیشۂ سخنوری در شاہجہاں آباد تحصیل کتب متداول نمود بمقتضای جودت طبیعت

گاہگاہے شعرہم می گفت آخر از دار الخلافت رخت اقامت بہ لکھنؤ کشید باز بر حالش اطلاع نہ گردید کہ تا کجا رسید۔

نہ اپنی چھوٹنے کی کس طرح تدبیر میں رہیے — بہار آئی ہے کیوں کر خانۂ زنجیر میں رہیے

۵۸/۲ میر مظہر علی، جاذب عظیم آبادی کلامش مظہر جذبۂ محبت است و بیانش منظر غلبہ مودت ازوست۔

ہے جنوں کا زور طوفاں ان دنوں — میں ہوں اور میرا گریباں ان دنوں

۵۹/۵۱ میاں محمد روشن جوشش برادر خرد محمد عابد دل کہ ہر دو برادر از صلب جسونت رای ناگر چوں ابراہیم خلیل از آزر بظاہر شدہ حق

تعالی ہر دو برادر را توفیق تحصیل حسنات رفیق گردانید و چراغ وجود ایشاں را از روغن انکسار و تواضع روشن کردہ و آب و گل ایشاں

بجوشش خوشدلی بقبول گشتہ انجیز و نماک ری قبول خاطرہا و وضیع و شریف شدہ ہر دو برادر در عظیم آباد بسر میبرند۔ و ہر یکی بہرۂ

وافی در شیوۂ طالب علمی دارند و نصیبی کافی در سلیقۂ تیر اندازی و دستکاری در اتصاف فضائل اوصاف قرین یکدیگر اند۔ بنام ذکر

ہر دو یکجا آوردہ۔ باید دانست کہ بیدینی پدر بیدین باعث فخر و نام آوری پسر دیندار است، نہ موجب ننگ و عار ابراہیم خلیل را از

بت پرستی پدر چہ خلل و پسر نوح را از ایزد شناسی اصل چہ شد بقول جامی۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی — اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزی نیست

اشعار جوشش در جوشش دلہائے مشتاقاں چوں خورشید روشن است در روشن بیانی و کہ در دل خاص و عام مرہم دیوان

اشعار و مرتب است لیکن وقت تالیف نزد مؤلف حاضر نبود۔

کس طرح سے اوصاف ہو خلاق جہاں کا — قدرت نہ قلم کی ہے نہ مقدور زباں کا

۶۰/۱۸ قلندر بخش جرأت تخلص شاہجہاں آبادیست لیکن نشو و نما در فیض آباد یافتہ بخشش الہی شامل حال اوست۔ سخن قلندرانہ

می گوید و در وادی ذہن سخنوری بجرأت می پوست۔

روشن ہے اس طرح دل ویراں کا داغ ایک — اجڑے نگر میں جیسے جلے ہر چراغ ایک

۶۱/۱۲ شیخ محمد حاتم، حاتم از شاہجہاں آباد است ہمطرح میاں آبرو گویند قلندر مشرب و دیرآشنا بود و رعونت خودنمائی

بحد کمال داشت۔ میر تقی در نکات الشعرا آوردہ کہ حاتم ہیچ غنا ندارد، اما ں دریافتہ نمیشود کہ این کبر و گردنکشی او از چہ راہ است بسبب

شاعری کہ ہم چوں من دیگری نیست یا دمنع خود چنیں ساختہ است مولف گوید کہ مارا ایں چہ کار شاعر بسیار خوب پسندیدہ بود۔

مثال بحر موجیں مارتا ہے ___ لیا ہے جن نے اس جگ سے کنارہ
ہجر کی زندگی سے موت بھلی ___ لوگ سب مل کہیں وصال ہوا
گر عدو میری بدی کرتا ہے خاص و عام میں ___ میں اسے رسوا کروں گا باندھ کے دیوان کے بیچ
مارا ہے سنگدل نے دکھا مجھ کو سرخ رنگ ___ تعویذ مجھ مزار کا لازم ہے رنگ سرخ
خاطر میں تو لاتا نہیں تو چاہ کسو کی ___ ڈرتا ہوں نہ لگ جاوے تجھ آہ کسو کی

۴۸ محمد باقر حزیںؔ شاعر ریختہ و صاحب دیوانست، بسیار طبیعت موزوں و دل محزوں داشت، غنچہ استعداد وی از فیض صحبت و اثر تربیت میرزا مظہر شگفتہ بود چنانچہ خود می گوید۔

ای حزیں شکر کہ ہے مصحف ارباب جنوں ___ فیض سے حضرت مظہر کے یہ دیوان میرا

زادگاہش شاہ جہان آباد بسموم خزاں حوادث از آں جا رفت توطن برداشت، در گلزار بنگالہ چوں بلبل ہزار داستاں آشیاں گزیں شدہ۔ نغمہ سرائی می کرد۔ ناگاہ از عشق رعنا جوانی خار غم و اندوہ بہ جگرش خلیدہ و از جلوۂ عشق کارش برسوائی کشیدہ، در عین آشفتگی گل ہستی وی از باد فنا برباد گردید۔

اس بے وفا کے عشق میں کچھ مجھ کو حس نہیں ___ پاؤں تلک بھی بائے مراد سترس نہیں
کیا کیا گزرتی ہوگی دلوں پر قفس کے بیچ ___ ان بلبلوں کا وائے کوئی داد رس نہیں
اتنا تو صبر دے کہ فغاں ضبط کر سکوں ___ آخر یہ میرا دل ہے الٰہی جرس نہیں
کس کس مزے کی دھوم مچائی تھی پر کے سال ___ جاتی ہے اب بہار، حزیں، ہائے بس نہیں
خوب بوجھا ہے مزہ عشق کی رسوائی کا ___ معتقد جی سے ہوں اب دل کی میں دانائی کا
ہم کمر یار کی سنتے ہی رہے ہیں لیکن ___ ہرگز اس بات کا ہوتا نہیں اثبات ہنوز
آتی ہے تو بہار دھڑکتا ہے جی کہ وائے ___ پھر شور و شر کریگا یہ خانہ خراب دل
کچھ کٹی ہجر میں کچھ وصل میں گریاں گزری ___ کیا مری عمر کی اوقات پریشاں گزری
مجھے کہتا ہے تیرا دل کہاں ہے ___ قیامت شوخ میرا بدگماں ہے

۴۹ محمد علی خاں حشمتؔ از شاگردان غنی بیگ قبول شاعر بود با حشمت و قابل مرحمت شعر ریختہ را بآئین شائستہ بیان می کرد۔ وآخر الامر در جنگ قطب الدین خاں فوجدار مراد آباد کہ با پسران محمد علی خاں روہیلہ رو دادہ بود شربت شہادت چشیدہ از دست۔

خط نے ترا حسن سب اڑایا　　یہ سبز قدم کہاں سے آیا

۶۴/۲ محتشم علی خاں حشمت سید صحیح النسب سپاہی پیشہ واست اندیشہ بود. گوہر اصلش از بدخشاں و لعل رنگین خیالش بغایت رخشاں طبع ارجمند و فکر بلند داشت. از بدخشاں در دہلی آمدہ در نبلپورہ سکونت گرفت بہ حشمت و فراغت زیست می کرد و بوعت تمام اوقات می گزرانید ہمونجا فوت کرد.

بہار آئی دوانی کی خبر لو　　اگر زنجیر کرتا ہو تو کر لو

نکہت گل نے چھپایا کر زنداں کے بیچ　　پھیر زنجیر کی جھنکار پڑی کان کی بیچ

۶۵/۲ مراد علی حیرت ساکن مرادآباد اشعارش حیرت افزای بینندگانست و مراد رسائی شنوندگان.

کہاں ہو شیشہ کو محتسب خدا سے ڈر　　مری بغل میں جھلکتا ہو آبلہ دل کا

۶۶/۲ خواجہ حسن حسن ابن خواجہ ابراہیم نبیرۂ خواجہ کمال الدین درویش خوش خلق و متواضع و آئین خلق مجسم حسن. ادای دی پسند خاطر شاعرانست و لطف فکر رسای وی مقبول طبع سخنورانست.

دل دلا سوں سے کرو نہ بیقراری بیشتر　　خانۂ ماتم میں ہو پہ کی زاری بیشتر

۶۷/۲ میر حیدر علی حیران تخلص اصلش دارالسلطنت دہلیست از چندی در لکھنؤ می باشد. جوانیست گرم اختلاط یار باش رنگین طبع خوش معاش. در عالم سپہ گری بسر میبرد. و گاہگاہ طبع آزمائی میکند و قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر در زمین سنگلاخ — چاروں ایک بنظم آوردہ تازہ مضامین رنگین با آئین جلوہ دادہ کہ سامعان را حیران می سازد و از سر مدعیان ہوش میرباید آغازش اینست

جگر و جان و دل و سینہ ہم چاروں ایک　　شور و بے تابی و اندوہ و الم چاروں ایک

بیٹھو جس دن سے تری راہ میں سمجھو تب سے　　بوریا خاک و مسند جم چاروں ایک

مشرق اور غرب جنوب اور شمال اے غافل　　جستجو میں پڑے کرتے ہیں ہم چاروں ایک

صوفی و زاہد و ترسا و برہمن پیارے　　بندگی کرنے میں تیری ہیں ہم چاروں ایک

نہ کتابت نہ ملاقات نہ وعدہ نہ پیام　　جی جلانے کو ہمارے ہیں یہ غم چاروں ایک

تو ہی جب پاس نہیں ہے تو ہمارے نزدیک　　ہستی و نیستی و شادی و غم چاروں ایک

آپ کے دل میں جو کچھ آوے سو کیجے یاں تو　　ہو گئے جور و ستم لطف و کرم چاروں ایک

کل کہا میں نے مرے گھر چلیے　　اس میں کچھ کم نہ ہوگی محبوبی

سن کے تیوری بدل کے کہنے لگا　　رسم و راہ ادب تو سب ڈوبی

مجھ سے کہتا ہے میرے گھر چلیے ___ دیکھیو اختلاط کی خوبی
یوں پھونک کے بھسمنت کیا دل کے نگر کو ___ اے سوز جگر آگ لگے تیرے اثر کو
باتوں پہ تیری ہم تو اے رشک ماہ بھولے ___ دینا نہ تھا تجھے دل کیا کیجئے آہ بھولے
تم نہ آئے پر تمہاری راہ ہم دیکھا کیے ___ دل پہ دکھ گزرا کیے اور آہ ہم دیکھا کیے
یہ کب کہتا ہوں میں جو تم نہ لے آرام جان جاؤ ___ ذرا دم تک نکل لے پھر جہاں چاہو تہاں جاؤ
لگا جو رات کہنے حال میں، غصے سے یوں بولا ___ مجھے آتی ہے نیند اب کہ چکے تم داستاں جاؤ
نہیں جاتے کہ جیتے جی گلی سے یار کی ہم تو ___ اگر جلتے ہو تم اے طاقت تاب و تواں جاؤ

۶۸/۲ جعفر علی حسرت، پسر ابوالخیر عطار باشندہ لکھنؤ از خوش گویان روزگار است نازیار باشان اینداز مضامین رنگین اشعارش موجب رشک و حسرت ہمچشمان اوست و آئین نازنین آدابش سبب حسن غیرت ہم صحبتان وی۔ ترمیشہ اصلاح سخن از راے دیوانہ گرفت۔ اکثر سبب باکانہ انداز انحراف ورزیدہ۔

برنگ آبلہ از وادیٔ کیا زندگانی ہے ___ کہ جس کے پاؤں پڑتے ہیں اسکے سر گرانی ہے

میر غلام حسن در تذکرہ خود آوردہ کہ در ہندستان رسم است کہ براے پوشیدن پیشاں اکثر زنان دامن را گریباں می کنند، در آں مقدمہ می گوید۔

شاید اس دامن میں یارو خون کی تقصیر ہے ___ تیرا دامن آج کیوں تیرا گریباں ہو گیا

مؤلف گوید مصرع اول را بے وجود برجستگی با مصرع ثانی ہیچ مناسبت نیست و لطفے کہ پسند خاطر ظریفاں باشد حاصل نمیشود۔ وقت تحریر بدیہہ مصرعہ بخاطر رسید کہ صفای آں بر سامعاں پوشیدہ نماند۔

کچھ تو ہے اس میں چھپا مت کہہ تو کیا تقصیر ہے ___ تیرا دامن آج کیوں تیرا گریباں گیر ہے

۶۹/۲ میر منوچہر آتش تخلص، ساکن بلدۂ عظیم آباد مرد خلیق و آشنا پرست پیوستہ در تلاش معانی رنگین و مضامین دلنشین حیراں می بود۔ در ہموں شہر درگذشت زوست۔

دیکھا داغ ہے کوئی تہ میرے سینے کا ___ ہاتھ ملتا ہے یہ بیمار نہیں جینے کا
کیا جانیے کریگا کس کس کو اب دوانا ___ اے جان ہر گھڑی کا تیرا یہ مسکرانا
کیوں لیا تھا دل ہمارا کیوں کیا تھا آشنا ___ گر ستانا ہی تجھے اے بیوفا منظور تھا
کیا مجھ کو مری آنکھوں نے رسوا ___ کوئی اب کیا مجھے رسوا کرے گا

ملنے ہے بے طرح غیروں سے جا جا — خدا جانے وہ ظالم کیا کریگا

بس انتظار وعدہ و پیغام ہو چکا — تو آنہ آ ہمارا تو اب کام ہو چکا

مشہد پہ ہمارے وہ کہیں آن نہ نکلا — مرنے کو موئے جی کا یہ ارمان نہ نکلا

خوش قداں دل میں ٹک خیال کریں — جس کو چاہیں اسے نہال کریں

جانتے ہیں جواب پاویں گے — اے فلک تجھ سے کیا سوال کریں

الٰہی ہوئی ایسی کیا بات ہم سے — خفا ہو گیا بے وفا رات ہم سے

نکالا یار نے جب روبرو سے — رہا پھر کام کیا ہم کو کسو سے

۴۸ میر غلام حسن، حسن تخلص صاحب تذکرۂ شعرای ریختہ. ماحصل احوال ذکر کہ خود در تذکرہ آوردہ است اینست کہ وطن آبائی وی ہرات است پدرش در شاہ جہاں آباد آمدہ بسبب جوہر قابلیت در اماثل واقران ممتاز گردیدہ. تولدا ودر دہلی شدہ از صغر سن میلان طبیعت بسوی سخن آرائی داشت. اصلاح سخن از میر ضیاء الدین ضیا تخلص گرفتہ، لیکن طرز وی گذاشتہ بطریق حضرت میر درد و مرزا رفیع و میر تقی گذشتہ در آغاز جوانی بجہت تلاش معاش در لکھنؤ و فیض آباد رسید از اتفاقات حسن در سرکار نواب سالار جنگ کہ قدر شناس سخنوران ست سر رشتۂ روزگار بہم رسانیدہ. میگوید کہ تا ایں مدت قریب ہفت و ہشت ہزار بیت بنظم آوردہ. واللّٰہ اعلم بالصواب. مطلع سر دیوانش ایں است.

گر کیجے رقم کچھ تری وحدت کے بیاں کا — تو چاہیے خامہ بھی اسے ایک زباں کا

جس طرح حیراں ہو کوئی روے حیراں دیکھ کے — دل پریشاں ہو گیا زلف پریشاں دیکھ کے

حسن مت یاد کر ان صحبتوں کو — سدا یکساں نہیں رہتی کسی کی

کہنے کی ہیں یہ باتیں کس بن نہیں گزرتی — پر ایک جان تو ہے جس بن نہیں گزرتی

کچھ ہو نہ ہو، وے ہو تیرا خیال دل میں — اس بن نہیں گذرتی اس بن نہیں گزرتی

جان و دل ہیں اداس سے میرے — اٹھ گیا کون پاس سے میرے

مصرع ثانی ایں مطلع با مصرع مطلع علی ابراہیم خاں خلیل توارد یافتہ.

اڑ گئے کچھ حواس سے میرے — اٹھ گیا کون پاس سے میرے

الحق مصرع اول ایں مطلع از مصرع اول حسن احسن و اولیٰ است.

۱۸ کلو حجام، حجام تخلص حجامیست در شاہ جہاں آباد متصل مدرسۂ غازی الدین خاں دکان سخن تراشی را گرم کردہ از الفاظ

رنگین شاہدان مضامین را حنابند نمودہ سرگرم دلربائی ساختہ و سخنان خوش آئین را آب و رنگ تازگی بخشیدہ بکسوت نظم آراستہ موبمو از ناخن پا تا سر آئینہ رویان خیال را از لآلی حسن ادا در جلوہ گری آوردہ و کاکل پریشان معانی تازہ را بدست کاری خود شانۂ تدبیر زدہ بروغن خوش گوئی چرب نمودہ لیکن غلغلۂ سخن گوئیش نشتر دل سخنوران است و دبدبۂ زبان آوریش ناخن گیر جگر زبان آوران شدہ.
شاگرد میرزا رفیع سودا است، ہرچند نباضی می کند اما تا حال رگ و ریشۂ سخن در نیافتہ و مرہم گفتگویش موجب التیام جراحت عیبجویان نشدہ بقول شخصے.

استرہ ہرچند دم تیز یافت   مو سر مو نتواند شگافت

بلی حجام برای سرتراشی شاید بجہت سخن شناسی ارذال اگر در فنون و علوم کامل بر آیندہ اشراف در چشم مردم ناقص و بے اعتبار نماید ولہٰذا مرا ازیں چہ کار:

شعر نیکو پسر نیکو را   معتقد باش زہر کس باشد

ہر دم نظر آتے ہیں نئے یار تمہارے   ہم جی چکے گر یہی ہیں اطوار تمہارے
یہ جی میں تمنا ہے کہ ان آنکھوں سے پوچھوں   بچتے نہیں کس راہ سے بیمار تمہارے
مت بند قبا کھول کے گلزار میں جاؤ   ہوتے ہیں ابھی گل گلے کے ہار تمہارے
اس کاوش مژگاں کو گلہ مجھ سے عبث ہے   اے آنکھو یہ بوئے ہوئے ہیں خار تمہارے
شہرہ ہیں مہ و خورشید کہاں نظروں میں میری   ہم نے تو عیاں دیکھے ہیں رخسار تمہارے
اب شوخ کے کوچے میں نہ جایا کرو حجام   اک دن کہیں چھن جاویں گے بتیا تمہارے

تم جو ہم سے نہ ملوگے تو ضرر کیا ہوگا   ہم اسی غم میں اگر جاویں گے مر کیا ہوگا
کیسے رخساروں کے لیتا ہے مزے خوباں کے   بہتر اس سے کوئی حجام ہنر کیا ہوگا

ہجر اگرچہ تذکرۂ فضائل محامد و محاسن ہمیں برادر قبلہ گاہی، مظہر فیوض الٰہی مولائی و استادی، مولوی خیر الدین محمد الہ آبادی المتخلص بہ حسرت دریں تذکرہ مناسب نبود چہ آنجناب کمتر التفات بجانب بند و حشیان مضامین ریختہ دارد، لیکن بنابر شاگردی و غلامی کہ مؤلف را قطع نظر از برادری در آں حضرت متحقق است، دل بیزبان گوارا نکردہ کہ ایں تذکرہ کہ اول تالیف ایں ہیچمدان است از احوال حیرت افزایش خالی باشد، گو از ذرہ در وصف آفتاب چہ آید۔

چہ نسبت ذرہ را با مہر انوار   نیاید از خزف توصیف گوہر
اگر خواہم کہ باشد آبرویم   ہمیں گویم کہ من شاگرد اویم

ز شاگردم غلام کمترینم　　　بگرد خامهٔ او خوشه چینم

لیکن تبرکاً و تیمناً برخی از حالات آن ستوده صفات در تحریر کشیده این مجموعه را زیب آرایش می بخشم، باید دانست
که تولد وی سلمه الله تعالی در عشرهٔ اولی شهر صفر شانزده صد و شصت و پنج است بمقتضای این مصرع: سالیکه نکوست از بهارش
پیداست، گاهی در عهد طفولیت مزاجش بلهو و لعب چنانچه طرز طفلان است مائل نبود تا آنکه اکثر از بزرگان آگاه دل او را
خطاب مولوی می کردند، چون بمکتب خواندن شروع نمود طبع عالیش بحدی بود که سبق طفلان مکتب بمجرد شنیدن از بر میکرد و
قصائد و رباعیات که یکبار کسی میخواند در ذهن او جای گرفت و سبق ناخوانده مثل خوانده بیان میکرد و پیوسته شوق اکتساب فوائد
و تمنای ادراک صحبت اکابر و اماجد در مکمن سینه متمکن می کرد و همیشه خواهش خواندن کتب عربی اظهار میساخت، از سنین
عمرش چهارده گذشته بود که روزی قدوة الواصلین شاه غلام قطب الدین مصیب و جناب اعلم العلماء مولانا محمد حسین محزون
قدس الله اسرارهما بنیت ملاقات پدر بزرگوار مدظله العالی تشریف فرما شده بودند اتفاقاً جناب مولانا بجانب وی اشاره فرمود
آب طلبید، چون باین سعادت سرفراز شده حضرت مصیب از طریق امتحان و انبساط فرمود این قدر دیر کرده برای ما
بیاید از اندرون خانه بیره های پان تیار کنانیده آورد. آنحضرت متبسم شده فرمودند که چه طلبیده بودم گفت پان چرا که درین
جا هیچ از آب نبود که از آن کم کرده می آوردم پس دانستم که مطلب شریف آنست که از لفظ آب که آن را در هندی پانی گویند
یارا کم کرده بیارم، هر دو بزرگوار برای وی آفرین کردند، مولانای محزون از جودت طبیعت وی محظوظ شده از حضرت قبله گاهی درخواست
فرمودند که این فرزند خود را بمن دهند تا وی را تعلیم نمایم چرا که تربیت پذیر است و شوق تحصیل علوم دارد، چون این سخن بهترین
آرزوی قبله گاهی بود مدعا و ملتمس بقبول نمود، از آن روز ملازم خدمت آنحضرت شده از فوائد علوم ظاهری و فیوض ریاضات باطنی
آنچه باید و شاید در اندک مدت قلیل اقتباس فرمود. کتب تحصیلی مرتب گذرانید و از حکم شریف وی بر مسند افاده نشسته بدرس و تدریس
طالبان علم اشتغال نمود. هنوز عطش طلب در لب و دهان داشت و اشتهای اکتساب فوائد از معدهٔ خاطرش نرفته که آن
سرچشمهٔ فوائد نامتناهی و مائدهٔ نعمت الهی را فلک کجرو از این عالم برداشت و برد و بر طالبان فوائد ابواب حسرت کشاد پس جناب
برادرم سلمه الله تعالی جهت تحصیل دو سه کتاب که از مطولات ضروری که باقی بود در جونپور جلوه فرما شده در خدمت مولانا محمد عسکری
که از مشاهیر زمان بود تا عرصهٔ یکسان اکتساب نمود. در آن حین هم ده دوازده طالب علم از خدمت شریفش اکتساب و استفاده
مینمودند. آن جناب جز امتحانات بهیچی نمی گرفت. در آن ایام از سال عمرش بیست سال گذشته بود که جناب اقدس الهی او را
باین عطیهٔ عظمی ممتاز و مباهی ساخت. بعد معاودت از جونپور بوطن مالوف بسبب تدریس طالبان علم مشغول شد ناگاه از چشم زخم
چشم بد حسودان بدین عارضهٔ ضعف بصارت [illegible] گشته [illegible] در آن [illegible] تا [illegible] تدریس [illegible] بعد دو سال چند ماه که

آں عارضہ دفع شد، تفرقۂ تنگی معاش افتاد در جہت تلاش ما یحتاج خیال سیاحت در خاطر آوردہ غرض با آنہمہ بی التفاتی و پریشانی خاطر آنقدر استعداد ادراک مقاصد و یاد فوائد مطالب در آنحضرت دیدہ می شود کہ درایں زمانہ از ہیچ احدی شنیدہ نشدہ آنجناب صاحب تصانیف عربی و فارسی است از جملہ کتابہای فارسی کتاب مظہر الغرائب است در مناقب علی ابن ابی طالب علیہ السلام و کتاب وسیلۃ النجات و الوصول، شرح مثنوی معراج القبول گلزار اسرار در لطائف ابرار و کتاب خوارق قادریہ کہ برای حضرت بادشاہ تالیف نمودہ و کتاب لطائف الابرار در مباحث طرفادی اہل سنت و امامیہ و کتاب تحفۃ المجالس در ذکر آثار سلاطین، و سوای ایں ہمہ مسودہای بسیار اند تفصیل ایں موجب تطویل است۔ اگرچہ انتساب قطرہ بدریا عین بی ادبی است و اقتباس ضیا از ماہتاب غایت بوالعجبی لیکن بنا بر نسبت غلامی کہ سابق گفتم اگر در ذکر مکارم اخلاق و محاسن اوصاف آنحضرت مبالغہ نمایم شاید مردم خردہ گیر بخود ستائی حمل نمایند گفتار ایں بیمقدار را گزاف دانستہ زبان اعتراض کشایند ناچار از اطناب اجتناب نمودہ عمل بریں قول نمودم "آنجا کہ عیانست چہ حاجت بہ بیان است" از جناب قدس الٰہی تمنا دارم کہ پیوستہ در سایۂ عاطفت عالی بسر برم و نفس قدسیم را با قالب عنصری پیوند است از دیدہای مفتون دیدارش روز سیاہ غارتت دیگر نبینم و ہمیشہ ملازم خدمتش باشم۔ آمدم بر سر مطلب کہ آنجناب را باوجود شوق سخن و قدردانی سخنوراں رغبت شعرگوئی نیست۔ میفرمایند کہ در اوائل حال ہوای شعرگوئی در سرم جا گرفت، تا چند غزل فارسی و ریختہ گفتم و دُرہای معانی تازہ را بآئین شائستہ در سلک نظم سفتم او تعالیٰ مرا بحدی اثر قبول بخشید کہ پسند خاطر سخنوران کامل بلکہ محل حیرت دانشمندان و اہل دل شد، چوں ایں خبر بحضرت استاد رسید، مرا طلبیدہ فرمود شنیدہ ام کہ تو شعر میگوئی بالفرض اگر خواہی گفت از فلاں و فلاں کہ مشاہیر شعرا استند برتر خواہی شد شعرای ایں زمانہ را بحدی مبتذل ساختہ اند اگر تلاش کنی دریں شہر از بادشاہ برآیند کہ دم شاعری میزنند اگر تلاش مولوی و عالم کنی بجز نام ہیچ یکے یاد و بہم نرسد پس چرا از تحصیل علم تساہل نمودہ در فکر شعر اوقات خود ضائع و پریشان می کنی۔ پس قسم خوردم و از آں روز شعر بقصد نگفتہ ام، مگر بحسب اتفاق و ضرورت محل و مقام دو مصرع و بیتی از خاطر سر بر میزند در ایام خردسالی آنجناب روزی در محفل یکی از دوستانش کہ دم از سخنوری میزد ایں مطلع از نتائج طبع خود خواند۔

بسکہ دم از صفا زند موی بموی موی تو — آئینہ آب میشود روبروی روی تو

و گفت کہ روبروی بسیار سخنوراں خواندم از کسی ایں قسم مطلع بہم نرسید بمجرد اطلاع بریں مطلع فی الفور مطلعی ظہور او انشا فرمود۔

ای مہ و مہر منفعل روبروی روی تو — شاہ و گدا بہ جستجو کوی بکوی کوی تو

اہل مجلس بمشاہدۂ ایں جودت طبیعت زبان بہ تحسین کشادند و شاعر نیز از روی انصاف بحسن و صفای ایں مطلع کہ بایں زودی چوں مہر منیر از مطلع طبع صفایش سر بر زدہ اعتراف نمود و مثنوی مناجات کہ در آخر کتاب مظہر الغرائب در یک جلسہ

قریب صد بیت گفته و درہای مضامین رنگین را بہ آئین تازه در سلک نظم سفته، اکنون که تذکرهٔ تعریف مثنوی مذکور تقریباً در میان آمد دل مشتاق به ترقیم آن درین تذکره رغبت میدهد- اولاً ابیات چند از آن تسطیر مینمایم من بعد از اشعار ریختهٔ آنچه بخاطر دارم به تحریر درآرم۔

بادشاها بہ سید دوسرا — احمد مجتبیٰ شفیع ورا
بعلی ولی وصی رسول — ہادی راه دین زوج بتول
حق آں بضعهٔ رسول خدا — کہ بود فخر مریم و حوا
بحق آں امام اهل صفا — حسن مجتبیٰ شهید جفا
بہ حسین کہ گشته است شهید — بر رضای تو از سپاه یزید
بطفیل امام دین باقر — منبع علم اول و آخر
بهر آں ستر حضرت سبحان — جعفر صادق آیت ایمان
حرمت شاه دین امام ورا — کاظم الغیظ حضرت موسیٰ
برضای رضا امام کبار — کہ رضامندی تو داشت شعار
بہ تقی بادشاه متقیاں — آں بہ تقویٰ پناه متقیاں
از برای نقی نقاوهٔ دین — سرور سروران ملک یقین
بحق عسکری محیط کمال — مجمع علم و فضل و جاه جلال
بہ امامی کہ گشته است نہاں — بہر اتمام حجت یزداں
آنکہ چوں ختم انبیای کبار — ہست ختم ائمهٔ اطہار
کہ مرا در ولای آل نبی — گلعذاران باغ مطلبی
خاص در حب حیدر کرار — در حیات و ممات ثابت دار
تا کہ روح است حاکم تن ما — نشود دیو نفس رہزن ما
نہ برم التجا بدرگہ کس — فضل تو باعث رفاہ ہم بس
وقت تنگی و بیکسی و فتور — حال درماندگی و عجز و قصور
کہ بہ شوکت و حشمت و شاں — بجوی ہم نمی خرند در آں

مینماید رخ چو بدر منیر — سرور اولیا امیر کبیر
تا من زار خوشدل و شاداں — رو کنم و سپارم جاں
هم ز رنج سوال گور مرا — برهاند شهنشهٔ دوسرا
در قیامت که دار و گیر بود — بکفم دامن امیر بود
چوں که در زمرهٔ زیانکاراں — حاضر آیم خسته و حیراں
یک طرف سر زبار عصیاں خم — یک طرف چشمها ز حسرت نم
در پس من مؤکلات عذاب — ایستاده در انتظار عتاب
من سراسیمه حال تنگ تباه — ناامید از نجات خویش و پناه
ناگہاں شافع گنہگاراں — در قیامت قسیم نار و جناں
میرسد بر سرم ز لطف کمال — برهاند مرا ز بیم و بال
دست من گیرد و نجات دهد — از بہشت بریں برات دهد
زاں جماعت مرا بروں آرد — در محبان خویش بشمارد
ملکا گرچه من گنہگارم — چوں بر افضال تو نظر دارم
بکن ایں دعوتم قبول قبول — بطفیل رسول و آل رسول

مناجات درجناب امیر کبیر

سرورا سیدا ولی خدا — شافع عاصیاں بروز جزا
صفدر بادشاه کون و مکاں — قبلهٔ دین و کعبهٔ ایماں
خانه زاد خدا و نفس رسول — مرشد جبرئیل و زوج بتول
مصطفیٰ راهمیشه یار و ظہیر — خلق را هادی و بشیر و نذیر
کعبه از مولد تو یافت شرف — از وجود تو گشت حق بطرف
از درت بهره ور صغیر و کبیر — در جنابت رجوع میر و فقیر
بر مطیعان و منکراں یکساں — ابر احسان تست فیض رساں
روز محشر بوقت تنگی جاں — مجرماں راز حکم تست اماں

قریب صد بیت گفته و دربای مضامین رنگین را به آئین تازه در سلک نظم سفته، اکنون که تذکرهٔ تعریف مثنوی مذکور تقریباً در میان آمد دل مشتاق به ترقیم آن در این تذکرهٔ رغبت میدهد- اولاً ابیات چند از آن تسطیر مینمایم بعد از اشعار ریخته آنچه بخاطر دارم به تحریر در آرم۔

بادشاها به سید دو سرا — احمد مجتبیٰ شفیع ورا
بعلی ولی وصی رسول — هادی راه دین زوج بتول
حق آن بضعهٔ رسول خدا — که بود فخر مریم و حوا
بحق آن امام اهل صفا — حسن مجتبیٰ شهید جفا
به حسین که گشته است شهید — برضای تو از سپاه یزید
بطفیل امام دین باقر — منبع علم اول و آخر
بهر آن سر حضرت سبحان — جعفر صادق آیت ایمان
حرمت شاه دین امام ورا — کاظم الغیظ حضرت موسیٰ
برضای رضا امام کبار — که رضا مندی تو داشت شعار
به تقی بادشاه متقیاں — آں به تقویٰ پناه متقیاں
از برای نقی نقاوهٔ دین — سر در سروران ملک یقین
بحق عسکری محیط کمال — مجمع علم و فضل و جاه جلال
به امامی که گشته است نهاں — بهر اتمام حجت یزداں
آنکه چوں ختم انبیای کبار — هست ختم ائمهٔ اطهار
که مرا در ولای آل نبی — گلعذاران باغ مطلبی
خاص در حب حیدر کرار — در حیات و ممات ثابت دار
تا که روحست حاکم تن ما — نشود دیو نفس رهزن ما
نه برم التجا بدرگه کس — فضل تو باعث رفاهم بس
وقت تنگی و بیکسی و فتور — حال درماندگی و عجز و قصور
که بهم شوکت و مشیخت و شاں — بجوی هم نمی خرند در آں

مینماید رخ چو بدر منیر — سرور اولیا امیر کبیر
تا من زار خوشدل و شادان — روی او بینم و سپارم جان
هم ز رنج سوال گور مرا — برهاند شهنشه دوسرا
در قیامت که دار و گیر بود — بکفم دامن امیر بود
چون که در زمرهٔ زیانکاران — حاضر آئیم خسته و حیران
یک طرف سر ز بار عصیان خم — یک طرف چشمها ز حسرت نم
در پس من موکلات عذاب — ایستاده در انتظار عتاب
من سراسیمه حال تنگ تباه — نا امید از نجات خویش و رفاه
ناگهان شافع گنهگاران — در قیامت قسیم نار و جنان
میرسد بر سرم ز لطف کمال — برهاند مرا ز بیم و بال
دست من گیرد و نجات دهد — از بهشت برین برات دهد
زان جماعت مرا برون آرد — در محبان خویش بشمارد
ملکا گرچه من گنهگارم — چون بر افضال تو نظر دارم
بکن این دعوتم قبول قبول — بطفیل رسول و آل رسول

مناجات در جناب امیر کبیر

سرورا سیدا ولی خدا — شافع عاصیان بروز جزا
صفدر پادشاه کون و مکان — قبلهٔ دین و کعبهٔ ایمان
خانه‌زاد خدا و نفس رسول — مرشد جبرئیل و زوج بتول
مطلق را امیر یار و ظهیر — خلق را هادی و بشیر و نذیر
کعبه از مولد تو یافت شرف — از وجود تو گشت حق بطرف
از درت بهره در صغیر و کبیر — در جنابت رجوع میر و فقیر
بر مطیعان و منکران یکسان — ابر احسان تست فیض رسان
روز محشر بوقت تنگی جان — مجرمان را ز حکم تست امان

نظری کن به بدنصیبی من	رحم فرما بر آن عسیری من
گرچه من سربسر گنهگارم	عاصیم عاجزم تبه کارم
در همه حال غیر فسق و فجور	از من زار نامده بظهور
وقت در لعب و در مناهی رفت	کشتی عمر در تباهی رفت
چه شود گر کشی بوقت محن	قلم عفو بر جرایم من
تا که باشیم زنده در دنیا	لطف تو یاد یار و یاور ما
هم بوقت فراق روح ز تن	تو شوی باعث رهائی من
بر سرم چون نسیم مرگ وزد	خاک من تا بکربلا برسد
در جوار خود ای ولی خدا	ساز بهر حسین مدفن ما
در زمان سوال گور مرا	دستگیری کن برای خدا
در صف حشر یا امام کبار	خواهی از حق شفاعت من زار
زاهدان را شفیع گردیدن	عابدان را بلطف بگزیدن
بغلامان خود عطای جنان	نیست پیش تو هیچ کار کلان
کار باشد شفاعت آن کس	که شده صرف عمر او به هوس
نه نموده ادای صوم و صلوة	نه گهی میل سوی حج و زکوة
جز دغلبازی و زیان کاری	غیر غمازی و دل آزاری
هیچ کاری نکرده فعل حسن	شد اوقات او بدرد و محن
آن گنهگار و سیاه منم	بخت برگشته و تباه منم
نیست جز معصیت بضاعت من	خواهش دیو نفس طاعت من
گر تو خواهی شفاعت من زار	از خداوند قادر و غفار
همه قدر شفاعتت دانند	شافع عاصیان ترا خوانند
گر ز اندازه پا برون کردم	عرض مطلب ز حد فزون کردم
لیک فضلت پناه من باشد	لطف تو عذرخواه من باشد

چون جنابت سپهر احسان است | ابر از همت تو حیران است
بخشش بیکرانست کار ترا | از عطای کم است عار ترا
یک همین بس گماشته ام | آرزوی عظیم خواسته ام
حل این مشکلات بی پایان | نیست پیش تو هیچ کار کلان
بعد از حق درود یا مولی | بر روان تو تا ابد بادا
هم بر ارواح اهل بیت تو باد | صلوٰة و سلام بے اعداد

این چند اشعار ریخته از نتائج ناظر اوست که بتقریب بود و بالفعل در صفحهٔ سینه منقوش مانده.

کہلادیں گے کس کر یار تجھ بن | اور کون کریگا پیار تجھ بن
حال شب ہجر کیا کہیں یار | ہم رہتے ہیں بیقرار تجھ بن
پتھر پہ کبے سر اور سر پہ پتھر | رہتا ہے یہ کاروبار تجھ بن
اس حسرت دل جلے کا پیارے | کوئی نہیں غمگسار تجھ بن

۴۲ میرزا محمد حسین حسینی تخلص پسر آقا حسین اصفهانی جوانیست بسیار قابل و اهل دل مرزا اوقات خود در خدمت فقرا بسر برده و از فیض صحبت صاحبان کمال نصیبه بر داشته در علم طبابت دست داده و در فن تکیه علی قدرتی در وضع سپاهگی بسر میبرد. واقعات قتل و روایات محن مقامات شهادت حضرت سید الشهدا علیه السلام را خوش میخواند که از جوش از سر سامعان میبرد. پدرش همراه نادر شاه بدهلی آمد چون سلطان بعد ضبط دولت مراجعت بطرف ولایت کرد و کار آشنائی راه با نصوب دهلی برگشت و آنجا متاهل گشت. میرزا محمد حسین همونجا متولد شد چون بسال بلوغ رسید همراه پدر در اله آباد متوطن شد. پدرش در اله آباد برحمت حق پیوست و از چندی در رفاقت وزیر الممالک آصف الدوله بهادر بسر میبرد. با گرامی برادرم دام ظله بغایت مربوط است. وقت تحریر یک شعر وَرکن خاطر بود نوشته شد:

حسینی بتوں سیتی ہرگز نہ ملیو | یہ کافر ہیں ان سے نہ اسلام ہوگا

۴۳ هیبت قلی خان حسرت مرشد آبادی در عهد نواب سراج الدوله ناظم بنگاله عرض بیگی و مختار سوال و جواب سرکار او بود. فراغت و عمدگی بمرتبه داشت و امدادی از هیبت او یارای سرکشی نداشت. بعد شهادت نواب که نمک بحرامان کجبازی کرده در مصائب نادیدنی مبتلا ساخت. اکنون در مرشد آباد بحسرت اوقات در ماضی ایام عمر خود را بسر میبرد و طبع بسیار موزون در سا دارد. گاه گاهی فکر ریخته و غزل میکند صاحب دیوانست. استفاده سخن از میر باقر حزین نموده و خواهر میر موصوف نیز بوی کدخدا شده مدتی در صحبت

میرسر برده، واز فیض صحبت وی بایں رتبہ رسیدہ۔

جب حیدر سیتی روشن ہوا سینہ میرا — ہوگیا دُرِ نجف دل کا نگینہ میرا

ہے جھوٹ کہ حسن کا تھا بانی یوسف — رکھتا تھا کہاں یہ نوجوانی یوسف
یہ کنبزکی باتیں کہ یوں تھا وہ یوں تھا — واللہ نہ ہوگا تیرا ثانی یوسف

زلف و رخ یار دیکھتا ہوں — کیا لیل و نہار دیکھتا ہوں

غیروں سے مل کے آنا ہم کو تو بھول بیٹھا — ای آشنا کسی کے اے آشنا کسی کے

میرا آتا ہے وہ قاتل سپاہی — مجھ تو سرخرو کیجو الٰہی

۸ حاضر محمد شاہ، حاضر تخلص درویشی است متوطن زمانیہ اکثر در خدمت صاحبان فضل و کرامت باطنی و ظاہر حاضر شدہ و در فیض صحبت بزرگاں و سخنوران بفیض باطنی و ظاہر ماہر گشتہ حضوری خدمت سراج الدین علیخاں آرزو و لالہ ٹیک رام خوش گو نیز دریافتہ و از صحبت شاں فیض یافتہ در فن شاعری حضور تمام دارد و دقائق و رموز سخنوری را چنانچہ می باید حل کردہ، صاحب زبان فارسی و ریختہ است. ایں چند اشعار از وست۔

صبح اٹھ ظالم قیامت کر گیا — دور سے صاحب سلامت کر گیا

ایسا خدا کرے تو دوانا کسی کا ہو — رسوا ہم اپنے ساتھ تجھ کو بکو کریں

تیری صورت سوا نہ تھا کچھ اور — آئینے میں تلاش کر دیکھا

شب کو خورشید رو نکل بیٹھا — ماہ در پردہ میں نثار ہوتے ہیں

خلیل ۲۰ علی ابراہیم خاں، خلیل جامع اصناف کمال شاعر عدیم المثال است ازآں ابراہیم خلیل نار آذری گلزار شدہ و ازیں ابراہیم خلیل گلزار سخنوری رونق و بہار پذیرفتہ۔ مولدش موضع شیخپورہ نواحی بلدۂ عظیم آباد است و نشو و نمایش مرشد آباد۔ در وقت نواب مہابت جنگ بمرشد آباد آمدہ و سامانی از ثروت و جاہ بہم رسانیدہ و در ایام حکومت نواب عالیجاہ میر محمد قاسم خاں باعلیٰ مراتب حشمت و جاہ رسیدہ و سرآمد سرداران سرکارش گردید چوں نیر طالعش در عروج بود در روز بروز بمعارج دولت صعود مینمود تا در خانۂ نواب مظفر جنگ نایب ناظم بنگالہ مختار و مدار المہام گردید، لیکن از برہمی اطوار روزگار جفا کار مدتیست کہ خانہ نشین گشتہ و باوجود خانہ نشینی مرجع خلائق است۔ طبعش بس موزوں و رساست و فکرش از حد عالی یاب و عقدہ کشا۔ شیریں زبانی او سامعاں را حلقہ بگوش می سازد و خوش خلقی و زباندانی او از سر شکراں ہوش میرباید۔ نظمش در سلک فصاحت منتظم و جواہر نثرش بنہایت کامل العیار و مستحکم۔ مدتیست کہ در تالیف تذکرۂ شعرای متقدمین و متاخرین کمر سعی برمیان بستہ و تذکرۂ محافل الشعرا نامش نہادہ، لیکن بلند حوصلگی

رسای وی قانع بر حاصل نیست چو بست نعرهٔ هل من مزید بگوش میرساند لهذا تا حال آغازش به انجام نرسیده و ابتدائش صورت اختتام نپذیرفته. در سنه یکهزار و یکصد و نود و دو هجری که مؤلف بعزم کلکته وارد مرشدآباد شده از سبق موقتیکه باوی بود اکثر از ملاقاتهایش انبساط خاطر محزون و پریشان و انشراح طبیعت افسرده حیران حاصل میشد چون این فقیر در آن زمان در پی تالیف حالات شاعران زبان ریخته بود از دوستان آن دیار شنیده که وی در ضمن تالیف تذکرهٔ محافل الشعرا تذکرهٔ شعرای ریخته نیز ترتیب داده و اشعار اساتذه چیده و پسندیده در آن درج لآلی آبدار درج نموده؛ حالات وی نیز مشروحاً با اشعارش در آن مندرج است، بخواهش تمام در خدمت وی استدعای آن تذکره نمودیم تا از آن حالات اساتذه که از حالات شان بما خبر نرسیده خصوصاً احوال وی را از تالیف وی استخراج نمایم لیکن خداوند بخاطرش چه خطور کرد و بهمت رسایش چرا قصور نمود که ابا و انکار آورد. مکرر ارشاد نمود که بعد ترتیب پریشان ما ختم والله اعلم بعد تحریر تذکره در ماه رجب المرجب سنه یکهزار و یکصد نود و پنجم هجری که نواب عماد الدوله گورنر جنرل مستر هستین بهادر جلادت جنگ بعزم تسخیر ممالک مغرب از کلکته نهضت فرموده وقت جلوه افروز شدن بلدهٔ مرشدآباد خان موصوف را بصد اکرام و اعزاز بهمراهی خود سرفراز نموده. چون راجه چیت سنگه از شامت کردار و اعمال خویش از ملک خود اخراج شده عدالت دیوانی آن ملک بضمه عدالت فوجداری بوی تفویض نموده بعنایت خلعت فاخرهٔ مختاری و حکمرانی بلدهٔ بنارس وی را مباهی ساخته اکنون در آن ضلع مرجع خاص و عام و ملجای انام آن مقامست. اینچند اشعار از زبان دوستانش در بلدهٔ عظیم آباد بسمع رسیده بود بقید قلم آوردم.

خلش رکھتا ہی جی سے دل مرا جوں خار پہلو میں — ہوا رکھنا اب اس دشمن کا کیا دشوار پہلو میں
دل پر درد ہو جس کا اسے آرام مشکل ہو — یہ سچ ہے، کیوں کہ سووے جس کے ہو بیمار پہلو میں
وہ مر جاوے کی جا ہی جس جگہ ایسی قیامت ہو — کہ بیٹھا ہو رقیب اور اس کی ہو دلدار پہلو میں
لہو رونے سے میری تر ہوا جیب و بغل آخر — خلیل آنکھوں کی ہاتھوں ہو گیا گلزار پہلو میں

قاتل مرا جی ہی تیری کینہ سی گیا — زخم اتنے لگے بھو کہ جینے سی گیا
ٹانکے بھرتے ہی بھرتے چھاتی بھر گئی — آخر سینہ ہمارا سینے سی گیا

اٹھ گیا کون پاس سی میرے — اڑ گئے کچھ حواس سی میرے

خزاں نے کس ستم سے باغ سارا صاف لوٹا ہی — کہ نے بلبل کا گھر باقی ہے نہ گل ہے نہ بوٹا ہی

بیچتا ہوں میں دل سوختہ خاشاک کی مول — مال بے آب ہے یہ کاش بکے خاک کی مول

یکجا نہیں دل کہ کہیے واں ہی — دیوانہ کہاں جہاں تہاں ہے

اے اشک نہ کیجو آشکارا — منہ پہ نہ چڑھے جو کچھ نہاں ہے
منزل نہ کرے جو کوئی ابد تک — وہ اشک کا میرے کارواں ہے
نالہ مرا سن گلی میں پوچھا — بیرحم نے کس کا یہ فغاں ہے
لوگوں نے کہا خلیل ہوگا — بولا کہ وہ اب تک یہاں ہے
کوچہ سے شتاب اس کو نکالو — دروازے پہ میرے کوئی ہاں ہے

اک بوسہ کی مجھ کو بھت رخصت نہ ملی — اور عرض کروں جو اس سے مجھ کو جرأت نہ ملی
لوگ آ گئے دو وہیں جو اک بار جو ملا — ملنے کو ملا پہ دم کی فرصت نہ ملی

۴۶ بنگالی لعل خوشدل منشی ٹھاکرداس صنیر مگلیفت کہ در بنگالی نژاد است در عظیم آباد بفراغبالی وخوشحالی زیست میکند در انشا پردازی و زبان آرائی دستے دارد و در سخن سرائی و املا سازی مهارتی این قطعہ از وست۔

خوشدل میں اپنے یار سے پوچھا جو ایک روز — تیرے قدم کو ہاتھ مرے مہرباں لگے
سنتے ہی اتنی بات کے غصے سے ہوں چڑھا کے — بولا کہ از ادب کو کوئی ہے کہ ہاں لگے

۴۷ گھاسی رام خوشدل از شاہجہان آباد است در فیض آباد خوش دل در کار سرکاری مشغول می باشد بسبب ذوق طبع گاہ شعر ہم میکند میر حسن در تذکرہ خود این دو شعر بنام او نوشتہ۔

تو جو چاہے کہ رہے حسن پہ مغرور سدا — یہ غلط ہے نہیں رہنے کا یہ دستور سدا

۴۸ محمد یار خاکسار عرف کلو از خدام درگاہ قدم شریف شاہجہان آباد است تقی میر دیدا گرچہ خاکسار تخلص میکند لیکن خود را بسیار دور میکشد و از سفلگی آبروی ریختہ را ریخت مؤلف گوید مردم چشم این خاکسار را شعار عیب جوئی را شعار ندارد از اشعار آبدارش کا است از خوت دیگر نگش اوچہ کار الحق اشعارش بسیار دلچسپ معلوم می شود از وست۔

کیا ہو حاصل تجھ نا صح سر کے سمجھانے میں — آہ جوں شمع ہے بات مری مر جانے میں
روز سے خاکسار کے سوا نہیں کوئی — اس خانماں خراب کو جیگا نہ اکرے

۴۹ خادم علی خان خادم خلف احمد علیخاں ساکن عظیم آباد از اقربا ابراہیم خلیل جوانیست با تمکین و حیا آشنا پرست ولیا نام فقرا بیانی زیادہ شعر ہم بلعش بسیار رسا است و در مضمون بندی ہم کر آشنا اگرچہ مؤلف او را ندیدہ است لیکن تعریف او از زبان دوستان بسیار شنیدہ و غائبانہ با وی محبت دارد بقول شاعر۔

آنکس کہ بجائے دیدہ باشد — نادیدہ بجائے دیدہ باشد

رات دن فرقت میں اس کی اس قدر ناشاد تھا — آسماں نالی سے اس کے آسیا ی باد تھا
پاک کب آلودگی اپنے سے زاہد ہو سکے — مثل طفل اشک تر دامان مادر زاد تھا

یار جا پہنچے اپنی منزل کو — ہم رہے باندھتے ہی محمل کو
دم کو لینے بھی نہ دی فرصت — آفریں ہے ہماری قاتل کو

۸۰/۱۲ سید حیدر علی خادم ولد سید نظام الدین متوطن بیرہوم کہ از متعلقات صوبہ مرشد آباد است درویست بسیار خلیق و خادم فقرا در نساخی مہارت کلی و در سلیقہ عبارت نویسی دستگاہ کافی دارد خود می گفت کہ پدرم از خوف مرہٹہ با اہل و عیال بطرف پورنیہ کہ متصل آن دیار است رفتہ تولدم ہم بہمانجا بظہور آمد آخر مادرم در ہمین ایام برحمت خدا پیوست پدرم چون بوطن اصلی برگشت در صدد پرورش من کہ سن برسیت چون خانہ نشینی اختیار کرد دایہ یا ہمان کہ داشت در تصرف آورد آخر ناچار شدہ مرا بفرزندی زینت خان افغان کہ صاحب جمعیت بود دادہ در پی تلاش معاش رفت من در سایہ شفقت خان مذکور پرورش یافتم و بسبب قرابت بایزید خان نام مرا مشہور ساخت پس بدولت او رسیدم تا حد بزرگ رسیدم در تولا در خدمت نواب سید الملک سلاللہ خان کہ از مشاہیر روزگار است بسر می برد با مولف مہر دارد و در تمام ماتم تخلص میکند و اکثر مرثیہ جناب سید الشہدا علیہ السلام گفتہ است شعر فارسی و ریختہ خوب میگوید از وست

آب خنجر ہے ترا مجھ تشنہ کامی کی دوا — منتظر رہتے ہیں تیری قتل کی جلاد ہم
کس کی تئیں گردوں نے دنیا میں کیا ہنیں کامیاب — لیکن اس کی فیض سے اک رہ گئے ناشاد ہم
باغباں کے ظلم سیتی گلشن ہستی کی بیچ — مثل بلبل روز و شب کرتی ہے فریاد ہم
منتظر دیدار کی بیٹھے ہیں کئی مدت سی ہم — رہگزر اور تیرے کاے قامت شمشاد ہم
فصل گل میں بلکہ ہو وے گرم بازار جنوں — طرز نازکی کریں گی بلبلو ایجاد ہم
شکوۂ دشمن بیاں کرتی ہیں جا کر دوست کی — دوست جب دشمن ہیا و کس سی پا ہیں داد ہم

۸۲/۹۹ خواجہ میر درد میر میدان سخنوریست و خواجہ دودمان برتری نام سرگشتگان وادی این فن دستگیر از پا فتادگان راہ سخن مرہم درد دردمنداں گرہکشای عقدۂ مستمنداں در طائفہ شعرای ریختہ عمدہ اشخاص و در اعوان و اقران خود خاص الخاص خاندان عالیشان دارد بزرگان وی از قدیم متوطن شاہجہان آباد اند پدر وی حضرت میر ناصر مقتدای خاص و عام مرجع جمہور انام بود و وی ہم در علم ظاہر و باطن و اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ قدم بقدم والد ماجد خود است اشعار فارسی ہم میگوید لیکن میلان خاطرش اکثر در بندش مضامین ریختہ دیوان ہندی وی مشہور بین الجمہور است لطیفہ شخصی نقل میکرد کہ روزی وی سلمہ اللہ تعالی بطور گل گشت و سیر بجانب گلستان رفتہ بود در مجمع احباب متصل خیابان جلوہ فرما شدہ بعضی انبساط و اختلاط اتفاقاً نظر

شریفش بر در خت‌های گل افتاد دید کہ بعضی گل پژمردہ شدہ و برخی رو بہ شگفتگی آوردہ، شادابی و افسردگی غنچہ و گل دیدہ آغاز و آل خود بخاطر آوردہ بی اختیار آہ سرد از دل پر درد برکشید و مست و مدہوش برخاست و این دوہرہ بزبان گذرانیدہ دوہرہ۔

کیسی توکون بھاوت ہی اور کیسی کی سکھ پاوت ہی — یہ پھلواری دردہیں کچھ اور ہیں دکھلاوت ہی
کلیاں من میں سوچت ہیں جب پھول کنی کمھلاوت ہی — بھادن وار بیت گیو سو وادن مو پر آوت ہی

این چند اشعار از نتائج طبع شریف اوست۔

ہم جانتے نہیں ہیں ای درد کیا ہی کعبہ ـــــ جیدھر سے ہم کرو وہ ابرو ادھر نماز کرنا
جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا ـــــ کہ نہ ہنستے ہی رو دیا ہوگا
شیخ کعبہ ہوکے پہنچا ہم کنشت دیر سے ـــــ درد منزل ایک تھی ٹک راہ ہی کا پھیر تھا
جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی ـــــ ایک بھی ہم سے ملاقات نہ ہونے پائی
ای درد بہت تو نے ستایا مجھ کو ـــــ بیدرد بہت تو نے ستایا مجھ کو
ایک تن نے جان تھا سو کیا تیرے نثار ـــــ لے درد بہت تو نے ستایا مجھ کو
جوں شمع روتے روتے ہی گزری تمام عمر ـــــ تو بھی تو درد داغ دل اپنا نہ دھو سکا
اندازہ وہی سمجھے میرے دل کی آہ کا ـــــ زخمی جو کوئی ہوا ہو کسی کی نگاہ کا
نہ ملیے یار سے تو دل کو کب آرام ہوتا ہی ـــــ وگر ملیے تو مشکل ہی کہ تو بدنام ہوتا ہی
نہ خانۂ خدا ہی نہ ہی یہ بتوں کا گھر ـــــ رہتا ہی کون اس دل خانہ خراب میں
ہم کس ہوس کی تجھ سے فلک گفتگو کریں ـــــ دل ہی نہیں رہا ہی جو کچھ آرزو کریں
آنکھوں کی راہ ہر دم اب خون ہی رواں ہی — جو کچھ ہے میرے دل میں منہ پر مرے عیاں ہی
آنکھوں کی کشمکش میں کہوں دیکھیو نہ ٹوٹے — تار نفس ہوا ای دل وابستہ میرا جاں ہی

۸۵ محمد نقیہ دردمند شاعری بود۔ دردمند و بتلاش معانی دلپسپ مستمند شاگرد منظور نظر میرزا مظہر چنانچہ خود میفرماید۔

غافل مباش مظہر از احوال دردمند — لعلیست او کہ در گرہ روزگار نیست

مولدش دہلی است از دہلی ہمراہ نواب غلام حسین خان فرزند نواب اعظم خان در عظیم آباد آمد مدتی در خدمت میر وحید قدس سرہ تحصیل علم نمودہ بعد تغیری نواب ہمراہ وی باز بدہلی رفتہ متاہل شد باز ہمراہ نواب موصوف بمع قبائل بمرشد آباد آمد و مسکن اختیار نمودہ دہمون جا برحمت خدا پیوستہ وقت تحریر از و چند اشعار یاد بود نوشتہ شود۔

ازبسکہ نیا دوست ہو وہ مایۂ ناز   اس طرح پہ ہو اس کی سخن کی پرداز
خامہ کی زباں سے جوں نکلتی ہیں حرف   پر کان تلک نہیں پہنچتی آواز
کیا ہم کو ڈراتا ہی شمشیر و سپر بستہ   جی دینے کو بیٹھے ہیں اب ہم بھی کمر بستہ

اینچند اشعار از ساقی نامۂ اوست۔

پڑا اس کی قدرت کا ازبسکہ وہم   لیا ہاتھ قدرت کا صلِ علیٰ تھام
ارے ساقی اے جان فصل بہار   یہی تھا ہمارا و تیرا اقرار
ہمارے بسرنے کی یہ فصل تھی   فراموش کرنے کی یہ فصل تھی
تری جان کی سوں غنیمت ہوں میں   سلیقوں میں ظالم قیامت ہوں میں
مرا عقل میں کون انباز ہی   ارسطو مرا اک دوا ساز ہی
فلک چرخ مارے گا گر سو ہزار   نہ لاوے گا مجھ سا کوئی رو بکار
انوکھا الموفت ہی یہ بہار   کہاں یہ نشا او پھر کہاں یہ خمار
نپٹ نقش بر آب ہی یہ جہاں   ٹک اک موج میں ہم کہاں تم کہاں
نہ یہ ہم نہ یہ باغ رہ جاوے گا   جدائی کا پر داغ رہ جاوے گا
لگن میں پڑا ایک پروانہ رات   یہ کہتا تھا ارباب مجلس کے ساتھ
کہ اس دیدہ وبال کی عرض ہی   کہ ابلاغ اس کا تمہیں فرض ہی
مرا شمع سے یہ سندیسا کہو   اسے خوب سمجھا کے ایسا کہو
یہی تھا لکھا میری قسمت میں جان   قیامت تلک ہجر وصل ایک آن
جو تجھ کو مرا خوش یہ آتا ہی حال   تو مجھ کو شکایت کا کب ہی مجال
سراپا مرا اگرچہ آتش میں ہی   سعادت مری تیری خواہش میں ہی
وہی کر تو جس میں ترا کام ہو   ولیکن نہ اتنا کہ بدنام ہو
یہ کہکر کیا کام اپنا تمام   ہوا زندگانی کا روز اس کی شام
جو کوئی عشق میں اس ادب سے مرے   خدا تا ابد اس پہ رحمت کرے

۴۸؎ داؤد بیگ، داؤد از تربیت یافتگان میاں عزلت است و شیرین کلامی او مثل ترانۂ داؤدی دل مستمعان را موم میکند۔

نمیدانم از کجا است. شعر دلچسپ از و یاد نبود بر ہمین یک بیت که از و مشہور است اکتفا کردہ۔

زلف دل بر سی مجھ کو سودا ہی   لوگ کہتے ہیں تجھ کو سودا ہی

۸۵/۹ کرم اللہ خان، در دہمشیرہ زادہ عمدۃ الملک امیر خان، انجام بود کلامش از چاشنی درد خالی نیست. بسیار خوش فکر و عاشق مزاج بود سخن را از آغاز تا بہ انجام بہ آئین عمدگی آراست۔

عشق کی آگ لگی ہی مری اب جان کی بیچ   شمع ساں جل کی بجھونگا ابھی اک آن کی بیچ
میں دوانا ہوں ترا مجھ کو نہ مار ای ظالم   قتل مجنوں کا پڑھا ہی کہیں قرآن کی بیچ
یہ دو آنکھیں جیں جو دریا سی لیتی تھی خراج   اب تو نم بھی نہ رہا دیدۂ گریاں کی بیچ

۸۶/۱ شیخ غلام احمد دوست ساکن رگتہ بہار وقت قیام بلدۂ عظیم آباد اکثر برای ملاقات مؤلف می آمد دوست یک رنگ دریافتہ می شد، اشعار طبع زاد دلچسپ و شوق انگیز می خواند از دوستانش شنیدہ ام کہ دیبا کی از ہندو بچگان ماہ رخسار تعشق داشت قطع سر رشتۂ تعلق از ہر یک نمودہ از آستانہ اش دوستی بہم رسانیدہ اکثر در محفل وی بسر میبرد یارش باوجود غرور بی کسی باوی سرساختگی و دوستی دارد۔ راست گفتہ اند۔

چوں جذبۂ عشق صادق افتد   معشوق بود کہ عاشق افتد

کریں کیوں کر کہ آئیں دوست اس سو دو حیابانہ   کہ جس کو آئینہ میں دیکھ اپنا منہ حجاب آوے
مری چھاتی کو زخموں پر نہ دے ای چشم تر پانی   کہ مرہم جس کو ہی درکار اس کو ہی ضرر پانی
ہوا ہی لخت دل سی جب سی خالی یہ مرا سینہ   بہی ہی ساتھ سیل اشک کی ہو کی جگر پانی
جو دریا میں گرا عاشق کا آنسو سو ہوا موتی   وگرنہ اس تجلی کا رکھے ہی کب اثر پانی
خدا حافظ ترا ای دوست تو اس طرح روتا ہو   کہ ہوتا ہی جگر فولاد کا بھی دیکھ کر پانی

۸۷/۸ فضل علی دانا بفضل الہی دانای زماں و مقبول سخنوران است۔ شاگرد میاں مضمون و از امداد دو فکر مضمون تازہ میکند و وحشیان مطالب رنگین را بہ آئین رنگین در دام تسطیر میکشد۔ در مرشد آباد دریں ولا بلباس درویشی بسر میبرد۔

دانا بھی کہیگا گو اس میں اس کا سر جا   معبد نرگیوں کا یا رب تمام گر جا

۸۸/۹ رای سرب سکھ دیوانہ مردیست عامل پیشہ و درست اندیشہ وقتیکہ نواب شجاع الدولہ بہادر مرحوم رای کرپا دیال را صوبداری الہ آباد تفویض فرمودہ دی ہم بخدمت میر بحری مامور بود۔ در آں ایام اکثر اوقات اتفاق دیدنش میشد۔ بسیار لسان و خوش تقریر است و در شیوۂ یار باشی بینظیر۔ ارادہ ای عظیم و ہمای رفیع در مجالس اظہار میکرد و در فن شاعری خود را بسیار دور میکشید سخنوران

سلف وخلف کمتر کرامی پسندید، لیکن ایں اثر تخلص ولیست کہ حق تعالی بفحوای الاسما منزل من السما، بہ وکثرت ستا بایں دیوانگی شخص خوبست اکثر زبان فارسی وکمتر زبان ریختہ طبع آزمائی میکند از دست۔

دل ہے کہ تیری تیغ کی آگے سے ٹل نہ جائے — رستم کو کیا جگر ہے جو تیرے مقابل نہ جائے

۸۹ محمد عابد دل برادر گرامی محمد روشن جوشش صاحب مرد کامل است بے نیاز دنیا، عابد با اثر عاشق مزاج وبہ خطر چوں ہر دو برادر در اتصاف اوصاف عدیل یکدگر اند ذکر حالات یکے از بیان اوصاف دگرے مستغنی میسازد۔

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد — طبیعت را ملال انگیز باشد

ہوئی جب دل میں پُر جگر کی آہ وفغاں پیدا — بہ رنگ شمع ہر مو کو ہوئی زباں پیدا

گریار نے آنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا — اب تک دل مضطر نے کب کیا نہ کیا ہوتا

دنیا میں خوشی کی، دل کیا قدر سمجھتے ہم — خالق نے اگر غم کو، پیدا نہ کیا ہوتا

کوئی دیکھ سکتا ہے کافر زمانہ — مری جبہ سائی ترا آستانہ

مرتا ہے ابر اس مژۂ اشکبار پر — کھاتی ہے شمع گل جگر داغدار پر

ان ہیوں سے کہیں کہ کام نہیں — آتے ہیں تو نمک حرام نہیں

قیامت ہے ظالم ترا بار بار — یہ گھبرا کے کہنا کہ گھر جائیں گے

بیزار اس قدر جو ہو میرے نام کے — فرمایئے قصور ہوا کیا غلام سے

سمجھا تھا میں کہ ہووے گا آرام گور میں — یاں بھی نصیب کا ہے چھاتی پہ سنگ ہے

سیکھا دنیا میں وضع خاکساری مور سے — جیتے جی پیدا کرائے دل آشنائی گور سے

۹۰ محمد مستعد ذہن ساکن دہلی مرد مستعد وصاحب ذہن بود در عین جوانی درگذشت از دست۔

باتیں ہماری راست انھوں نے نہ جانیاں — کیا کیا بتاں کے جی میں بھی ہیں بدگمانیاں

۹۱ ذوق شاہ ذوقی مرلیست رند مشرب وآزاد مذہب نمیدانم کہ متوطن کجاست لیکن در لکھنؤ ہمراہ رسالہ کسواران نواب آصف الدولہ بہادر میباشد وشوق شعر گوئی ومعنی جوئی دارد۔

جس جس سے تو نے ظالم آنکھیں لڑائیاں ہیں — کوچے میں ان کی لاشیں سب نے پھرائیاں ہیں

رحمت سپاہی زادے اس تیرے بانکپن پر — ابرو کی خوب دو دو سیفیں چلائیاں ہیں

خوشا احوال ان کا جو کہ پہنچے اپنی منزل پر — ہمیں تو ضعف سے چلنا اب اک فرسنگ مشکل ہے

قدم جب عشق میں رکھتے ہیں بسم اللہ کہتے ہیں — متاع دل کو اپنے فی سبیل اللہ کہتے ہیں

۹۲/۱۴ منشی آسارام ذوق تخلص متوطن غازی پور از بدو شعور بنوکری منشی گری در عظیم آباد می گذراند. ذوق شعرگوئی در نہاد طبعش جا گرفتہ و شوق معانی نو در خزینہ سینۂ وی متمکن گشتہ. در نیولا در کلکتہ است. در ایام قیام آں بلدہ باستماع اوصاف گرامی برادرم دام ظلہ بذوق شوق تمام شرف اندوز ملازمت شدہ بود. مرد بسیار درست فہم و نیک شیم بنظر آمد. شاگرد آمدنرا دولت و چنانچہ بہ شاگردیش علم افتخار می افرازد و می گوید۔

کیوں نہ ہو شعر کا تبہ مرا ای ذوق بلند — فدوی ہو کر کے فدوی کا استاد کیساتھ

ایں چند شعر بطریق یادگار بتذکرۂ مؤلف گذرانیدہ۔

دل تو کہتا ہے آنکھوں نے مجھ کو کیا خراب — آنکھیں کہیں ہیں دل ہی نے ہم کو تباہ دیا

بگڑا کسی کا کچھ نہیں اے ذوق مفت میں — دونوں کی ضد نے خاک میں ہم کو ملا دیا

مت نکل اشک مردیدۂ تر کے باہر — طفل آوارہ قدم رکھیو نہ گھر سے باہر

آخر یہ ذوق تجھ شوق کے معنی یہ ہیں — جان جاتی ہے ادھر کثرت دیدار ہنوز

باغ دنیا میں اب مجبو یارو — نہ غرض گل سے ہے نہ خار سے کام

دل پر داغ کی کروں ہوں سیر — نہ خزاں سے کچھ نہ بہار سے کام

بن تیرے تو ہم حور سے بھی جام نہ لیں گے — جنت کا ترے کوچہ نشیں نام نہ لیں گے

باتوں سے تسلی نہیں ہوتی ہے ہماری — مرجائیں گے پر منت پیغام نہ لیں گے

آگاہ اگر جور سے تیری ہوتی — تو کا ہیکو اس طرح دل اپنا کھوتی

یہ دل کی لگی بری ہے ظالم ورنہ — کس واسطے جوں شمع اتنا روتی

۹۳/۱۶ رستم علی رستم مرد سپاہی پیشہ و بسیار شوخ مزاج و ظریف طبع بود. در الہ آباد اشعار خود را در خدمت شاہ علیم بیتاب سلمہ اللہ تعالی میگذرانیدہ و در فن شاعری کوس رستمی می نواخت و سخنوران زور آور را در تحریر می انداخت. شنیدہ ام کہ آخر جہت تلاش روزگار عزیمت دکن نمودہ و آں جا در سرکار یکے از راجہ ہا نوکر شدہ، چندیں در نگذشتہ بود کہ از بوقلمونی روزگار ہوای عشق پسر دکنی کہ حسن صورت یکتا زماں بود در سرش جا گرفت و فریفتۂ حسن و جمال و شیفتۂ خد و خال او شد، بمفاد ایں کلام "کہ عشق و مشک را نتواں نہفتن" طشت بدنامی از بام افتاد و صدای عشق وی بگوش خاص و عام داد. چوں پدرش ازیں خبر مطلع گشت، در صدد قتل آں آوارۂ دشت جنوں کمر سعی بربست آں عاشق بستم دل نظر بر زندگی خود نمودہ با معشوق ہمعناں از آں جا برآمد. پدرش چوں ازیں خبر وحشت اثر خبر

یافت چندیں از جوانان دلاور را بتعاقب آں نا عاقبت اندیش گماشت، تا آں فلک زدہ را چوں زال ضعیف گرفتہ آوردند و در قید شدید گرفتار کردند۔ بعد از آں احوالش معلوم نہ شد کہ تا کجا رسیدہ راست دروغ برگردن راوی۔ شخصے در بلدۂ عظیم آباد نقل می کرد کہ رستم پیش ازیں دو سال از سمت بنگالہ وارد ایں ضلع شدہ بود و عزم سیاحت ہندستان بخاطر داشت۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ایں چند اشعار کہ یاد بود نوشتہ شد۔ از وست۔

بجلی کی طرح یار جو تم آن کے گرے — وہ میرا ہی دل تھا جو رہا سامنے اڑ کے
کہلا غلام حق کے تو یوں دکھ میں آئیو — اب کس کے جا کے بندہ ای رستم کہائیو
رستم فغاں سے بعد کے ملاقات جو ہوئی — بولا فغاں کہ ای میرے ہمدرد آئیو
بارے کہو کہ کیوں کے گذرتی ہے ان دنوں — احوال میرا اس کو کچھ اپنا سنائیو
کہنے لگا کہ کیا کہوں میں تجھسے اپنا حال — خوباں کے غم میں دل کو کہاں تک جلائیو
میں نے کہا کہ بس ہے فغاں شکوۂ فراق — تیری ہی بیت پڑھیو اور تجھ کو سنائیو
وہ چاہے یا نہ چاہے فغاں آپ چاہئے — اپنی طرف سے ہاں میرے صاحب نبائیو
جو کہتا ہوں مری فریاد کو پہنچو نہیں کوئی — خدا کے واسطے کوئی داد کو پہنچو نہیں کوئی

۹۴/۹۸ غلام علی، راسخ تخلص، متوطن عظیم آباد از تلامذہ میرزا فدوی سلمہ اللہ تعالی تو جوانیست خوش فکر و تازہ گو، یا باش شگفتہ رو، سخنان ملاحت آمیز میگوید و معانی حلاوت انگیز مینوید۔ ہمیشہ خدمت حاضر باشان حضرت ایں فن بر سوخ تمام میکند و محنت مشق سخن اشتیاق مالا کلام می نماید حقا کہ بسیار طبیعت بہادار دو در ہمزادان خود ممتاز است در فکر شعر مثل شعر خندہ و کند از خیال ریختہ خود در ریختہ تا آں کہ منحنی و لاغر گشتہ۔ بعنایت الہی و توجہ استاد شعرش بایں رتبہ رسید کہ گوش دل سامعان را بہر میرساند در سنہ یکہزار و یکصد و نود و دو ہجری مؤلف وقتیکہ بارادۂ کلکتہ وارد عظیم آباد شدہ بود و چندیں از کشش محبت بعضے اعزۂ آں دیار رحل اقامت نہادہ، میاں راسخ بسیار محبت می کرد و اکثر ملاقات مینمود غرض غنیمت است و چیزے شدنی معلوم می شود حق تعالی زندہ دارد۔ اینچند اشعار از وست۔

شب جو اس ماہ سے روشن میری آغوش ہوئی — شمع یاں تک ہوئی شرمندہ کہ خاموش ہوئی

۹۵/۴۴ راقم اصلش از شاہجہاں آباد است۔ راقم حروف در تذکرۂ تقی میر چنیں مرقوم یافتہ کہ وے مشق سخن بخدمت میرزا رفیع میکند قبل ازیں مشورت بہ فقیر مینمود از وست۔

مژگاں سے جو نہ بچ تو ٹکڑے کریں ہیں ابرو — یہ کہ کہیں ذرا اس سے جب دل کی داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی — تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

سنتے تھے کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح   ہوگی نہیں اے آہ ہماری بھی شام صبح

۹۶ میر رہان رنگین تخلص مردیست رنگین وگرم اختلاط و عزیز دلہا و خوش اوقات ہمت در بلا زمان میرزا علی خان بہادر آفتاب زمان دارد و اکثر رنگین دلفریبش مائل بہ ایہام است.

رات کی بات نہیں کہتے کی تیرے پیارے   گو بلیں آن میرے سے یہ ہزار دن آرزو

۹۷ آفتاب رای رسوا۔ بنده پسر لبود خوش گو دنیک خو در توپخانہ بادشاہی سررشته روزگار داشت و تمافل از اندوه رنا روز و شب بفراغبالی و خوشحالی بسر میساخت ناگاه عشق رنائی صبر و شکیبائیش را یغما نموده کارش بجز ابالی و رسوائی کشید آخر کار ترک روزگار نموده از سر نام و ننگ درگذشت کارهای عارا اشعار خود ساخته در کوچه و بازار عریان میگردید هر طرف هر کرا می دید آه می کشید و بسیاری گریست معتبر نقل می کرد که روزی آن رسوا کوچه عشق بازی در مجمعی میگذشت اتفاقا معشوقش دران انبوه چو ماه در انجمن انجم جلوه افروز بود. رسوا از رسوائی خود و معشوق پرواه نکرده بیباک در برابرش آمده بوسه بر رخسارش گرفت معشوق از غیرت حسن و ننگ ناموس گلوگیر شده کاردیکه در دست داشت بر شکمش زد که از پشت برآمد. بر زمین افتاد. مردمان بجوم کرده عازم شدند که قاتل را بقصاص مقتول گرفتار سازند. رسوا ممانعت کرده یاران خواستند تا بر او دمار آرند بچشم باز کرده این بیت گفت و درگذشت

گو زخم دل مرے کو نہ سیو دم امیساں   میں مرگیا تو کیا ہو سیو دم امیساں

یکتا ز دی و جوانمردی آمر د میدان عاشقی و رسوائی بر رای سالکان رهنمائی چون آفتاب روشن و هویداست و یکتائی و بے ریائی آن سرحلقہ رہروان منزل پرشور عاشق بر پیشروان وادی ناکامی ظاہر و پیدا کلامش بدل ناخن میزند و اشعارش آتش بیقراری در سینہ مشتعل میسازد از وست۔

رسوا اگر نہ کرنا تھا عالم میں یوں مجھے   اپنی نگاہ پیار سے دیکھا تھا کیوں مجھے

۹۸ حمزه علی رند اصلش از شاهجهان آباد است از بدو حال ساکنان آنجا ترک خانمان نموده بتلاش روزگار بطرف بنگاله رفت و مدتی در لباس سپهگری بسر برد. اکنون از چندی ترک لباس دنیوی نموده طریق رندانه عاشقانه برگزیده سیاحت پیشه نموده. اشعارش حلاوت محبت می بخشند از وست۔

پتلی نہیں ہے یہ پکیسنا ہے   مردم یہ تماشا دیکھتا ہے

موکی طرح پر وبال وبال اپنا ہے   زیر وبال بی بجز کا خیال اپنا ہے

صحبت ذیبو فاکی کہوں میں کہ کیا کیا   ایسا کیا اثر کہ مجھ آپ سا کیا

سر کی زباں تو تیرہ من ہے جاک   رند یہ کیا دوامن ہیکا

پوچھے اگر کوئی کہ کیا چیز خوب تر ـــــ نکلے مری زبان سے دلا انتیار یار

فائدہ کیا ہم کو گر گلشن میں آتی ہے بہار ـــــ بن ترے معشوق کس کافر کو بھاتی ہے بہار

۹۸ خواجہ روشن علی، روشن تخلص، زادگاہش دہلیست۔ چندے در سلطانپور بسر بردہ، الحال در سرکار آصف الدولہ بہادر سرفراز است۔ رسائی بخشش بسامعان روشن و صفای طبعش از کلامش مبرہن سخن را بکمال رنگینی و صفائی می آید و در مضمون بندی استعداد کلی دارد۔

بے تکلف کہ آپ کہتے ہیں ـــــ دیکھ روشن چلا گیا نہ رہا

۹۹ محمد رضا، رضا تخلص، ولد میر جمال الدین ابن قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المومنین است۔ سید عالی نژاد و جوان خوش اعتقاد شعر فہم طبع موزون. از مدتے در نواحی بنگالہ بسر برد، شاگرد میر ضیاء الدین ضیا از دست۔

چشم تر دونوں نے میرا ارا افشاں کر دیا ـــــ دیدہ و دانستہ ہم شوں نے رسوا کر دیا

کیا کہوں اب اے حباب اور کیا کہوں اے اضطراب ـــــ وہ ہوا خانہ نشیں اور جسم ہو دو خانہ خراب

سنتے ہو تم تو دل کے میاں ہر کسی کی بات ـــــ گر حکم ہو تو ہم بھی کہیں اپنے دل کی بات

کیا کہیے اب اے یاراں اس عشق کی جولانی ـــــ جس کے لیے سودا ہو، ہو ہی گیا سودائی

میر رضا اشعار خوب خوب دارد لیکن فقیر از دیوانش یک بیت بیاد راہی میشود۔

امردوں کی نوا ہوں حسرت میں ـــــ ہیں تو غلماں ہی لوں گا جنت میں

۱۰۰ جعفر خان، راغب تخلص، ولد ہدایت علیخان نبیرۂ شمس الدولہ لطف اللہ خان صادق سلسلۂ نسبت اجدادش بحضرت خواجہ عبد اللہ انصاری میرسد۔ اصلش وطن پانی پت والی شاہجہان آباد است لیکن نشو و نمای آباء و اجداد در دار السلطنت دہلی شدہ، تا شش کہ از دیگر فساد مرہٹہ بمانجا استقامت داشت۔ از مدتے کہ احمد شاہ درانی ترک خانمان نمودہ باعشار خود از آنجا بر آمدہ در بلدۂ عظیم آباد کہ بہ نسبت دیگر بلاد مامن شرفاست جمعی اختیار نمودہ چون بعد ز والی فقرا و قدرشناسی علما مخلوق است و بحسن خلق و یار باشی مجبول در وقت قیام راقم بلدہ دام ظلہ در بلدۂ عظیم آباد بصحبت تمام راغب ملاقات آنجناب شدہ و سعی تمام بہم رسانیدہ اکثر بملاقات خود دامت اندوزی ساخت و ہر روز از نقوش محبت خود لوح سینہ را آراست۔ الحق بہدایت لطف الہی در شیوۂ صداقت و محبت یگانگی در پیشۂ یکرنگی و یکجہتی شیر افگن است۔ حق تعالی او را مزید دلربا ساختہ و فرزش در چشم دل یاران خیار جا دادہ، گو بعضش اکثر راغب باشعار فارسی است لیکن گاہی بزبان ریختہ نیز رغبت میکند۔ اشعار انتخابی خوب دارد از وست۔

یہ شب تری فرقت کی نپٹ ہم پہ کڑی ہے ـــــ ہر اس کی گھڑی روز قیامت سے بڑی ہے

سنئو تم ہر کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح ہوگی ہمیں اے آہ ہماری بھی شام صبح

۹۶ میر ربان، رنگین تخلص مردیست رنگین و گرم اختلاط و عزیز دل با خوش اوقات از مدت در ملازمان میرزا علی خاں بہادر از آفات زماں در امن و امان بسر می برد طبعش مائل بہ ایہام است۔

رات کی بات نہیں کہنے کی تیرے پیارے گو ملیں آج میرے سے یہ ہزار دن آر ز

۹۷ آفتاب رای، رسوا، ہندو پسری بود خوش گو و نیک خو در توپخانۂ بادشاہی سر رشتۂ روزگار داشت و غافل از زمانہ و زمانیان روز و شب بفراغبالی و خوشحالی بسر میساخت ناگاہ عشق رعنائی صبر و شکیبائیش را یغما نمود و کارش بجز ابالی و رسوائی کشید۔ آخر کار ترک روزگار نمودہ از سر نام و ننگ در گذشتہ کاری جز اشعار خود ساختہ در کوچہ و بازار عریاں می گردید و طرف بر کرمی دید آہ می کشید و بسیاری گریست معتبری نقل می کرد کہ روزی آن رسوای کوچۂ عشق بازی در مجمعی میگذشت اتفاقاً معشوقش در آن انجمن جو ماہ در انجمن انجم جلوہ افروز بود۔ رسوا از رسوای خود و معشوق پروا نکردہ بیباک در برابرش آمدہ بوسۂ رخسارش گرفت معشوق را غیرت حسن و ننگ ناموس گلوگیر شد کاردیکہ در دست داشت بر شکمش زد کہ از پشت برآمد بر زمین افتاد۔ مردمان ہجوم کردہ، عازم شدند کہ قاتل را بقصاص مقتول گرفتار سازند۔ رسوا ممانعت کرد یارانش خواستند تا جراحی حاضر آرند رسوا چشم باز کرد و این بیت گفت و در گذشت۔

گو زخم دل مرے کو نہ سیوو مرا میاں میں مر گیا تو کیا ہوا جیو مرا میاں

یکتازی و جوانمردی آنرا در میدان عاشقی و رسوائی برای سالکان راہ بندائی چون آفتاب روشن و ہویداست و یکتائی و بیریائی آن سر حلقۂ رہروان منزل پر شور شر عاشقی بر پیشروان وادی ناکامی ظاہر و پیدا کلامش بدل ناخن میزند و اشعارش آتش بیقراری در سینہ مشتعل میسازد از دست۔

رسوا اگر نہ کرتا تھا عالم میں یوں مجھے اپنی نگاہ پیار سے دیکھا تھا کیوں مجھے

۹۸ حمزہ علی رند اصلش از شاہجہان آباد است از بے ہمی اطوار ساکنان آن دیار ترک خانمان نمودہ بتلاش روزگار بطرف بنگالہ رفت و مدتی در لباس سپہگری بسر برد، اکنون از چندی ترک لباس دنیوی نمودہ طریق رندانہ عاشقانہ برگزیدہ سیاحت پیشہ نمودہ۔ اشعارش حلاوت محبت می بخشند از دست۔

پتلی نہیں ہے یہ پکیسنا ہے مردم یہ تماشا دیکھتا ہے

موکی طرح پر وبال وبال اپنا ہے ہر وبال ہی منہ کا خیال اپنا ہے

صحبت نے تیرے فاکی ہوں میں کر کیا کیا ایسا کیا اثر کہ مجھے آپ سا کیا

سر کو عریاں تو پیرہن ہے چاک رند یہ کیا دوامن سیکا

پوچھے اگر کوئی کہ کیا چیز خوب تر ——— نکلے مری زبان سے دلا منتیا یار

فائدہ کیا ہم کو گر گلشن میں آتی ہے بہار ——— بن ترے معشوق کس کافر کو بھاتی ہے بہار

۹۹/۸ خواجہ روشن علی، روشن تخلص زادگاہش دہلیست، چندگاہ در سلطانپور بسر بردہ، الحال در سرکار آصف الدولہ بہادر سرفراز است۔ رسائی ذہنش برساحان روشن و صفائی طبعش از کلامش مبرہن سخن را بکمال رنگینی و صفائی آراید و در مضمون بندی استعداد کلی دارد۔

بے تکلف تر آپ کہتے ہیں ——— دیکھ روشن چلا گیانہ رہا

۱۰۰ محمد رضا، رضا تخلص، والدش جمال الدین ابن قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المومنین است سید عالی نژاد دیوان خوش اعتقاد شوخ طبع و ظریف از مدتی در نواحی بنگالہ بسر می برد شاگرد میر ضیاء الدین ضیا از وست۔

چشم زرد نے میرا راز افشاں کردیا ——— دیدہ و دانستہ دشمنوں میں رسوا کر دیا

کیا کہوں اب اے حباب اور کیا کہوں اے اضطراب ——— وہ ہوا جانا نشین اور ہم ہوئے خانہ خراب

سنتے ہو تم تو دل سے میاں ہر کسی کی بات ——— گر ہم کہو تو ہم بھی کہیں اپنے دل کی بات

کیا کہیں اب اے یاراں اس عشق کی برائی ——— جس کے لیے سودا ہو سو ہی کہے سودائی

میر رضا اشعار خوب خوب دارد لیکن فقیر از دیوانش یک بیت بسیار راغب میشود۔

امردوں کی ہوا ہوں حسرت میں ——— میں تو غلماں ہی لوں گا جنت میں

۱۰۱/۲۲ جعفر خان، راغب تخلص ولد ہدایت علیخان نبیرہ شمس الدولہ لطف اللہ خان صادق سلسلہ نسبت اجدادش بحضرت خواجہ عبداللہ انصاری میرسد۔ اصلش و منبع پانی پت توالی شاہجہان آباد است لیکن نشو و نمای آبا و کبار در دار السلطنت دہلی شدہ، تا سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد ہجری ہمانجا استقامت داشت، از علتکہ آمد آمد شاہ درانی ترک خانماں نمودہ باعشایر خود از آنجا برآمدہ در بلدہ عظیم آباد کہ بہ نسبت دیگر بلاد مامن شرفا است توطن اختیار نمودہ چوں بقدر دانی فقرا و قدرشناسی علما مخلوق است و بحسن خلق و یارباشی مجبول در وقت قیام گرامی برادرم ظلہ در بلدہ عظیم آباد بمحبت تمام راغب ملاقات آنجناب شدہ و بسی تمام بہم رسانیدہ اکثر بملاقات خود راحت اندوزی ساخت و ہر روز از نقوش محبت خود لوح سینہ را می آراست۔ الحق بہدایت لطف الٰہی در مشربہ صداقت و محبت یکرنگ و در پیشہ یکرنگی و یکجہتی شیر افگن است۔ حق تعالی او را عزیز دلہا ساخت و عزیزش در چشم دل یار و اغیار جا دادہ، گو طبعش اکثر راغب باشعار فارسی است، لیکن کمتر بزبان ریختہ نیز رغبت میکند اشعار انتخابی خوب دارد از وست۔

یہ شب تری فرقت کی نپٹ ہم پہ کڑی ہے ——— ہر اس کی گھڑی روز قیامت سے بڑی ہے

ہرکوں سے خورشش چشم کا دل بادہ کشی پر   پیالہ لیے نرگس جو چمن بیچ کھڑی ہے
یاقوت کے خانے میں ہے انگشت نے نیلم   یا ہونٹوں پہ اس شوخ کے مسّی کی دھڑی ہے
گل تیغ بدست ہیں تری ہاتھ کو بوسے   یا ہاتھ میں اس شوخ کے پھولوں کی چھڑی ہے
حیراں ہے چمن میں جو نپٹ دیدۂ نرگس   گلشن میں تری اس سے مگر آنکھ لڑی ہے
یوسف سے تو آگاہ ہے مشابہ کہ زلیخا   خدمت میں تری باندھ کے ہاتھ کھڑی ہے
عضو ذرا تر دل کو مرے جی کو جلایا   اس سنگ نے کیا آتش جاں سوز بھری ہے
دیوانہ کیا آپ سا جس اس کو بھی راغب   بیٹھا مری صحبت میں جو کوئی ایک گھڑی ہے

ہر چند سعی کی مری چشم کی اشک نے   بھڑکی یہ دل کی آگ جو دامن سے بجھا دیا

انکار جو آج تھا اس در پہ ساقیا   اس بدگماں کے دل نے مگر کچھ خلل گیا

لڑکا جنھیں رہا ہو وہ اب نوجوان ہے   نازاں کیوں نہ ہو ہیں وہی اس کی آن ہے
مجنوں و رند و والہ و وارستہ و دردمند   رکھو سدا جہاں میں عجب وہ جوان ہے

خورشید و دہ بار اگر نکلے شب کو گھر سے   شرمندہ ہے کو جیب جا ہم ماہ کی دید

جنت سے جیسے آدم نکلا تھا آہ گریاں   راغب کو کل میں دیکھا یوں جاتے تیرے گھر سے

دیر اور حرم میں رہ چکا ہے راغب   دونوں مذہب سے آشنا ہے راغب
رندوں میں رند، زاہدوں میں زاہد   ہر سب میں وہ سب سے جدا ہے راغب

۲۲۱ میرزا علی رضا، رضا تخلص از یاران رام سرب سنگھ دیوانہ از کلامش حلاوت سخنوری بمذاقہ رسید طبع نیا بستان آن عنا میدہ:

دنیا میں کوئی تجھ سا ستمگار نہیں ہے   بے رحم جفا پیشہ و خوں خوار نہیں ہے

۲۲۲ سید علی خان رضا تخلص پسر شیر علی خان پدرش در کلکتہ بہ مال بعہدۂ خدمات سرفرازی داشت چون زمانہ فلک پتنگ فطرت کہ یک حیلہ گردش شیران نخچیر از امارت ماند بہ نیم بسمل بپا ہے گمان انکار غلط نہ آمو اقبال جاہ جاہی در چاہ تباہی افتاد و گوزن او بارمہ شتہ فلات تو سلامش از دشمان شات خود پیدا آوارہ و سراز نا کامی ساختہ وقت در دو ہوائے در بلدۂ کلکتہ وزمہ بتلاش قوت لا یموت وارد آن مکان بود اکثر ملاقات میکرد حالات و ہبا کہ عبرت دعمل صرتاست گاہ گاہ در شعر گوئی ہم دخل میکند ازوست۔

تری فرقت سے تڑپ ہے دل غم خوار پہلو میں   ستانا خوب نہیں عاشق کا آ دل اپہلو میں

مزا اس وقت ہے جب باغ ہو گلشن چمن اور — ادھر اک دستۂ گل ہو ادھر ہو یار پہلو میں
جب سے دیکھا ہے سال کہوں کیا کہوں — ہو گیا دل کا حال کچھ کا کچھ
محبت حق سی ہو کہتے ہیں الا اللہ کہتے ہیں — یہ نقد جاں کو اپنے وقف عنداللہ کہتے ہیں
زمانہ میں آئینہ سا ہوں حوادث میں دم بھر کو — مہندی سی مجھ کو زیر شب ابرار دیکھنا
خلخال پابوس ہو اور ہم ترس رہیں — یہ کون سی وفا ہے بھلا یار دیکھنا
دل کو پرا ہے دیس نہیں ہے قرار یارب — کیوں کر کرے میرا دل کہ ہو وقت دار یارب

۱۲۸ نواب مہربان خان، رند تخلص، المخاطب بنواب مہربان خان ظفر جنگ در فرخ آباد در سرکار نواب خدمت دیوانی سرفرازی داشت. در مشرب عاشق مذہب، آشنا و آشنا پرست و یار صاحب ہر فن سخنوران اطراف باستماع قدر دانی و نوازش او در ولایت بر آمده و در خدمت رسیده موافق قسمت خود بہرہ ور میشدند. مجلس رنگین او از شاعران اطراف خلد آئین می بود. در خانۂ خلد آئینش از زمزمہ سازی زبان آوران گلشن رنگین فرخ آباد بہشت شد و مجمع ظرفا از قدر شناسی وی بود و اساتذۂ این فن مثل میرزا رفیع سودا و میر سوز اکثر بایمای قدر دانی او بود. بعد رحلت نواب که خلل عظیم در رسد و نقش افتاده بپاشش تفرقۂ کلی روداده. ہر یکے بہ طرفے رفته ... مدتے در سرکار نواب نجف خان بہادر سرفرازی دارد الغرض وی با وجود آشنائی علم از فیض صحبت سخنوران ابیات سخن می گشت و در آن ابتدا شعر می گفت. دیوان مرتب او مشہور است. از انجملہ است.

لگ چلنے کے تو آتی ہیں ہم کو مہندی کی — پڑا خوش ہے یار کی دامن نبیڑ دل کی
کیوں کیا بات اس دو پیرہن دل کی — جہاں تنگ کیسے ہو تعمیر دل کی
باز آئینہ خانہ کی ہے منعم — ہو تجھ سے ہو سکے تعمیر دل کی
ہوا کس پر یہ دیوانہ الٰہی — کہ موج اشک ہے زنجیر دل کی
جفا تیری سو اشعار میں لیکن — وفا ہوتی ہے دامن گیر دل کی
لب جو بہہ گیا آنکھوں سے آئی رند — یہی تھی کیا سگ تقدیر دل کی

۱۲۹ شیخ محمد رفیع، رفعت تخلص، متوطن الٰہ آباد است لیکن نشو و نمای وی در بلدۂ مرشد آباد و عظیم آباد شده. از متعلقان نواب الٰہی در وقت نواب جالب بہادر ناظم بنگالہ کمال ثروت و دولت بود و مرتبۂ امیرگی و دولتمندی سربلندی داشت. ما طرز ذات و ذکاء دل و سینۂ صفا الحسن سلوک مراد خود بہ اہالی نمود و بعد بر ہم طبقۂ عالیجاہی در عظیم آباد توطن گزیده بود و دانست نیک الشان و شیرین زبان. با وجود خانہ نشینی حالا ہم مرجع خاص و عام و جای حاجتمندان آن معاد است بیشتر ازین گاہے گاہے بجودت طبع بنظم غزل و ریختہ می پرداخت.

طبعش میل بایں طرف داشت۔ اکنوں زبان را بسخن سرائی آشنائی کند۔ این چند اشعار از زادہائی طبع شریف است۔

الٰہی داوریِ قاتل کی اٹھا دینا　　کہ ہو نہ حشر میں قاتل کو خونبہا دینا
نہیں سوال مرا تم سے دل میں جا دینا　　مگر خطا جو ہوئی ہو اسے بھلا دینا
زیادہ بازوئے قاتل کو ہو توانائی　　مجھے تو تابدمِ واپسیں دعا دینا

جو ترے کوچے سے گذر کر گیا　　منزلِ ہستی سے سفر کر گیا
قیس اور فرہاد پہ موقوف نہیں　　عشق ترا جس پہ اثر کر گیا
خواہش کونین سے منہ پھیر کر　　عالمِ حیرت میں بسر کر گیا

معلوم ہے ہوتی مجھے یہ چرخ کی گردش　　میں خواب عدم سے کبھی بیدار نہ ہوتا

اٹھایا میں گلوں کا سب طرح ناز　　ہوا اک خار بھی میرا نہ دمساز

میسر ہے بھی کچھ آج رفعت　　نہیں ملتا یہاں ہے محرم راز

اے آستیں نہ روک تو آنکھوں کے جوش کو　　کھویا ہے سیل اشک نے دریا کے ہوش کو
مجھ کو ترے سایۂ دیوار کے سوا　　درکار کیا ہے عاشقِ خانہ بدوش کو

کیا کرتا ہے ہر دم نالۂ جانکاہ پہلو میں　　الٰہی دل مرا ہے یا کوئی بدخواہ پہلو میں
ستاتا ہر گھڑی رہتا ہے مجھ کو آہ و نالے سے　　جرس ہے یا کہ دل ہے اے مرے اللہ پہلو میں

کیا جگہ ہے جو ترے در پہ فغاں کرتے ہیں　　ہم تو آہستہ قدم رکھتے میاں ڈرتے ہیں
میں تنگ ظرف ہوں معمور نہ کیجو غم سے　　شیشے کے تئیں تا گلو بھرتے ہیں

نامہ ہے مرا لکھا الم خون جگر آلودہ　　جاتا ہے کبوتر بھی اس خون سے پر آلودہ

مت تصور کر کہ شعلے سے پگھل جاتی ہے شمع　　غیر کی صحبت میں تجھ کو دیکھ جل جاتی ہے شمع

تجھ ہجر میں رونے سے ہم یہاں تک　　ہے آب زمیں سے آسماں تک
جھنجھلا کے وہ مجھ سے ہے یہ کہتا　　جاتا ہوں جب اس کے آستاں تک
آتا ہے تو کیوں گلی میں میری　　جھڑکے کوئی تجھ کو اب کہاں تک

دل شیشے سے نازک ہے مرے یار نہ توڑ　　بنتا نہیں دیکھا ہے خبردار نہ توڑ

۱۲۶/۴۸ جعفر علی خان، ذکی تخلص ساکن دہلی از عمدہ منصب داران سرکار محمد شاہ انار اللہ برہانہ بود۔ طبعش در غایت ذکاو

ذہنش بسیار رسا و بکمال رعنائی و میرزائی زیست می کرد۔ آخر کار بتو قلمونی روزگار رسید آں شگفتگی خاطرش را بہ پریشانی و آشفتگی بدل ساخت گاہگاہے فکر ریختہ میکرد، ایں چند اشعار نتائج ذہن ذکی اوست۔

کبھو کوہ کن بیستوں کو نہ کھودے ____ کسو کی کبھو جان شیریں نہ کھودے
چمکتے دانت دیکھے یار کے تجھیں جماؤ میں ____ جڑی ہیں گپتیاں الماس کی نیلم کے خانے میں
بعد مرگ کوہ کن شیریں اگر جیتی رہے   دیکھ کر یہ جوئے شیر اپنا لہو پیتی رہے
چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو   تاقیامت سوزن تدبیر گر سیتی رہے
تناک اری پہ نہ کر موذی کے ہرگز اعتبار ____ جونک اگر ماٹی ملے تو بھی لہو پیتی رہے
بلبل کو باغباں سے رہے نت کھٹا پٹی   تاصبح کیوں چمن میں نہ ہووے جھٹا پٹی
آ مجھ تئیں میں بس کر بنا ہے تر دیلے ____ یہ خیمۂ سیاہ و سفید چٹا پٹی
عشق میں بلبل کو کیا نسبت ہے پروانے کیساتھ ____ وصل میں مرجاوے وہ، یہ ہجر میں جیتی رہے
پرو وے کیوں نہ ہر اک بات میں موتی وہ پتیسی   صفا دانتوں کی روشن ہے شب مستی میں تیں ہی

مثنوی کردہ بیان عشق خود گفتہ پسند خاطر عشاق است، در آغاز آں می گوید۔

الٰہی شوق سے دل کو جلادے   برہ کی آگ تن من میں لگادے

در نعت گوید:

محمد باعث ایجاد ایماں   کہ جس کے واسطے آیا ہے قرآں

در منقبت گوید:

علی ہیں شاہ اورنگ ولایت   شریعت کا معیں دیں کا حمایت
نبی کی آل اوپر وار جانا   اسی بارہ پلے سے پار جانا

در صفت معشوق گوید:

صفا اس کے بنا گوشوں کی دیکھ آن   خجالت سے رہے موتی پکڑ کان

۱۸۷ میر مظہر علی، زار تخلص گلزار کلامش مظہر حالات عاشقان زار، اطوار بیانش منشار تسکین دلہائے مشتاقان زمانہ، شاگرداں شاہ حفیظ اللہ لکھنویست۔ در فیض آباد بسر میبرد۔ ازوست۔

چھوٹ جاویں غم کے ہر دم کے جو نکلے دم کہیں   خاک ہے یہ زندگی جو تم کہیں اور ہم کہیں

ایک دن آگہی دنیا سے اٹھانا ہم کو —— یاالٰہی شب فرقت نہ دکھانا ہم کو
تیری بِن قسم تجھ بن اگر کچھ بھی خوش آتا ہو —— کافر ہو اگر اس میں کوئی بات بناتا ہو
دل کو اس کوچہ میں کھو بیٹھے ہیں ہم —— اس لیے مغموم ہو بیٹھے ہیں ہم
اپنے تئیں اس بزم سے کیا کام ہے —— جب تلک بیٹھو ہو تم بیٹھے ہیں ہم
جس طرح فرماؤ تم تو یار ہم —— اس طرح سے دیکھ لو بیٹھے ہیں ہم
لگا کہنے کہ احوال فرقت مختصر کر کے —— دکھایا آنسوؤں سے خون کے داماں کو میں بھر کے
ہمیں تو فرش سے اور تکیۂ مخمل سے بہتر ہے —— گلی میں اسکی پڑ رہنا سرہانے ہاتھ کو دھر کے
کیا تجھ پہ نثار ایسا کچھ درد دکھ کٹھن ہے —— جو تو کراہ اور روتا اور یہ اجاڑ بن ہے

۱۰۸/۲ شیخ محمد شاہ غازیپوری زوار تخلص، از یاران عارف باطن و ظاہر حاجی محمد فاخر زائر قدس سرہ، مرد پاک اندیشہ و گداز خدا پرست و شوق پرداز است. شاید گاہ گاہ فکر شعر میکند. این یک بیت و زبانی شیخ فتح علی مصنف غازیپوری رسیدہ بود.

حشر کے محشر میں زوار کو —— مہر نبوت کی سپر پا ہے

۱۰۹/۱۲۶ میرزا رفیع، سودا تخلص شاعریست رفیع الشان خوش فکر، شیرین زبان یار باش، سخن شناس، ظریف الطبع و حریف وضع سواد شورش سواد ہندوستان را منور گردانیدہ و غلغلۂ استادیست سخنوران را در رشتۂ تحیر انداختہ. طالبان این فن را فکر ہمسری او در زنجیر سودا کرد خام آویختہ و در دماغ مدعیان سخن طراز ریختۂ اش خلط سودا ریختہ. وطن اصلی او دار السلطنت دہلیست که قصیدہ در مدح سالگرہ غازی الدین خان بہادر بنظم آوردہ صنعتہا بکار بردہ کہ کلام را بحد اعجاز رسانیدہ مطلعش اینست۔

صبح ہوتی ہو گئی آج مری آنکھ جھپک —— دی خوشی نے ہمیں آکر در دل پر دستک

و قصیدہ کہ در ہجو اسپ گفتہ و داد سخنوری دادہ بر السنہ و افواہ مردم مشہور آغازش اینست۔

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار —— رکھتا نہیں ہے دست عنان کا بیک قرار

در بدائع و بیان مضامین تازہ میبندد کہ از استماع آن ہوش از دماغ سخنوران میرود، و قصیدہ در مدح مہربان خان، رند گفتہ بود در آن این بیت آوردہ۔

مہربانخاں جو نہ ہوتی تری خلقت پیدا —— ہو تو عنصر نہ کبھی مل کے بہم جاویں ایک

دوستانش زبان شماتت کشادند و گفتند کہ این چنین مضمون را در چنین مقام آراستن کمال بے حیتی است. در خود فہمید آن قصیدہ را در مدح سر اولیاء علیہ السلام زمین دادہ و گفتہ۔

شاہ مرداں جو نہ ہوتی تری خلقت پیدا　　ہوتی عنصر نہ بہم خاک کبھو چاروں ایک

زباں آوران کامل او را باستادی یاد می‌کنند و شعرای ہند مابین خود ملک الشعرا قرار داده اند در قصیده و مثنوی و غزل و مخمس و رباعی ید بیضا دارد. دیوان وی آں قدر قبولیت یافته که از شرق تا غرب رسیده و صاحبان انگریز با وجود عدم شناسائی سخن بشوق تمام نویسانیده بولایت خود فرستاده. در عهد در لکهنؤ برفاقت وزیر الممالک نواب آصف الدوله بهادر هزبر جنگ بسر میبرد در سنه یکهزار و یکصد و نود و یک هجری که مؤلف جهت سیر و تحصیل علم وارد لکهنؤ شده بود آتش دیدنش پیوسته در کانون سینه مشتعل می‌شد آخر چون تلاقی جسمانی بهم رسید زیاده از شنیده دیدم. غرض از مغتنمات روزگار است حق تعالی سلامت دارد. گویند روزی برای ملاقات حکیم میر ماشاء الله رفته بود. اتفاقاً در اثنای گفتگو صحبت ناچاق شد چوں میر ماشاء الله در تلون مزاج مشهور است چند شعر در وجود کدیه گفته در رعایت و تیره او در هر بیت کرده از آں جمله است.

دم میں تولا ہیں دم میں ماشا ہیں　　میر کیا ہیں عجب تماشا ہیں

مهاجات میرزا و میر غلام حسین ضاحک بر السنه و افواه خاص و عام مشهور است چون بگوئی طرفین طول کشیده میرزا چند مخمس در هجو ضاحک منظوم نموده و بنظم آن ضاحک را در عیب مخمصه و مضحکه گرفتار کرده آخر پسرش میر غلام حسن که مردی نمود است. از نحو آں تشنیع و تشهیر اندیشه نموده میرزا را بمنت و الحاح کثیر از این تقبیح و تحقیر باز داشت. من بعد هر چند میرزا اراده اخفا نموده، لیکن زادهٔ خامه‌اش را دابب مطلق اثری بخشیده که بمجرد تراوش عالمگیر میشود، با وجود اصرار بر اخفا اشتهار یافته یک بند آن مخمس جهت تضحیک دوستاں مینویسم.

ضاحک کی اہلیہ نے ڈھول اپنے گھر دھرا یا　　چڈوئے رات ساری ہمسائے کو جگایا
بیٹھک میں بیٹھ بدھی چینڈے کو جب بلایا　　تب شیخ سدو اس پر اساک کھا کے آیا
کہنے لگا کہ ضاحک بکرا کوئی منگا یا

این چند اشعار ریخته برای آرایش این تذکره مسرت افزای خاطر دوستاں بسلک تسطیر کشیده میشود.

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ　　دنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

بیکس کوئی مرے تو جلے اس پہ جی مرا　　گویا ہے یہ چراغ غریبوں کی گور کا

توڑا اگر نگہ سے تری، دل حباب کا　　پانی بھی پھر پیوں تو مزا ہے شراب کا

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن　　بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشقباز　　اے رو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

میں دشمنِ جاں اپنی کا جو ڈھونڈ نکالا — سو حضرتِ دل سلمہ اللہ تعالیٰ

ہر دم تو مجھے اپنے کوچے سے نکالے ہے — جاتا ہوں بھلا اب تو لا دل مرا ادھر

جس کو زلفِ سیہ تیری نے ڈسا ہوگا — غرض وہ مر ہی گیا ہوگا کیا جیا ہوگا

سودا سے یہ کہا میں، دل اس طرح سے کھونا — کہنے لگا دوانے کیا پوچھتا ہے ہونا!

خورشید نے پیارے کی تجھ پہ دلوائی — ریش و بروت نے جو سب کو صفا بتائی

ظاہر میں تو دیکھنے کا کچھ اسباب جما نہیں — آوے مگر تو خواب میں سو خواب بھی نہیں

موجِ آتش ہیں سیلِ آنکھوں کے — شاید اس دل کا آبلہ پھوٹا

تا دل مجھ سے نہیں تمام دل رہ نہیں سکتا — غرض اس مصیبت پر کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں تجھ کو غیر پاس — پر جو خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا

کس دیدہ دلاور کافر کو نیاں اتنا نہیں آتا — سحر کیا ہو کہ سودا کے دل پر تمام کیا آیا!

ہندو ہیں بت پرست مسلماں خدا پرست — میں پوچھتا ہوں اس کو جو ہو آشنا پرست

گذری جس غم سے مجھ کو زندگی دو روزہ — رکھو اس غم کو خدا شہر محرم کردہ

سودا کا تو نے حال نہ دیکھا تو کیا ہوا — آئینہ لیکے آپ کو دیکھا تو کیا ہے

بہار و باغ ہو مینا ہو جام و صہبا ہو — ہوائے ابر ہو ساقی ہو اور دنیا ہو

جو مہرباں ہو سودا کو مغتنم جانے — سپاہی زادوں سے ملتا ہے دیکھیے کیا ہو

نہ نہیں دریا کہ جس میں جائیے پل باندھ کر — موجِ چشمِ عاشقاں ہے تو قدم پہ پل کے پل

حلِ مشکل کس سے ہو سودا کے تجھ بن یا علی — کھول دے عقدہ مری مشکل کا مشکل کشا

چمن میں باندھا تھا آشیاں ہم نے کہ آ کے تا آفتاب گلشن — یہی کہ غنچے نے آنکھ کھولی خیال تھا گل تو خواب گلشن

طرف نہ نقشہ سی تیرے منہ کی ہے تو پایا ہے باغ نے چھلا — بہار سودا خفیف نرگس ذلیل سنبل خراب گلشن

آڑے قسمت جلا دو یارو یا مار ڈالو ہمیں — اب تو کن آنکھوں لگا ہے دیکھنا یار نے ہمیں

دل لیکے ہمارا جو کوئی طالبِ جاں ہے — ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ جی ہے تو جہاں ہے

نسبت اُسے ہم ہیں زیرِ آسماں یک جان دو قالب — مخاطب تم بلفظ جان ہم دونوں کے ہوتے ہو

اپنے بیمن کو فائدہ کیا، تجھ سے اے نسیم — یہ جا ہے وہ کہ یاں دمِ عیسیٰ سموم ہے

کعبے کی زیارت کو اے شیخ میں پہنچونگا
مستی سے مجھے بھولی جس دن رہِ میخانہ

نسیم بھی ہے چمن میں اور اب صبا بھی ہے
ہماری خاک سے پوچھو تو کچھ رہا بھی ہے

قدم سنبھال کے رکھ دشت خار پر مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

سودا کو جرم عشق پہ کرتے ہیں قتل آج
پہچانتا ہے تو بھی یہ گنہگار کون ہے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

قاصد کے تئیں میں اپنے جو کچھ کہے دن بہا ہے
جیتا پھرے تو اجرت ورنہ یہ خوں بہا ہے

حسرت سے دو جہاں کی یہ دل ہاتھ دھو چکے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہ ہو سکے

جس سرزمیں میں یاد کروں تیری یاد میں
دہقاں کچھ اس زمیں میں بجز دل نہ بو سکے

سینے کو دستوں کی نگہ تیری چھوڑ دے
آنکھوں کی ہر پلک صف محشر کو توڑ دے

مرجان کا نخل ہوں نہ پھلوں برگ و بار سے
ٹپکے ہمیشہ خون مری شاخسار سے

میں کہتا ہوں دل اپنے سے کہ ننگ و نام سے گزرے
نہ ہو گر اس میں یہ باتیں تو کس آرام سے گزرے

در منقبت مرتضوی صلی اللہ علیہ گفتہ۔

ایوان عدالت میں تمہارے یا شاہ
کب ظلم کو ہے راہ عیاذاً باللہ

شیشے کا جو واں طاق سے پڑے پاؤں دکھاے
ہر سنگ سے نکلی ہے صدا بسم اللہ

مومن نہیں زنار سے میرے آگاہ
اس رشتے کو ہے سبحۂ اسلام سے راہ

اس بت کا برہمن ہوں کہ صوفی یا شیخ
کہتے ہیں جسے دیکھ کے اللہ اللہ

کوئی کسی کو ستاتا ہے آشنا کر کے
برا کرے ہے کسی کا کوئی بھلا کر کے

میں ڈھونڈتا ہے شفیع گناہ محشر کو
علی کے نام کو پایا مثل خدا کر کے

اب کے بھی دن بہار کے یوں ہی چلے گئے
پھر پھر کے گل آ چکے چمن تم بھلا گئے

پوچھے ہے پھول پھول کی خبر کس سے عندلیب
ٹوٹے جھڑے خزاں ہوئے چھوڑ چلے گئے

صورت میں تو ابتر نہیں ایسا کوئی کب ہے
اک ہیچ ہے کہ وہ قہر ہے آفت ہے غضب ہے

کہتے ہیں جسے عشق سو وہ خیر ہے سودا
جوں ذات خدا جس کا حسب ہے نہ نسب ہے

میں ننگ ہوں ایسا کہ قبیلے میں سے کوئی
میراث کے لینے کو بھی وارث نہ کہایا

١١٩ سراج الدین سراج تخلص، سراج بزم خوش‌بیانی، شمع محفل نیکویی، اصلش از دکهن است. اشعار خود را بخدمت سید حمزه گذرانیده، سخن او خالی از چاشنی نیست. از وست.

مجھ از دست گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا ــــــ چاک سینے کا نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا
ہر دم دم خنجر اور پر اس سر گذرنا ــــــ اول قدم شوق ہر منزل کو ہماری
تم پر فدا ہیں ساری حسن و جمال والے ــــــ کیا خط و خال والے کیا صاف گال والے
مدت سوں گم ہوا دل بیگانہ اے سجن ــــــ شاید کہ جا پڑا ہے کسی آشنا کے ہاتھ
ہجوم داغ کے تیں سر دیا یا غم کے ناؤ نے ــــــ عجب پھولوں کی ڈالی گلشن سینے آتی ہے

١٢٠ نجم الدین علی خان، سلام تخلص، خلف الصدق شرف الدین علی خان پیام، گوہر دست برتری، نجم برج سروری، یار باش و خوش اختلاط بود. زمانه زیب سلامت روزی میگذرانید. مولدش خاک اکبرآباد است. اشعار را بخدمت پدر عالی قدر خود گذرانیده. از وست.

حدیث زلف چشم یار کر پوچھ ــــــ درازی رات کی بیمار کر پوچھ

١٢١ محمد میر سوز، اصلش از شاهجهان آباد است. مدتی در فرخ آباد در رفاقت امرای بنگش بسر برده، حالا در بلدهٔ لکهنو [illegible] مثنوی کسرش برد. اشعار ریخته را بسوز و گداز میگوید و مضامین تر و تازه میسنجید. گویند [illegible] جوانیست خوش رو و خطاط است تمام می‌نوشت و خود را در شیرین زبانی یکتای عصر میداند. شورش شهور است. لطافت طبع و شوق مزاجش از اشعارش ظاهر میشود. از وست.

یار اگر صاحب وفا ہوتا ــــــ کیوں میاں جان کیا مزا ہوتا
جان کا کیا کروں بیاں احسان ــــــ یہ نہ ہوتا تو مر گیا ہوتا
نہ تمنا ہے تجھ مناسب تھا ــــــ کہ تجھ میں نے کچھ کہا ہوتا
ضبط سے تھم رہا ہے میرا اشک ــــــ ورنہ اب تک تو بہہ گیا ہوتا
ہاں میاں جانتا تو سوز کی قدر ــــــ تو ترا جی کہیں لگا ہوتا

عاشق ہوا اسیر ہوا مبتلا ہوا ــــــ کیا جانیے کہ دیکھتے ہی دل کو کیا ہوا
سر شوق ظلم تم نے کیا ہم کو واہ واہ ــــــ تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا
دل تھا بساط میں سو کوئی لے گیا ــــــ اب کیا کروں گا اے مرے اللہ کیا ہوا

پایا نہیں سراغ کروں کس طرف تلاش ــــــ دیوانہ دل کدھر گیا اے آہ کیا کروں دکھاء

سنتے ہی سوز کی خبر مرگ خوش ہوا ــــــ کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا

زلفوں کا نہ قیدی ہوں نہ مقتول نظر کا　　حیراں ہوں الٰہی نہ ادھر کا نہ ادھر کا

دل کی ہاتھوں بہت خراب ہوا　　جل گیا، بھن گیا، کباب ہوا
اشک آنکھوں سی پل نہیں رہتا　　کیا بلا دل ہی دل میں آب ہوا
جن کو نت دیکھتی تھی سوان کا　　دیکھنا ہی خیال و خواب ہوا

سوراخ ایک ہو تو کروں بند کا علاج　　دل تو تمام خانۂ زنبور ہو گیا

گل و گلزار خوش نہیں آتا　　باغ بن یار خوش نہیں آتا
اس قدر گالیاں نہ دو صاحب　　ہم کو یہ پیار خوش نہیں آتا

تجھ پہ اِی جان آن ہی کچھ اور　　میرے دل میں گمان ہی کچھ اور
کیا کہتا ہی سب سمجھتا ہوں　　آج تیرا بیان ہی کچھ اور
عارضی حسن پر نہ ہو مغرور　　جان میری نِدان ہی کچھ اور
سرو کو اس کی قد سی کیا نسبت　　اس سہیلی کی شان ہی کچھ اور

نہ خلوت نہ جلوت کی ہم یار شہر کی　　فقط دیکھنی کی گنہگار شہر کی

لوگ کہتے ہیں کہ ہیں چرخ پہ تارے تارے　　پھرتے ہیں ذرہ ذرے مری خاک کے مارے مارے

حکایت ہی ہماری آشنا کی　　سنو یارو یہ باتیں ہیں خدا کی
دعا دی تو لگا کہنی کہ دور رہو　　سنی تیری دعا، تیری دعا کی
عدم سی زندگی لائی تھی بہلا　　کہ دنیا جائی ہی اچھی قضا کی
جنازہ دیکھتی ہی سن ہوا دل　　کہ ہی ظالم دغا کی ری دغا کی

اِی مری دل تو کیوں پڑا ہی نڈھال　　آنکھ تو کھول چونک میری لال
کن نے بیخود کیا تجھی پیاری　　کن نی تیرا کیا ہی یہ احوال
کیا کسی پر ہوا ہی تو عاشق　　نہ میری جان مت لی یہ جنجال
بیوفا ہیں جہان کی محبوب　　بیمروت ہیں یہ زبون خصال
پہلی لیتی ہیں دل کو بہلا کر　　پھر کرتی ہیں جان کا بھی سوال
بات میری کو مان لی پیاری　　ورنہ کہہ دوں گا سوز سی سب حال

یہ تو آیا ہی اب خدا حافظ   مرحبا مرحبا تعال تعال

کبھی تو نے کہا نہ اک بوسہ   لی لی ای بی فقیر لیتا جا

کھب گیا حسن یار آنکھوں میں   کیا ہی پھولی بہار آنکھوں میں
کٹ گئیں انتظار کی راتیں   ایک دو تین چار، آنکھوں میں
بزم خوباں میں سوز جا نکلا   یار سر ہو کی چار آنکھوں میں
کی اشارت کہ میں کہاں بیٹھوں   بول اٹھی چشم یار آنکھوں میں

ایک نے سوز سے پوچھا کہ صنم اپنے سے   اب بھی ملتی ہو یہ سنکر کہ کہا ہی گاہی
دیکھ کر منہ کو گھڑی ایک میں بھر کر دم سرد   یوں اشارت سے جتایا سر یا ہی گاہی

کیوں صنم کو جدا کیا تو نے   ہائی اللہ کیا کیا تو نے
کن نے تجھ سے کہا کہ روٹھ رہا   مجھ کو مارا بھلا کیا تو نے
اپنے ہاتھوں سے جو لگایا تیغ   حق عاشق ادا کیا تو نے
نہ مری جان مت خفا ہو تو   جو کیا سو بجا کیا تو نے

ترے دل میں بے رحم کچھ بھی نہ آیا   مجھے تو نے کس کس طرح سے ستایا
بلایا تجھے میں نے سو سو طرح سے   ولے اپنی ضد سے نہ آیا نہ آیا
یہ سب جس کی آہیں ہیں میں جانتا ہوں   اسی بے حیا نے تجھے کچھ سکھایا

بتوں میں اگر میرا اعجاز ہوتا   تو سب عاشقوں میں میں ممتاز ہوتا

وہ میں ہوں جس نے اس نے دوستی کی باندھی ہے   وگرنہ تند خو میرا اپنے لڑنے کو آندھی ہے

مت ہاتھ لگا سینے کو یوں اس میں بھی کچھ ہے   پھر کاہے کو کس واسطے کیوں ان میں بھی کچھ ہے

اب ہم تو چلے مسافری کو   کہ دیجیو سلام عاشقی کو
میں کون ہوں ستمگر اس کو نہ   کیا داغ لگا ہے میرے جی کو
دل صورت یار ہے بعینہ   ہاں دیکھ تو میری بتگری کو
اس دور میں ہائے دشمنی نے   پامال کیا ہے دوستی کو
اے مہدی ہادی دو عالم   تازہ کرو دین جعفری کو

مت رہ اے سوز دل میں غمگیں — پڑھنا دل سنبھلی کو
بسے کہ (تو) قاصد آتا ہے وہ واہ — الحمد للہ الحمد للہ

کل سیر گلشن میں آتا تھا گر وہ — میں نے کہا یوں کہ میں بھی ہوں ہمراہ
کہنے لگا مجھ سے جھنجھلا کے وہ یہ — تو کون میں کون اے واہ اے واہ

بس ہو تو رکھوں آنکھوں میں اس آفت جاں کو — پھر دیکھنے دوں میں نہ زمیں کو نہ زماں کو

تری مانگ پر دُر کی کیا بات ہے — نہیں مانگ تاروں بھری رات ہے

یک روز کہا ہے میں نے اس سے — اے واقف حالت نہانی
میں تجھ سے تو چاہتا نہیں کچھ — غیر از الطاف و مہربانی
یا گاہ نگاہ مشفقانہ — یا بخشش چابک زبانی
یہ سن کے بصد ہزار نخوت — کہنے لگا سن اے فلانی
تو دیکھ سکے گا میری صورت — اللہ رے تیری لن ترانی

۱۴۳ میر ناصر سامان تخلص، صاحب سر و سامان خوش کلامی بود، متاع سخن را از ارد وے میرزا مظہر ذخیرہ نمودہ اشعار فارسی بعنوان تازہ می گفت و گاہے خیال ریختہ را ہم بخاطر می ریخت آخر اجلش از تاراج روزگار یافتہ سامان حیاتش را بباد داد و جسم را بخاک ریخت۔

انھیں کیوں کر نہ اب دل سے بھولے — کبھی تھے آشنا ہم بھی کسو کے
خبر بھی آوے نہ سے رہ گئی ہے — کبوتر اڑ گئے پیتم کی کو کے

۱۴۴ میر سجاد، سجاد تخلص وطن اصلی وے اکبر آباد است نشو و نما در دہلی یافتہ از خاندان عالی بود و با اکثر سخنوران آنجا خلطہ مربوط جد وے میر محمد اکرم کمال عزت و اعتبار داشت و وے نیز بسجادہ نشینی جد و پدر سرفرازی یافتہ، و تیرہ آبای خود را از دست دادہ، طور عاشقانہ و طبع رندانہ بہم رسانده، اکثر میل خاطرش بجانب ایہام بود لطافت طبعش از کلامش ظاہر میشود۔ زبانی میر مہدی کہ از دوستان او ست معلوم شد کہ وے اصلاح سخن از میاں مضمون می گرفت۔

فغاں سن کے مرے بیتاب دل کی — کلیجہ چھید چھید ہے بانسلی کا

ہم سے جوں زلف تم جو اینٹھ گئے — غیر پٹوں میں آ کے بیٹھ گئے
تجھ کو دیکھا کھڑا جو کوٹھے پر — گھر کے گھر عاشقوں کے بیٹھ گئے

یعقوب کے جب عشق گرا سر پہ ٹوٹ کر — آنکھوں نے اس کے رو دیا آخر کو پھوٹ کر

جو کہ مجنوں آپ کو وہ کر رکھو   عشق میں ہم سے قدم کب کر رکھو

کیوں نہ لیجا دشت میں دامن کو پونچھ   خار رکھتے ہیں دوانوں سا تھ کھونچھ
اس قدر بھی گل کا شکوہ خوب نہ   شور مت کر بلبل اپنی منہ چپ نچھ

زلفیں تری یہ دام میں لاتی ہے باندھ کے   کب جا سکیں غزال تجھ آگے پھاند کے
سر سبز نہ ہو سکا تری زلفوں سے کلف   ہر تمیں دن یہ زاغ ہیں سینہ میں باندھ کے
نافے نے گر رہائی نہیں بوے زلف کی   لاتے ہیں کیوں ختن سے یہ مشکوں کو باندھ کے

کیوں مشت گل بھی دل کی نہ روئے سے بہ گئی   سجاد مجھ پہ باقی ہے چشموں سے یہ گلا

جان و دل سب قبول ہے جاتا   پہ گلی میں تری مجھو آتا

مرا دیکھ کر حال دامان کا   پھٹے کیوں نہ سینہ گریبان کا

سجاد مہربان کرے کوئی کس طرح   غصہ ہوا ہے یار میں کہاں دلوں غضب

نرگس تری کب آنکھ سے آنکھیں سکے ملا   خون جگر نہ باغ میں غنچے کے دکھ بلا

مرہم سے دل کے زخم کو ہوتی ہے دلکی   ٹانکا اڑے ہے سینے پہ پتھر کی جوں سل آ

اب اس کے حسن صبح پر آئی ہے خط شام   سجاد اپنے گھر کو چلو یا تو دن ڈھلا

جلنے سے صدق دل کے سینہ پہ گیا خلیل   سچ بات ہے کہ سانچ کو ہرگز نہیں ہے آنچ

دل ہو گیا پھپھولا پیارے تمام جل کے   کیا تجھ نہال سے ہوں امیدوار پھل کے
ایسے ترے چمکتے دانتوں کو دیکھ پیارے   پانی ہو جاوے موتی کیوں کر نہ پہاڑ تیل کے
تنہا نہ دل مرے نے زلفوں سے تاب کھایا   گلشن کے بیچ سنبل کھاتا ہے پیچ بل کے
کیا دل کی بیقراری کیا آہ اور زاری   سجاد سب یہ تجھ کو انداز ہیں اجل کے

ہاتھ میں باغباں کے آج کلی   تیری کوچے میں آ دتی ہے گلی
سوز دل کا نہ یا دیکھ نہ سکا   حق ہماری قلم کے نوک جلی
بیچ دے رستموں کو مارا ہے   زلف تیری بھی ہے زور بلی
مجھ کو مارا ہے زلف نے سجاد   سر تیری جاوے یہ بلا نہ ٹلی

باد صبا سے زلف معطر کی ہم تلک   مدت ہوئی کہ پہنچی نہیں کچھ خبر عطر

میری تمام حال کی تقریر ہو زلف   روز سیاہ ڈالتی شبگیر ہی زلف

خاموش اس سبب سیتی رہتا ہوں مشتر   تنگ اس قدر ہو منہ کہ نکلتا نہیں ہو حرف

بی تکلف میں سمجھوں سو وہ ملتی ہو سجاد   دختر رز بھی عجب طور کی مستانی ہو

بتوں کو تئیں اس قدر مانتا ہو   یہ کافر مزاجی خدا جانتا ہو

دیکھ مہندی لگی ان ہاتھوں کو   پھول آ کر لگے ہیں پاتوں کو

کیوں لپیٹے ہیں زلف کانوں سے   کیا مگر دن لگے ہیں راتوں کو

زاہد کی عقل کی مت دیکھو   عشق سے کہتا ہے پھر مت دیکھو

مار ڈالیگا ابھی نظروں کے بیچ   دیکھیو اس کی طرف مت دیکھو

۱۱۵/۱۴ میر سعادت اللہ سعادت سید صحیح النسب سلیم الطبع بود درمذاقش چاشنی خداپرستی رسیدہ زمانہ را بسلامت وی بسر می برد
و باسعادتمندی مشہور بود۔ با ہر کہ بہ تواضع پیش می آمد۔ اللہ تعالیٰ مرتبۂ دولت دارین باو عنایت فرمودہ، تولدش از خاک امروہہ بود کہ
منشاء او در دہلی شدہ و ہمانجا مدفنش گردیدہ، کلامش اکثر مشتمل بر ایہام بہ نظر آمد۔

کس سے پوچھوں دل مرا چوری گیا زلفوں میں رات   ایک ہی شانہ سو وہ بھی تیل میں ڈالا ہے ہاتھ

بسکہ ہوں کم ظرف دو پیالوں میں ہو جاتا ہوں مست   ہوش کھو دیتی ہیں میرا اسکی آنکھیں مے پرست

نہیں تجھ بہر میں پیتے شراب ارغوانی ہم   اری ساقی تری باری نہیں ناگیں ہیں پانی ہم

۱۱۶/۱۸ میر رحمت اللہ سید التخلص خلف الصدق میر عزت اللہ یکدل رحمۃ اللہ علیہ جوانیست زندہ دل و درویش مشرب و متواضع
و شیرین زبان شعر فارسی و ریختہ ہندی بسیار خوب بہ نزاکت می گوید و درہای معانی تازہ در سلک نظم می آرد۔ وطن اصلی وی دہلیست
پدر بزرگوارش مقتدای کبار بود، چنانچہ ذکر وی خواہد آمد۔ بعد وفات پدر جہت سعی از کشش تقدیر در مرشدآباد رسیدہ چندی زمانہ را بخوبی
گذرانیدہ، چون اوضاع فلک را ثباتی نیست اکنون عشرت وی مبدل بہ عسرت ساختہ، روز شادمانی و فراغبالی او را بہ شب سیاہ پراگندہ
دلی و درماندگی رسانیدہ۔ در ایامیکہ مؤلف اوراق در مرشدآباد بود میر مذکور را اکثر از ملاقات خود راحت بدل می رسانید۔ روزی استدعای اشعار وی
نمودم بعد اعتذار بسیار چندی از نتائج طبع خود نوشتہ فرستاد، عنوانش این بود: "تمام اشک سراپا آہ سید رحمت اللہ، خانہ برباد متوطن
شاہجہان آباد، تارک نماندان، مذلت توامان، ہمہ عصیان، سراپا گناہ متخلص بہ سید روسیاہ بحالت ضلالت دل خستہ دست طلب را
بپای استغنا شکستہ، گاہ گاہ معماری ابیات دل خود مینماید، اینچند اشعار از وست، امید از آن یگانۂ آفاق و صاحب اشفاق آنست
کہ آنچہ قابل تحریر و سطور نباشد آنرا مستور سازند و نامستور را مسطور نمایند؛ آن اینست۔

مجھ چشم کی جو فتنہ دراغوش ہی رہا | دیر و حرم میں عشق سے پر جوش ہی رہا
مار سیاہ زلف نے جس کو ڈسا موا | جیتا اگر بچا تو سیہ پوش ہی رہا
کب ہو طبیب سے مرض الموت کی دوا | سنتے ہی حال کو مرے خاموش ہی رہا
کیا پوچھتا ہے حال سویدا کا اے عزیز | جب سے ہوا ہے ہوش وہ بیہوش ہی رہا

گل پہ تو بلبل کی یاروتاک ہے | یہ کہو کیوں گل گریباں چاک ہے
عاشقوں کو ہے وضو خون جگر | ہر سحر یہ آہ ہی مسواک ہے
صید آہو کا نہیں محتاج وہ | چشم عاشق حلقۂ فتراک ہے
سینہ نزدیک کری ہے آہ آہ | ناک یہ بہتی ہے یا سوزاک ہے
اے سویدا وصل ہو ذرا کا نہیں | جب تلک یہ فہم و ادراک ہے

۴۱۱ سلامت علی سلامت نو بہ اسیت شگفتہ رو خوشگو گرم جوش صاحب ہوش از خاندان بزرگ است اجداد وی بکمال فضل و کمال متصف بودند مولدش قصبۂ مانیہ از توابع نگر غازی پور دیروزی برفاقت نواب سعادت علی خان بہادر بسر فرازی دارد و قصائد بسیار در مدائح نواب گفتہ و داد فصاحت و سخنوری دادہ لیکن قدرشناس سخن کہ بعطای صلہ و انعام دامنش پر زر شدی:

بران گروہ بباید گریست کز پس ما | حکایت کرم روزگار ما بکنند

شاگرد شیخ احمدی وارث است سالہای بسیار در خدمت وی تلمذ نمودہ و از فیض صحبت وی چاشنی سخن یافتہ۔

بغیر یار جو ابر بہار برسے ہے | بجای قطرہ پانی شرار برسے ہے

اس اہل ناز سے اتنی نہ تھی ہمیں امید | ہزار شکر کہ بارے مرا سلام لیا

لالہ کی تختے کھل رہے میرے مزار پے | مرنے کے بعد داغ دل آئے بہار پے

کیا پھر اے صیاد اس کی قید کی تدبیر ہے | سانس کا لینا ہی جس کو حلقۂ زنجیر ہے

میں نے بوسہ لیا جو آپ کا بیہوشی میں | دیکھیے معذور رکھنا ہو گئی بیہوشی میں

سخت باتوں سے تری یار مرا دل ٹوٹا | ایسا نازک تھا یہ شیشہ کہ ہوا سے پھوٹا

جدائی کا ترا داغ اس قدر ہے | پڑا جس پر لخت جگر ہے

۴۱۹ میر یادگار علی سید تخلص متوطن بہادر پور متعلقہ میوات سید ذی تمیز یادگار جماعت کثیر کلامش بس دلپذیر است و سخن شیرین دارد

کیا اب امید کریں وصال کی مرتے مرتے | مر تو کٹ گئی دکھ بھرتے بھرتے

۱۱۹ میر سلیم، سلیم تخلص، مرد سلیم الطبع و سلامت رو، از ساکنان عظیم آباد است، در تجارت بسر میبرد و طبع موزون دارد۔

شراب بیخودی سے کیا کبھی ہے تیغ قاتل کی ــــــ کہ زخم اس کا لہو جاتا ہے جرم ہوش سے مجھکو

رات میں خواب میں دیکھا کہ شرر ہاتھ میں ہے ــــــ چشم واکی تو سحر لخت جگر ہاتھ میں ہے

دو رفیق اپنے جو تھے عشق میں دونوں بگڑے ــــــ نہ دل اب ہاتھ میں، نہ دیدۂ تر ہاتھ میں ہے

۱۲۰ نواب احمد علی خاں، سوزاں تخلص خلف الصدق افتخار الدولہ میرزا علی خاں شوکت جنگ در سخن سنجی یگانہ و در فہم و فراست افتخار اہل زمانہ، شوکت کلامش دل حاسداں را پیوستہ از آتش حسد سوزاں می دارد و نکہت بیانش دماغ و دل دوستاں را معطر و شاداں میسازد۔ سابق ازیں اشہب فکرت را در میدان فصاحت جولاں می داد، از چندے بایں طرف رغبت ندارد۔

قید میں یوسف کو بھیجا، واہ یوں ہی چاہیے ــــــ خوب کی تو نے زلیخا چاہ یوں ہی چاہیے

۱۲۱ میر غلام حسین عرف بھیسا، شورش تخلص ولد میر محسن عظیم آبادی، از فرزندان شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، قدس اللہ سرہ، وقت قیام آں بلدہ اکثر ملاقات در خانۂ شیخ محمد رفیع، رفعت تخلص میشد۔ بسیار خوش خلق و بے نیاز، صاف گو، دیر آشنا نظر آمد۔ روزگار پیشہ است، پیوستہ در بند و حسیان مضامین سوزش انگیز و معانی شورش آمیز میباشد۔ از مدتے در صحیح جمع کردن تذکرۂ شعرائے ریختہ ہمت خود گماشت، و آب و رنگ ترتیب بر روئے اشعار پراگندۂ اساتذۂ ایں فن ریختہ صفحۂ کاغذ را آراستہ، آغازش را بانجام سانید۔ نامش "یادگار دوستاں" مقرر نمودہ، و ہم ازیں مصرع تاریخ تالیفش برآوردہ: "یادگار دوستان روزگار" بعد اتمام ایں تذکرہ در عشرۂ اولی ماہ شعبان سنہ یکہزار و یکصد و نود و پنجم ہجری میر شورش جہاں پر شور را پدرود کردہ و در حسرت افسوس بر روئے دوستاں خود کشودہ۔ ایں چند شعر روزے باز دو شنیدہ بود، از قلم زبان بر زباں قلم آوردہ۔ دیوان ریختہ مرتب دارد۔

چشم خدا بیں سے دیکھ، غیر خدا کون ہے ــــــ مردم بینا سے پوچھ، اس کے سوا کون ہے

سب سے بالاتر ہے یار و حیدر صفدر کی قدر ــــــ جس طرح ہے دین اور دنیا میں پیغمبر کی قدر

دلوں میں اپنے بندوں کی گر الفت خدا دیوے ــــــ تو میں بھی سے یہ کہتا ہوں کہ مہر مرتضیٰ دیوے

فلک کا تاج ہے جب سے زمیں کے سر مبارک پر ــــــ خدا کے گھر میں سچ پوچھو، بجز حیدر رہا پیدا

ایک ہی تلوار ہے بس ذوالفقار ــــــ جس کے تیں مارا برابر دو کیا

ممکن ہے یہ کہ ریگ بیاباں کرے شمار ــــــ اک نہیں شمار ہے تو ہمارے گناہ کا

اعمال نیک اپنے سے، امید کچھ نہیں ــــــ اک آسرا ہے مجھ کو اسی دیں پناہ کا

کیا چشم ہے وہ چشم، کہ جو چشم تر نہ ہو ــــــ وہ آہ کیا بلا ہے کہ جس میں اثر نہ ہو

زندگی بار ہی گی سینہ پر — مرگ نہستی ہو ایسے جینہ پر

پیتا ہوں میں شراب خرد سی پیام ہی — جاتا ہی جوش ہاتھ سو میر اسلام ہی

صورت کو اپنی دوست کی شورش تو یاد رکھ — اور سب کو تئیں بھلا دی جہاں تک بھلا سکو

عارف حق کو جو دیکھا تو فنا اور ہی ہے — دو جو کہتی ہیں بقا، ان کی بقا اور ہی ہی

یار میری کی، کھینچ کر تصویر — نقش دیوار ہو گیا بہزاد

۱۳۳/۲۸ حسن علی، شوق تخلص، صاحب حسنات جامع صفات بود، در شیوۂ سپہ گری بسر می برد۔ در روز و شب در شوق خابندی لعبتان معانی می کوشید و شاہدان مضامین تازہ را لباس الفاظ رنگین می پوشانید، وطن اصلی وی دار السلطنت دہلیست ہمانجا مشق سخن در خدمت سراج الدین علی خان آرزو کردہ آخر حالش نمی دانم کہ تا کجا رسید و زمانہ را چہ طور گذرانیدہ و چسان گذشت۔ از دست۔

قاصد پھرا نہ واں سی جواب تک، تو آچکا — (القصہ اس گلی میں گیا، جو، سو جا چکا)

(اب) پاس مجھ کو کام اجابت سی کیا رہا — وقتیکہ جب دعا سیتی، میں ہاتھ اٹھا چکا

اگر قاصد تری کوچی سی ٹک جلدی نہ آوی گا — پیاری دیکھیو پھر تو، کہ میرا جی ہی جاوی گا

تلوار کس پر کھینچو ہو تم، ہم تو مر چلی — پیاسی ہو کس کی خون کی تم، ہم میں دم نہیں

آچکا خط بھی پہ تیرا انت نیا ہی ناز ہے — ہو چکی آخر بہار، اور اب تئیں آغاز ہی

خبر لی شوق کی ظالم، تری فرقت میں مرتا ہی — بہ از تلوار ہی مجھ کو، جو کوئی دم گزرتا ہی

سنتی ہی نہیں یہ بت گمراہ کسو کی — ان ساتھ کٹی کس طرح اللہ کسو کی

آنکھوں کی سیاہی بھی سفیدی کی نذر کی — رو رو کی تری یاد میں یوں شام سحر کی

میں اپنی کم زبانی سی عزیزاں ہار مرتا ہوں — لب زخموں سی قاتل کی ادای شکر کرتا ہوں

۱۳۴/۳۰ کرم علی خان، شہید تخلص، خلف قاضی اکمل خان، اصلش از بلدۂ چنار است، از مدتی در زمرۂ خواص حضرت ظل سبحانی سرفرازی دارد و بخطاب مخدوم علی خان مخاطب شدہ بسیار خوش خلق و متواضع و رنگین مزاج است و قطع نظر از برادری باہمیں برادر مؤلف صلاح الدین خان، سلمہ اللہ تعالی کمال ربط و یک جہتی دارد و مدتہا باہم در مجلس خلد آئین حضرت خدیو گیہان ہم نشین و مصاحبت بسر بردہ، از جملۂ شاعران پای تخت شاہیست۔ اشعار فارسی و ریختہ بطرز تازہ می گوید از دست۔

ہو زخم جگر ظالم، از بسکہ نمک سودہ — نکلی ہی مری دل سی، ہر آہ غم آلودہ

پڑی شرار برق سی، میری داد ہان شوق — جل جاوی یہ زباں، جو کروں ٹک بیان شوق

ظالم تو بتا کس کی لہو بر سر کیں ہی — حاضر ہی یہ جی لیجیو کیوں چین بجبیں ہی
جاوی گا نکل جی تری گھنگرو کی صدا ساتھ — آہستہ قدم رکھنا کہ جھنکار نہ ہووی
دنیا سی سفر کرنا تو چنداں نہیں مشکل — جب آنکھ موندی دیکھ لیا ملک عدم کو

۱۲۴ میر کلو، شائق تخلص از اقربای میر درد صاحب جوانیست بکمال صلاحیت آراستہ و بعلم و عمل پیراستہ فکر عالیش رسا و سخن متوالیش خوشنما. شعر و شاعری دون مرتبۂ این خاندانست لیکن بمقتضای جودت طبع سخن را باین روش ادا می کند.

تجھ جب سی صنم دیکھا کہیں کیا — خدا بر علم ہی بندہ نہیں جاہی
ہمارا دل لیی جاتا ہی وہ خونخوار کیا کہیی — سوای صبر کچھ چارہ نہیں لاچار کیا کہیی

۱۲۵ خوش وقت رای شاداں در منشی گری و انشا پردازی خوش وقت بسر میبرد و طبع موزوں و رسا دارد و گلزار معانی را بہ آب بازی فکرت باین طور شاداب می سازد.

جب تلک ہو کام مژگاں سی تو ابرو مت چڑھا — تیر کی ہوتے نہیں کھینچی کوئی تلوار کو

۱۲۶ میر فتح علی شیدا تخلص متوطن شمس آباد مئو در عالم سپہ گری بسر می برد و لیکن طبع موزوں و درد مند دارد از کلامش بوی دل سوزی و شیدائی می آید. شاگرد میرزا رفیع سودا است. مثنوی در ہجو فدوی لاہوری کہ حریف میرزا بود بنظم آوردہ و در آن تلاش مضامین تازہ نمودہ چنانچہ تمام مثنوی انشاء اللہ تعالی در ذیل احوال فدوی قلمی خواہد شد.

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں — اب دیکھنے کو جن کی آنکھیں ترستیاں ہیں
آئی تھی کیوں عدم سی کیا کر چلی جہاں میں — یہ مرگ و زیست دونوں آپس میں ہنستیاں ہیں
اظہار سخن کیجیی کیا خاک کے زمیں پر — ڈھونڈی نہ ملا صاحب ادراک زمیں پر

۱۲۷ میر قطب الدین علی خاں، شاداں غازیپوری، جوان با اخلاص یار باش خوش معاش نکتہ داں شیریں زبان، خاندان عالیشاں دارد. در عہد طفولیت ویرا نواب فضل علی خاں بفرزندی خود گرفتہ و ولی عہد خویش ساخت. در ایام دولت نواب مغفور بکمال ثروت و شوکت بسر میبردہ و پیوستہ در مجمع ہمزادگان و در محفل سخنوراں شاداں و فرحاں بود. بعد فوت نواب بتلاش معاش میباشد گاہی بفراغت و گاہی در پریشانی بسر می برد. در زبان ریختہ و فارسی سخن سرائی میکند چند اشعار وی از تذکرۂ شیخ احمدی وارث قلمی شدہ در فشانی می کند.

مت پوچھ کہ کیسی شب ہماری گذری — پتھر کی پکی تو رات ساری گذری
بی مہر تری فراق میں شاداں کو — سو رات کی ایک رات بھاری گذری

میں جو اک عاشق بیمار ہوں کن کاان کا — کشتۂ ابروی شمشیر ہوں کن کاان کا
جمع عشاق میں شاداں کی طرف کو خفا — بول اٹھا یار کہ میں یار ہوں کن کاان کا
دیدار کو تیرے آئیں گے ہم — دل اپنا نذر کو لائیں گے ہم
پروانے کی طرح شمع رو پر — شاداں قربان جائیں گے ہم
دیکھ شاداں کو کیا حاصل ہو جن نیاب کے سال — اشک کے دانے تری ہجراں میں بوئے کشت کشت :

۱۲۸/۱۴ میر محمدی، شرف تخلص برادرزادۂ نواب خان دوراں، عالی خاندان و شرف دودمان خود است. بیشتر اشعار ریختہ بطرز ناصر علی و جلال اسیری گوید۔

عکس ہر کس مہ جبیں کا دل نشین آئینہ — ہم تنگ کیک دری ہے سرزمین آئینہ

۱۲۹/۱۴ خواجہ عاصم خاں، شور تخلص فرزند خواجہ محمدی خاں، اصل وطن وی دہلیست. پدروی بکمال شوکت و جاہ در بنگالہ آمدہ و مدتی برفاقت نواب صادق علی خاں و نواب میر قاسم خاں زمانہ بکمال عمدگی بسر بردہ بعد برہمی طبقہ عالی جاہی راجہ شتاب رائی ناظم عظیم آباد اورا بمعہ عشائر و برادر غازی پور طلبیدہ موضع متہاری سرکار چمپارن از متعلقات صوبۂ مذکور در جاگیر وی دادہ حالا زمانہ را بخوبی بسر میبرد و از اعتقادیکہ در خدمت شاہ گھسیٹا عشق دارد اکثر در عظیم آباد می آید. جوانیست ظریف طبع، سپاہی وضع، یارباش، خوش معاش، شوق شعرگوئی و معانی جوئی دارد و فکر صوابش عاصم از خطاست و تلاش عالیش شور افگن محافل احبا. مؤلف ویرا یکبار در عظیم آباد دیدہ و اشعار آبدار از زبانش شنیدہ۔

آرزو یہ ہے کہ اس طرح، دن اور رات کٹے — جتنی باقی ہے مری عمر ترے ساتھ کٹے
رو برو سے تو تال آئینہ — ہو گیا ہے وبال آئینہ
بستا ہے تو یار میرے جی میں — اس پر بھی نہیں قرار جی میں
ظاہر میں ملیں ہیں گو کہ رو کھے — کرتے ہیں پہ تجھ کو پیار جی میں
سینے کے سوز سے مری جلنے زباں لگی — یہ آگ یار و واہ کہاں سے کہاں لگی
آہ و فریاد تری خوف سے کم کرتے ہیں — پر میاں دل ہی سمجھتا ہے جو ہم کرتے ہیں
کس طرح سے سامنے اس کے اداپا زبانیے — ہجر میں جیتے رہے منہ کیا اسے دکھلائیے

۱۳۰/۲۶ مولوی غلام حسین شہید خلف شیخ علیم اللہ غازیپوری از مشائخان آں دیار و صاحب تمکین و وقار است. میاں مصحفی متصف شدہ تعریفی وی میکرد کہ در عالم طبابت مہارت کلی دارد و غزل فارسی و ریختہ ہندی بدیہہ خوب می گوید. تمام کتاب تحفۃ المومنین

طلب را در سلک نظم آورده وداد سخنوری داده۔

ہے نور حکمت نہیں ڈالا ہے سایہ نور کا ۔ دل جلوں کو زخم پر مرہم ہے یہ کافور کا
تہ بتہ مژگاں کی نیشوں سے مشبک ہے تمام ۔ دل کہیں یارب ہے یا آشیاں زنبور کا

ظاہر ہوا گر داغ مرے دل کا جہاں میں ۔ خورشید مقابل میں نمودار نہ ہووے

گر زخم اٹھانا مری تقدیر نہ ہوتی ۔ تو اس کی کمر لائق شمشیر نہ ہوتی

رہنے دے زمیں پر مجھو آرام ہی ہے ۔ میں نقش کف پا ہوں مرا کام یہی ہے

صورت سے دل کو جو کوئی خالی اگر کرے ۔ کیا معنی گر نہ اس میں خدا اپنا گھر کرے
منظور حق ہو کہ کہ انا الحق وہ شہر میں ۔ جو کوئی سنان دار سے سینہ سپر کرے
کیا ابر کو مجال کہ رو ذکا کر گھمنڈ ۔ آ کر کے مرے سامنے گریہ کو سر کرے
آنکھوں سے اپنی کبھی اشارت تو پل کے بیچ ۔ موج سرشک عرش کے سر سے گذر کرے
تیغ نگاہ یار کا تا ہو نہ کوئی شہید ۔ پھر عاشقی میں پوچھو تو وہ کیا جگر کرے

وقت ہے تجھ دہن کی تنگی کو سن چمن میں ۔ غنچے ہیں خون اگلتے سر کو جھکا جھکا کر

مو یار کی کمر ٹھہرتی نہیں ۔ تس پہ تو بار بار کستا ہے

مقیم کعبہ کرے یا مقیم دیر کرے ۔ پر کچھ کرے کہ مرا خاتمہ بخیر کرے

۱۳۱ رای امر سنگھ شائق تخلص از شاگردان شیخ احمد وارث ولد شیخ غازی پور راست شائق مضامین رنگین، طالب معانی دلنشین معلوم می شود. شنیده شد که شعر فارسی بنزاکت تمام می گوید وگاہگاہ فکر ریختہ می کند۔

وہ پیکان مژہ یارب کہاں ہے ۔ کہ جس کا خاک تودہ یہ جگر ہے

اک دل تھا مرے اسباب جہاں میں باقی ۔ سو بھی وہ سوختۂ آتش ہجراں نکلا

۱۳۲ شیخ محمد اشرف سید پوری صواب تخلص از شاگردان حضرت مصیب قدس اللہ سرہ جوانی بود خوش طبع شیرین کلام دلپسند شعر دانش اقتدار تاریخ از اوائل خود ممتاز وحدت ذہن وجودت طبع دیرا خدا ساز قصص انبیا وسلاطین ماضی وحال از روی کتب سیر و احادیث از بر از بر داشت وکتب عربی ناخوانده بزور طبع می خواند پیش زبان آوران در سخنوری انتخاب و در مضمون بندی فکرش بغایت صواب۔ غزلیات وریختۂ طرحی در مجلس مشاعرہ فوراً می گفت در عین شباب کہ سوداد رمزاجش غالب ہمہ خصائل پسندیدہ در سلب کرد. آخر در سنہ یکہزار ویکصد ونود ودو ہجری رخصت ازین عالم فانی برداشت ودوستان خود را در غم کدۂ روزگار گذاشت

از اشعار ہندی او چند بیت یاد بود بہ استصواب طبع بقید قلم درآورده۔

کب کوئی دل کی کدورت کو دھو دیتا ہے　　جس سے کہتا ہوں میں احوال ہو رو دیتا ہے

یہ نہیں کہتا اسے الفت نہیں　　وصل تو ہر روز پر خلوت نہیں

ہائے اس یوسف کو کیوں کر مول لوں　　ایک پیسہ کی مجھے قدرت نہیں

جوں برق چمکتی ہے میاں آہ کسی کی　　شاید کہ شب ہجر ہے اللہ کسی کی

حاضر ہیں ہم تو دینے کو دل بلکہ جان تلک　　لینے کا حرف بھی کبھی آوے زبان تلک

اب عشق نباہنے کی طاقت نہ رہی　　دکھ درد بساہنے کی طاقت نہ رہی

اس ناز کو اپنے رکھ میاں اپنے ہی پاس　　ہم کو تو رہا ہنے کی طاقت نہ رہی

آ بیٹھو تو دو باتیں کریں تم سے میاں ہم　　پھر دیکھیے اک دم میں کہاں تم ہو کہاں ہم

۱۳۳ نظام الدین احمد بگرامی عرف بستی میاں صانع تخلص صانع مضامین رنگین و موجد آئین دلنشین بصانع قدرت ذات وی را مجمع صنعتہای عجیب و غریب ساختہ و قادر مطلق او را بصفات آراستہ مردیست بسیار خلیق و شیرین زبان و یار باش خوش بیان صاحب دیوان فارسیست این یک بیت او برابر ہزار بیت دل میرباید و باختیار لله در من قائل بزبان می آرد:

پارہ گردد چوں کتان نامۂ عصیان یکسر　　بر سر مہر گر آید مہ تابان نجف

پرتو التفات بنظم ریختہ کمتر انداز د واین دو شعر او شخصی میخواند بقید قلم آورده: از وست۔

کیا رخصت سگ لیلیٰ کو دیکر استخواں اپنا　　نہ چھوڑا ہائے کچھ مجنوں نے صحرا میں نشاں اپنا

سجن کی اس محبت پر دیا تھا جان و دل صانع　　نہ تھا معلوم ہو جاویگا وہ نامہرباں اپنا

۱۳۴ مغل علی خان صنعت تخلص از اقربای نواب نظام الملک آصف جاہ است در اشعار ریختہ صنعت ہای عجیب می کند۔

یار گھر جاتا ہے یار و کیا کروں　　ہائے گھر جاتا ہے یارو کیا کروں

در درستی قافیہ این بیت سید فتح علی گردیزی در تذکرۂ خود شک کرده بخیال آنکہ قافیہ ہر دو جا تکرار یافتہ بیک معنی و این درست نیست و مؤلف گوید کہ قافیہ در ہر دو مصرعہ بیک معنی مستعمل نشده تا تکرار کہ عیب شعر است بہم رسد بلکہ بدو معنی است در مصرعۂ اول "گھر جاتا ہے" بمعنی خانۂ خود می رود و در مصرعۂ دوم بمعنی خانہ خراب می شود و این ہر دو معنی در محاورۂ اردو کثیر الاستعمال و یک لفظ قافیہ اگر بدو معنی تکرار یابد مستحسن است نہ عیب مثل قول شاعر۔

ہم میں بیدل دل اپنے پاس نہیں　　آہ اس کا بھی تم کو پاس نہیں

نواب صمصام الدولہ صمصام تخلص نمی دانم کہ ایں صمصام الدولہ نماندوراں خانست کہ اوصاف وی بیروں از تحریر وافزوں از تقریر اند در امرایان عہد محمد شاہی در یکتائی ضرب المثل بود یا شخص دیگر ایں بیت بنام وی دیدانم بکجا در نظر آمدہ و یاد ماندہ۔ آبداری کلامش از شعرش ظاہر میشود۔

نزدیک ہے خزاں کا ہووے گذر چمن میں — اب شور کر اے بلبل آوے جو تیرے من میں

۱۳۶ میر جعفر علی خاں، صادق خلف الصدق میر محمد خاں ابن سید محمد قادری جوانی بود در صحبت صادق و در جوان مردی با ہمہ موافق۔ در فن شاعری استعدادش بلند در علوم تحصیل طبعش ارجمند صداقت وی چوں صبح صادق چشم افروز بینندگان و فصاحت او مثل مہر منیر پامہ سوز حاسدان۔ اصلش از دار السلطنت دہلیست و مدت العمر ہمانجا بسر بردہ۔

فصل کہ شور ہے غافل سبھی دیوانے ہیں — شیخ بھی چاہیے کہ آج تو رندانہ پیئے
یوں پیے غیر شراب اور مثال نرگس — ہم رہیں دیکھتے ہی ہاتھ میں پیمانہ لیے
لوح پر زلف کے مارے کے لکھا دیکھا تھا — موے پر بھی نہ گئی اوترا اسکا ٹانچہ

دل ہے یہ یا کباب ہے کوئی — عاشقی بھی عذاب ہے کوئی
شرم سے نام گو نہیں لیتا — پر ہمارا خطاب ہے کوئی

مجھ قدرت ہی خدا کی نظر آتی ہے بڑی — تیرے سہتے ہیں وہ باتیں کہ کسی کی نہ سہی
اگر ہم جیتے رہے بھی تو بھلا کیا حاصل — دیکھتے ہیں کہ تری ہم سے وہ باتیں نہ رہی

۱۳۷ میر محمد صبر تخلص، بر بیش و کم صبر نمودہ سکونت فیض آباد برگزیدہ اکثر مرثیہ حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام می گوید گاہے ریختہ و رباعی نیز۔

گو کہ دلبر نے مجھ پہ جبر کیا — میں بھی دل دیکے اس کو صبر کیا

غم ہجر صنم میں رات دل کی بیقراری سے — نہ تھی فرصت مجھے وقت سحر تک آہ و زاری سے
نہ دیکھا تجھ سا کوئی اے صبر دنیا میں نہ ہوئیگا — زمیں میں گر گیا آخر تو اپنی بیقراری سے

۱۳۸ شاہ محمد صلاح، صلاح تخلص خلف مولانا کمال الدین محمد بن حضرت شاہ افضل الہ آبادی قدس اللہ سرہم درویش اہل دل و عابد بریاضت مشتغل، عالم باعمل و عامل بامحنت و شغل مزاجش باصلاح و تقوی موصوف و ضعش بخدا پرستی و خدا طلبی مرغوب پیوستہ صائم الدہر و قائم اللیل بود و دلجوئی و خاطر داری اعلیٰ و ادنیٰ باحسن الوجوہ می نمودی۔ علاوہ ازیں ہمہ کمالات ظاہری و باطنی در حاضرات۔ شیاطین و جنات حکم زبانش پر اثر و نقش مجرب بود۔ اکثر گزند خوردہ ہائے دست شیاطین از دست قدرت وی نجات

یافتہ و با شیاطین طاعین را دربردی جماعۂ کثیرہ سوختہ خاکستر ساخت. از کشش اعتقاد افاغنۂ فرخ آباد در ہمان دیار اکثر اوقات بسر بردہ۔ آخر ہمو بجوار رحمت حق پیوستہ۔ در حالت شوق و جذب و محبت اکثر راز مخفی را در ضمن الفاظ رنگین متخلی می ساخت بطرز ولی دکھنی کہ خیلی دلپسپ و حلاوت بخش است می آراست۔

یہ دل وحشی نہ ہو کیوں کر شکار بیکسی — سحر ہے کچھ دل کشائی میں وہ یار بیکسی
اپنے بالوں کو نہ دے تکلیف اے مشفق ہما — سایہ گستر ہے مرے سر پہ غبار بیکسی
اشک سرد آہ سرد اور سوز دل، اندوہ و درد — ہیں شب فرقت میں یارب غمگسار بیکسی
حفظ میں حق کے ہے آفات زمانہ سے صلاح — عشق میں حاصل ہوا اس کو حصار بیکسی

آج کہتے ہیں مجھے شوخ کی پیاری انکھیاں — خوش بھری نیند سے ہیں مست خماری انکھیاں
مجھ سے آشفتہ طرف لطف سے کر دے نگاہ — اے میاں سکے ہیں بیداد تمہاری انکھیاں
اے صنم بہر خدا لطف سے ٹک منہ کو دکھاؤ — بے بصر ہو گئیں کچھ غم سے ہماری انکھیاں
اب صلاح ہے کہ ٹک آ کے دلاسا دے سجن — تجھ بنا زار ہیں جوں ابر بہاری انکھیاں

ہو گیا دست ستم سے ہائے پامالوں میں دل — جس طرح سختی سے ہے ویسا ہی بیحالوں میں دل
مست انکھیاں ساتھ مل کر کیا گنوایا نقد ہوش — ایک تنہا کیا گیا ہے عالم کے متوالوں میں دل

کیا خوش لگا ہے شوخ کے منہ پر نقاب آج — شرمندہ جس کی تاب سے ہے آفتاب آج
اس آتش بہار کو مجھ پاس دیکھ کر — جل بل کے ہو گئے ہیں رقیباں کباب آج

تجھ سن پہ بہار ہے اے نو بہار آج — کھویا ہے میرے عشق نے صبر و قرار آج
تیری نگاہ مست سیتی ہو کے رو برو — ممکن نہیں کہ جاوے کوئی ہوشیار آج

جدا کیوں دل کو دام زلف سے صیاد کرتا ہے — اسیر کوئی صید قابل کو میاں آزاد کرتا ہے

دل بھی ہو مجھ سے جدا جائے بیاباں میں — ساتھ دیتا نہ کوئی ہائے پریشانی میں
خط کے آنے سیتی اس حسن کی ٹک دیکھ بہار — یہ تماشا بھی نہیں گلشن ریحانی میں
وصل سے باز رہا سن کے رقیباں کا ہراس — ہائے کیا کام کیا شوخ کی نادانی میں
چشم گریاں نے کیا خانۂ مردم کا خراب — کیوں نہ ویرانہ ہو گھر جو کہ ہے پانی میں
دل و دیں، ہوش و خرد، صبر و قرار اے یارو — لٹ گئے شوخ ستمگار کی سلطانی میں

ہیں زار و بیقرار تری انجمن میں ہم　　ہیں بیکس و غریب مسافر وطن میں ہم

ہر چند جل کے خاک ہوے سوز ہجر میں　　منظور نہیں ہیں ہاے سجن کے نین میں ہم

کب ہوش ہم کو یار اور اغیار کا صلاح　　ہیں مست و محو اپنے ہی دیوانپن میں ہم

۱۳۶/۹۸ میر ضیاء الدین ضیا تخلص، وطن اصلی وی شاہجہان آباد است از چندی دہلی را گذاشتہ توطن در عظیم آباد اختیار کردہ و برفاقت راجہ کلیان سنگھ عاشق تخلص ناظم آنجا بسر می برد۔ اشعارش ضیاء دیدۂ طالبانست و راحت بخش گوش سامعان از مولف ہم در عظیم آباد اکثر ملاقات می شد از وست۔

جنت سمت دے مژدہ مجھ خاک میں رلے کو　　آرام واں بھی معلوم ایسے جلے بلے کو

گریان و خاک اڑاتا جوں ابر جوں بگولا　　صحرا میں تو نے مجنوں وحشی ضیا کو دیکھا

جمع کر کے درد سارے تونے پیدا دل کیا　　کہہ تو اے دست قضا پھر اس سے کیا حاصل کیا

کیا مزے سے جی نکلتا جو وہ ٹک پھر دیکھتا　　کام ایسا مجھ پہ قاتل نے مرے مشکل کیا

ایک دن وہ تھا کہ روز و شب رہے تھے پاس پاس　　اب خبر بھی بھیجنے سے مجھ کو ترسانے لگا

جوں چنار اس جانے بھولیں ہیں نہ پھل لاتے ہیں ہم　　جب مراد اپنی کو پہنچیں ہیں، تو جل جاتے ہیں ہم

مجھ سا پیدا نہیں خدائی میں　　ہاتھ سے اے صنم نہ کھو مجھ کو

آہستہ پاے رکھیو اے بوے گل چمن پر　　سوتے ہیں اس زمیں میں نازک دماغ کتنے

ایک دو ٹکڑے ہو تو ناصح تو سیوے چاک تو　　پرزے پرزے ہے یہ سینہ کیا سیوے گا خاک تو

کھلنے کی امید ہے نہ بو کی آس ہے　　غنچہ ہوں دل کا مجھ میں فقط داغ یاس ہے

کیا عیش و نشاط و شادمانی کرتے　　کیا ناز و نیاز جاودانی کرتے

گر یار کہیں میں اپنے ہوتا تو ہم　　کیا خوب طرح سے زندگانی کرتے

۱۳۷ میر غلام حسین ضاحک تخلص ابن میر عزیز اللہ پدر غلام حسن صاحب تذکرہ شاعر خوش طبع و ناظم ضاحک طبع مزاجش بہزل مائل و فکرش بہ بذلہ گوئی شامل مناقشہ و معارضہ و مہاجات کہ مابین او و میرزا رفیع سودا واقع شدہ مشہور بین الجمہور است عجائب مضامین تازہ و رنگین و اشعار طرفین تزئین یافتہ۔ روزی میر ضاحک در مجلس میر ماشاء اللہ سلمہ اللہ تعالی نشستہ بود کہ درویشی از در آمد میر ماشاء اللہ از و نام استفسار نمودہ، گفت جند اللہ ضاحک از میر ماشاء اللہ گفت کہ برین قافیہ شعری بفرمایند چون میر متامل شد ضاحک خود از روی مضحکہ بدیہہ گفت۔

قاضی مفتی جنید اللہ — حق وعقرب غند اللہ
بلا بلی سب چکھ جائیں — گرم رطب ہیں کھند اللہ
کالا کو ئلو حبشی سو — بھاڑ کر بھوڑ بھنڈ اللہ
بولی لنگڑی اندھو سو — کلنے کترے جند اللہ

اہل مجلس بخندۂ قہقہہ درافتادند۔

۱۴۴ شاکر داس ضمیر تخلص، جوانیست بنگالی نژاد، لیکن خوش خلق و صاحب داد، شاعریست کلامش در زبان فارسی و ریختہ بسر مستحکم نثاریست کہ انشا نثرش چون سلک لآلی آبدار با منتظم خوشنویس ہفت قلم، در شیوۂ عبارت آرائی با ساتذہ قدیم قدم بقدم خط انگریزی و زبان انگریزی در یتولا مشق نمودہ و دریں زبان سنگلاخ مہارت کلی و لہجۂ انگریزی پیدا کردہ، و در ایامی کہ میر محمد قاسم خان عالیجاہ جہت فرزند خود کہ بسن بلوغ نرسیدہ بود سپاہ دیگر عملہ بمسال و بعمر وی نوکر کنانیدہ است برای تلاش زنقیم منشی حکم فرمود۔ مصاحبان بتلاش تمام سراغش یافتہ بخدمت نواب بردند۔ چون نواب جوہرشناس جوہر قابلیت ویرا باوجود صغرسن مشاہدہ نمودہ مورد عنایت ساختہ در سلک ملازمانش درآوردہ، اتفاقاً بعد چندی آن غنچۂ ناشگفتہ از صرصر حوادث افسردہ شدہ از شاخ زندگانی برافتاد و بساط و نشاط ہمہ متوسلانش برباد گردید۔ او را نواب از خود جدا نکردہ و پیوستہ مشمول عواطف خود داشت تا آنکہ مقدمات عالی جاہی بآن درجۂ تباہی رسید کہ او ہم از خدمت نواب جدا شدہ راہی بنگالہ گردید۔ از آن زمان تا حال در سرکار ناظمان آنجا بسر می برد و در سنۂ یکہزار و یکصد و نود و دو ہجری کہ مؤلف بعزم کلکتہ در مرشدآباد رسیدہ ہم وی بتلاش روزگار از بندر ہگلی بمرشدآباد آمدہ در خدمت نواب سید الملک اسد اللہ خان بہادر کہ در فیاضی و قدرشناسی یکتای روزگار است، حاضر می شد۔ چنانچہ روز نوروز قصیدۂ فارسی چہار در چہار دعائیۂ آنجناب بدیہہ بسلک نظم کشیدہ گذرانیدہ کہ در آن ہفت جا سید الملک اسد اللہ خان بہادر بر می آید۔ چون خالی از لطف نیست آن را در سلک تسطیر میکشم و چند اشعار ریختہ کہ روزی بدست خود نوشتہ دادہ بود در ذیل آن مرقوم مینمایم۔

نیر شرف زمان نور دل مردمان — نزہت بستان جان، نامی نام آوران
واضح رسم نکو واقف ہر آرزو — واہب بی گفتگو واسطۂ بیکسان
ابر محیط سخا از دل دریا عطا — آب زلال صفا از لب شیرین بیان
بانی علم و ادب باذل دل الاحسب — بہتر ہر ذی نسب بہرۂ جسم و جان
سید یزدان شناس سر تقدس اساس — سر دانا زو بقیاس سیرت صاحبدلان

یافت بفضل خدایه سخن دلکشا — هم دل فرخنده رای یاور ملک و جهان
داد رس هر عباد داور با عدل و داد — در دو جهان او فتاده دبدبهٔ جود آن
ارشد فیض انتما اسعد احسن لقا — ان من الاسخیا اعظم با عز و شان
لمع نور جلیل، لیس کمثله جمیل — لیک بود بیعدیل لائق تمثیل آن
مهر سپهر کرم معدن لطف و شمیم — مکرم والاهمم متمم عالی مکان
بوی ز خش همچو گل لطفش بریز و کل — لجهٔ حق راست پل لب گهر افشان آن
کاشف رمز فلک کامل همچون ملک — کارش بدریب وشک کامده کامران
اختر برج هدا آل رسول خدا — آئنه اش با صفا آب رخ مقبلان
ساجد حق هر نفس، سوخت هوا از دلش — ساخت بری از هوس سینهٔ خود بیگمان
دوستیش هر که کرد دشمن او گشت زرد — داد که هر اهل درد درد دل حاسدان
اسم تو راحت فضا آمده کارت عطا — اهل دعا و ثنا از تو خوش اند هر زمان
لامع نور جمال لائحهٔ سر جلال — لازم ذات کمال لائق مدح شهان
هست فضل الاهمت او بر فناه — هالک خصم تباه هوش بر سرکشان
خوش دل و دستش فراخ خاطر خیز اسلخ — خیمهٔ او هفت کاخ خازن امن و امل
آنکه بفضل خدا آمده مرد دعا — آتش بیداد را آب زده از سنان
نامی دهر و زمن نام اعدا شکن — ناطقه اش در سخن نور خرد پروران
بسته چو تیغ غضب بر کمر کوه لقب — برده جهان چو شب پیش خور زرفشان
هیبت حکمش چو کوه همت او حق پژوه — .... هر دل از او شادمان
آنکه بصدق و صفا است مدح و ثنا — ایزد دارش بپا از کرم بیکران
دائم او را بود دولت و حشمت ابد — دشمن او را حسد در غم دو اند جهان
رب جلیلش بدار رنگ همیشه بهار — روزش نوروز وار روح فزای جهان

واین چند ابیات زادهای طبع اوست.

جب لگ کہ جہاں کا گل گلزار سلامت — یارب وہ ہر طرۂ دستار سلامت

سرسبز ہووہ باغ تر حسن کہ خط سی　　　گر درخ آئینہ زنگار سلامت

ٹک مجھ کو نہ ساری رات سوتی گذری　　　افسوس وفغان وغم میں روتی گذری

ہرگز نہ ہوا نامۂ اعمال سپید　　　آنکھوں کو تمام رات دھوتی گذری

جب آ مجلس میں ای شیریں دہن تو جلوہ گر ہووی　　　گمس کی طرح حسرت حلقہ زن بیرون در ہووی

خدا اب حشر ہو جلدی کہ دامن گیر ہوں اس کی　　　یہ مست خاک میری کب تلک یوں دربدر ہووی

کہا میں اس سی دل حاضر ہی دام زلف میں رکھیو　　　لگا کہنے کہ کیا حاصل ہی تجھ کو دردسر ہووی

چلیں گی تیر آہ ادھر سی و تیر مژگاں اودھر سی دکھا　　　لڑائی اس کمال ابرو سی اور مجھ سی اگر ہووی

تو میں بعد اس ہی مانگوں دعا دل کو سپر کر کی　　　الٰہی یہ بھی الٹا ادھر کا کارگر ہووی

یہاں تک عشق میں اس کی ضمیر اب دل سیتی روؤں　　　گری جو اشک سی قطرہ زمیں پر سو گہر ہووی

کس طرح بن بن کی حسرتوں سی آتی ہی بہار　　　جب مری نازک میاں کی دل کو بھاتی ہی بہار

کس کی ضیافت ہی چمن میں سچ ہی بتلا ای نسیم　　　آج بھر بھر جھولیاں خوشبو کی لاتی ہی بہار

۱۴۲ شمس الدین طالع شمس ارجمندیش از اوج سربلندی طالع شدہ و قمر اقبال بلندیش از سپہر ارجمند ساطع گذشت۔ در حسن صورت بی‌نظیر بود و در خوبی سیرت ضرب المثل، معانی نازک و مضامین تازہ در قالب اشعار در می آرد۔ آخر در عنفوان جوانی خورشید وجودش در کسوف فنا در آمد از دست۔

عرصہ میں ہی ای زاہد اس دور میں پیمانہ　　　مسجد کی تئیں جاویں کیوں چھوڑ کی میخانہ

آباد کر ای طالع تو چل کی بیاباں کو　　　مرتی سیتی مجنوں کی ویرانہ ہی ویرانہ

ناز و کرشمہ غمزہ ادا عشوہ دو دشنام　　　یہ سب ہی ان بتاں میں پہ تک دلبری نہیں

جفای یار کو ہم التفات یار کہتی ہیں　　　شفا و عافیت کو اپنی ہم آزار کہتی ہیں

۱۴۳ شیخ طالب علی، طالب تخلص برادر خرد غلام علی راسخ عظیم آبادی نوجوانیست ذہن رسایش پیوستہ در طلب مضامین رنگین و فکر صفا کیشش غالب بر فکر شاعران خوش آئین۔ در شاگردان فدوی بی‌نظیر است و باوجود نومشقی در مضمون بندی بی‌بدیل است۔ اشعار خوب خوب دارد۔ لیکن ہمیں دو سہ بیت وقت تحریر یاد بود۔

دیکھا چراغ و شمع مہ و لالہ زار کو　　　پہنچی ہی کوئی میری دل داغدار کو

کس کس کو رو ؤں لوٹ لیا آ عشق نی　　　عقل و خرد کو ہوش کو صبر و قرار کو

اپنی ضد پہ چشم گر آوے — شمع کیا اب بھی نہ بر آوے

۱۴۴/۱۱۶ مرزا ظہور علی ظہور تخلص در ریختہ در عالم ظاہری بظہور آمدہ بیکتائی و بصفائی طینت و رسائی طبع مشہور گشتہ در زبان آوری نظیرش بر منصۂ شہود جلوہ گر نشدہ و در خوشگوئی مثلش از عدم بظہور نہ آمدہ، غزل فارسی و ریختہ برجستہ می گوید لیکن اکثر میل طبیعت بنظم مرثیہ جناب سید الشہدا علیہ السلام دارد و مرثیہ طبعزاد خود را در لحن جان سوز بحدی میخواند کہ ہوش از سر مستمعان میرباید و ایں قبولیت خداداد او را از پدر بزرگوار خود میرزا ہوش دارکہ در مرثیہ گوئی و خوانی یکتای روزگار بود میراث یافتہ مولدش دہلیست خود می گفت کہ در ایامیکہ فرمانروای ایران نادر شاہ دہلی را تاراج کردہ از سنین عمرم دو سال گذشتہ بود. در عہد نواب مہابت جنگ، ناظم بنگالہ چوں برادر زادہ اش، شہامت جنگ در مرشدآباد طرح امام باڑہ انداخت و مکانی بکمال خوبی و زیبائی ساخت پدرِ وی مبلغ خطیر خرج کردہ بصد منت از دہلی در مرشدآباد طلبید و باعزاز و اکرام چنانچہ میباید و میشاید بتقدیم رسانید وی ہمراہ پدر آمدہ و پیوستہ در اقران و اماثل خود با آبرو بودہ. از کشش قدر دانی اہل ایں دیار از آں زمان تا حال در مرشدآباد متوطن است. در رفاقت نواب مبارک الدولہ ناظم بنگالہ بسر میبردہ از کمالیکہ دارد مرجع طالبان و مستند خاصانست. وقت ورود مؤلف در مرشدآباد باستماع اوصاف گرامی برادرم مدظلہ از کمال قدر شناسی و فقرا پرستی برای ملاقات آمد و محبت بسیار نمود و مرہون اشفاق خود ساخت ایں چند بیت از زادہای طبع فکرت اوست:

الٰہی کون سے دن دل کو تیرے آرام آویگا — وہ ساعت کون سی ہوگی کہ وہ گلفام آویگا
عبث کرتے ہو فکر قتل اس کا دل میں کچھ سمجھو — بھلا ہے یا برا ہے خوب آخر کام آویگا
نہ خوف مرگ ہے مجھ کو مگر اتنا ہی خطرہ ہے — کرے گا یاد رجب محفل میں میرا نام آویگا
خمار آلودہ ہے ساقی نہ تو سا جرعۂ مے کو — نپٹ احسان ہے تیرا جو لے کر جام آویگا
پریشاں ہو گیا دل اے ظہور اس زلف میں ایدل — پھنسا جو دام میں آ اس کو کب آرام آویگا

عشق سے کیا مجھے خطر کرنا — یار آوے گا جی نذر کرنا
نصف شب یوں گذر گئی اس بن — آہ یہ وقت ہے اثر کرنا
یک نگہ میں غلام ہوتا ہے — ٹک ادھر بھی میاں نظر کرنا
راہ حق کی ظہور ہے در پیش — اس مکاں میں نہیں ہے گھر کرنا
تیغ کیا فائدہ علم کرنا — کب روا ہے میاں ستم کرنا
مینہ برستا ہے جام چھلکو ہے — ساقیا ٹک ادھر کرم کرنا

سرکشی موجب ذلالت ہی — عین عزت ہی سر کو خم کرنا

آہ میں حیف کچھ اثر نہ ہوا — نالۂ دل بھی کارگر نہ ہوا
دل غفلت شعار کو میری — کس مصیبت کا کچھ اثر نہ ہوا

ایک مدت کی بعد آیا ہوں — اب تو میری گلی لگو صاحب
سن کی یہ بات مسکرا بولا — کون یہ وقت ہی رہو صاحب
اس قدر جور ظلم خوب نہیں — کچھ تو اللہ سی ڈرو صاحب

اب تو تجھ سی آبنا ہی ای بت مکار کار — گل چمن میں دیکھتا ہوں تجھ بن ای خونخوار
ملتی ہی دیوانہ ہوگا دیکھیو مت دیکھیو — اس پری رو کا نہ ہونا ای دل ہشیار یار
ہم ترستی ہی ہیں پیارے پس دیوار کی — کیا قیامت ہی کہ ہوویں تجھ سیتی اغیار یار

عشق آتش ہی تن آتش و ہر داغ دل آتش — کیا کہیں ہی ہر طرف اب مشتعل آتش

صدمی سی تیری ہجر کی دل خون ہو کر بہ گیا — شاہد ہیں یہ دو چشم تر ایک اس طرف ایک اس طرف
اس کعبۂ مقصود کی ہی نقش پا او پر ظہور — سجدہ کریں شمس و قمر ایک اس طرف ایک اس طرف

حنا کی سبز بختی وہ کہ تیری پاؤں تک پہنچی — سیہ بختی ہی یہ تیرا نہ چھو سکتی ہیں دامن ہم
جفا کر یا وفا کر ظلم کر یا رحم کر پیاری — تری ہرگز نہ ہوویں گی کسی حالت میں دشمن ہم
خفا ہیں ہم صفیر و صورت گلچیں سی ہم یاں تک — چھپاتی ہیں قفس کا بال و پر سی اپنی روزن ہم

کس سیتی کہیو کہ تری چشم تر سی آستیں — اب تو رنگیں ہو گئی خون جگر سی آستیں

عشق کی لذت سیتی ہرگز نہ واقف ہو وی گا — جب تلک پابند ہی تو ننگ اور ناموس کا

. دلبراں ملنی میں کیوں ہم سی حذر کرتی ہیں — یاں تلک آویں تو ہم دل کو نذر کرتی ہیں.

سائی کی طرح تجھ سی نہ ہوں گا کبھی جدا — میں دم قدم کی ساتھ ہوں تیری جہاں رہوں

فغاں آہ و نالہ سی نہیں آرام تک دل کو — یہ دل ہی یا جرس ہی یا کوئی بیمار پہلو میں
مشیخت شیخ کو، زاہد کو جنت، مجھ پہ یہ بس ہی — بغل میں شیشۂ می اور ہو دلدار پہلو میں

گر تو رہنے سی ہماری بھی خفا ہوتا ہی — دیکھیو آج ہی ہم یاں سی سفر کرتی ہیں

پروانہ کب وہاں ہو جہاں شمع رو نہ ہو — پھر کام کیا ہی میرا جہاں یار تو نہ ہو

اس دل سو سنگ خوب ہو ای آئنہ دلاں — جس دل میں دلربا کی ذرا جستجو نہ ہو
یہ آستان پیرمغاں ہو ظہور اب — گریاں سو جایئو تو کہیں آبرو نہ ہو
قاصد جاتا تو ہو گر ہو وہاں بیٹھا رقیب — دیکھو نا کہو یوں، آگاہ یہ ہووے نہ ہو

کہو کوئی جا کر مری دلستاں کو — کہاں لے چھپایا دل ناتواں کو

ترے رخسار آگے گل نہیں کچھ آب رکھتا ہے — مقابل شمس کے ہووے قمر کیا تاب رکھتا ہے
گیا دیر و حرم سو دیکھ تیری طاق ابرو کو — شہید ناز تیرا اور ہی محراب رکھتا ہے

شام تک اس کی انتظاری تھی — کیا کہوں کیا ہی بیقراری تھی
رات کو جو تجھے نہ دیکھا پاس — پھر تو تا صبح آہ و زاری تھی

ہجر میں یار کے عاشق کی عجب حالت ہے — کبھی ہنستا ہے کبھی چشم کو نم رکھتا ہے
شکوۂ یار کہوں کس سیتی جا کر یارو — آہ وہ مجھ سے محبت دوستی کم رکھتا ہے

ہمارا کام دعا کا ہے سو ہمیں کرتا — تمہارا کام ہے دشنام کا دیا کیجو
یہ کون تجھ سے کہے ہے کہ اور سے مت مل — دلا کبھی تو بھلا مجھ سے بھی ملا کیجو

اب تو کی اس جنگجو سے میں نے جا کر دوستی — پھر نہیں معلوم کیا لاوے گی سر پر دوستی
سنگدل کب اشک ریزی کی مری بوجھے قدر — واقفی کب ہو میان سنگ و گوہر دوستی
دشمنی کب تک کریگا آشنا ہی لگ گلے — وقت آخر ہے مرا کر اے ستمگر دوستی

مکان سیر ہے یا بیگانیاں سو رم کیجو — یہ گھر فقیر کا ہے بیٹھو کرم کیجو
جو کچھ لکھا ہے نصیبوں میں وہی ہوویگا — نہیں ہے فائدہ جو فکر بیش و کم کیجو

محفل عشق ہے یاں پاؤں سنبھل کر رکھنا — پہلی یاں ذلت زندگی و ناموسی ہے
تب سیتی بات نکلتی ہے دہن سے شیریں — جب سیتی اس لب شیریں کی زباں چوسی ہے

بمصیر در ہو خوش ہم سے چمن چھوٹی ہے — رخصت عیش و طرب ہے کہ وطن چھوٹی ہے
اٹھ گیا یار مرے پاس سو سوتے سوتے — جان جاتی ہے چلی صبح کے ہوتے ہوتے
کان میں ہائے نہ پہنچا تیرے پا کا کھٹکا — شب مہ یوں میں گذر گئی مجھے روتے روتے

اس پری رو پہ نظر کرتے ہی دیوانہ ہوا — اک ذرا کام نہ آئی مری ہشیاری دل

آہ کیا کیجو ہوں بسکہ پریشان خاطر　　ہیں دراشک بھی نایاب زنادارئ دل

۱۴۵/۱۰ خواجہ محمد طاہر خاں، طاہر احوالش از شعر ظاہر میشود۔ طاہر مشق سخن بخدمت میرزا مظہر کردہ۔ بعد ورود نادرشاہ از عالم ظاہری درگذشت۔

محبت کوہکن کی رنگ اگر جا کر نہ پھیلاتی　　نہ خسرو سرخرو ہوتا نہ شیریں زرد ہو جاتی
باطن میں گو کسو سے تجھ دوستی نہ ہو　　لیکن تجھے رعایت ظاہر ضرور ہے

۱۴۶/۱۱ شیو سنگہ ظہور در سخنوران عصر خود بخوش گوئی ظہور یافتہ و در معنی بیجی و خوش گوئی مشہور گشتہ در ریختہ تتبع دیوان انعام اللہ یقین کردہ مورد تحسین شدہ اکثر اوقات در اکبرآباد بسر بردہ اکنوں از احوال او خبر ندارم ایں چند اشعار دیوان اوست۔

ازبس کیا بہار نے سب کے ہیں سار سبز　　ہر کیا عجب جو سنگ سے نکلے شرار سبز
چمن میں باندھنے مجھ کو نہ آشیاں دیتا　　گلوں سے ملنے کی رخصت تو باغباں دیتا
جی نکلتا ہے مرا اس بیوفا کے واسطے　　اس کو آوے کوئی مجھ تک خدا کے واسطے
مجھے منظور تیرے باغ میں جانے سے اتنا تھا　　چمن میں قدرتی کو دیکھ کے شمشاد گر جاتا
بیاباں میں مرے مرنے سے اب تک خاک اڑتی ہے　　مری ماتم کی کرنے سے ویرانہ بار آیا
ہمیشہ زلف خوباں کو کرے ہے درہم و برہم　　مرے دل کو ستانے سے کبھو شانہ نہ باز آیا

۱۴۷/۲ خواجہ برہان الدین، عاصی متوطن شاہ جہاں آباد مزاجش مایل بہ لطیفہ گوئی، در علم تاریخ مہارت کلی داشت۔ فکر عالی او عاصم از خطا است و طبع رسای وی قابل تحسین و مرحبا۔ کلامش در محاورہ گوئی برہان قاطع است و اشعارش در معانی یابی خورشید ساطع۔

چمن کے تخت پر جس دن شہ گل کا تجمل تھا　　ہزاراں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا
خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں　　بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا
رات کو میں شمع کی مانند رو کر رہ گیا　　صبح کو دیکھا تو سب تن اشک ہو کر بہ گیا

۱۴۸/۸ محمد عارف، عارف تخلص عارف سخن و دانای ایں فن است۔ بسبب توجہ میاں مضموں در مضموں بندی موفق شدہ بود معرفت سخن از شعر عارفانہ اش پیدا میشود۔ در شاہجہاں آباد متصل دلی دروازہ بسر رشتہ رفوگری بسر میبرد۔ از سوزن فکر باریک الفاظ معانی رنگیں را بایں آئین بر تختہ کاغذ می نگارد۔

دختر رز سے کہو کہ اس سے مل　　ورنہ عارف افیم کھاوے گا
نہیں سر پن پر یہ یار کی چوٹی　　ہے یہ یارو بہار کی چوٹی

سر سے پاؤں تک اور کبھو ہے تس پر آگ — شمع سی ہم نے نہیں دیکھا کوئی بدھی چھنال

۱۴۹ شاہ رکن الدین عرف مرزا گھسیٹا، عشق تخلص، نبیرہ شاہ فرہاد وطن اصلی شاہجہان آباد است از چندے دہلی را گذاشتہ در عظیم آباد رحل اقامت نہادہ خاندان عالیشان دارد و یادگار جماعہ بزرگانست. ظاہر حالش بزیور شرع آراستہ و درون باطن وے او تعالیٰ ذخائر کرامات آباد ساختہ. از موافقت خلائق مرجع خلائق آن بلد گشتہ. اشرف خان، فوجدار سرکار سارن کہ از متعلقات آن بلدہ است. در خدمتش ارادت خاص بہم رسانیدہ پس بدولت او شہرۂ کمالش از یکی ہزار رسیدہ خان مذکور مبلغ خطیر خرج کردہ مکانی رفیع الشان کہ شایان شان بادشاہان باشد بر لب دریا تیار کردہ دادہ و او را از انواع فرش و پردہا مزین ساختہ. در ہر سال نذور کثیر جہت خرج خدام وے مقرر نمودہ، بعد وفات وے پسرش احمد علی خان نیز بروتیرۂ پدر میرود، بلکہ در ارادت و اعتقاد از وے ہم پیش دستی میکند. در ہر ماہ مجالس حال و وجد مقرر نمودہ چوں او را حق تعالیٰ از ضروریات دنیوی مستغنی و بے نیاز ساختہ از ابنای روزگار کمال نخوت و بے نیازی میکند و اوقات عزیز را در عبادت و تربیت فقرا صرف مینماید و ہوای عشق خدا پرستی و حق شناسی در سر دارد. غرض از مغتنمات روزگار است۔

جز عشق نہ سمجھو کفر و دیں کو — طرفین سے بے خبر گئے ہم

خاک جو شہر میں لگی اڑنے — عشق کیا چشم تر نہیں رکھتا

ڈر سے اس کو زباں پہ حرف نہیں — تس پہ ہے بدگمان کیا کبھو

بے نشانی ہے یار کو منظور — عشق نام و نشان کیا کبھو

زلف نے جس کو تئیں دکھائی شام — دوسری پھر اسے نہ آئی شام

نیاز و ناز کے جھگڑے میں ساری رات کٹی — ادھر سے ہاتھ چلا اور ادھر سے لات چلی

پہلے اے زاہد کسی عاشق کے دل سے مل کے مل — فی الحقیقت تب نظر آوے یہ رنگیں گل کے گل

۱۵۰ خواجہ اعظم خان، عاشق تخلص، خلف خواجہ محمدی خان برادر خواجہ عاصم خان شور گویند مرد عظیم الشان عمیم الامتنان عاشق دوستان یک رنگ و شایق خدمت صاحبان دانش و فرہنگ بود. مدتے ترک مجالست اہل دول نمودہ شیوۂ خاکساری اختیار فرمودہ در بے نیازی و بے ریائی بسر بردہ چند سال. پیش ازیں راہ عدم پیمودہ در فن شاعری شاگرد حضرت عشق بود۔

ایں چند ابیات از وست

تسخیر کو عاشق کی نیا طور نکالا — کیا طوق محبت ہے تری کان کا بالا

چشم بد دور یار کی صورت — ہے قیامت بہار کی صورت

یہ دل اور ہی طرح سے آج کچھ فریاد کرتا ہے   کوئی بیداد گر شاید ہماری یاد کرتا ہے

مضمون این شعر با مضمون این شعر شاعری بسیار مناسبت دارد۔

کوئی بیداد ظالم ہم کو اس دم یاد کرتا ہے   کلیجا ہچکیاں لیتا ہے دل فریاد کرتا ہے

۱۵۱/۱۸ میر اعظم، حاتم تخلص، پسر میر محمد شاہ رضوی وطن اصلی وی سبزوار است۔ جد وی از سبزوار بدہلی آمدہ دہمانجا نشو و نما یافت۔ میر اعظم بعد وفات پدر ہمراہ برادر مہین خود، میر محمد معصوم بطلب ناظم بنگالہ در مرشد آباد توطن اختیار کردہ۔ مؤلف وی را در مرشد آباد دیدہ و از ملاقاتش مسرت اندوز شدہ۔ جوانیست بسیار خلیق و متواضع در ینولا برفاقت نواب مبارک الدولہ بہادر ناظم بنگالہ بسر می برد۔ در شعر گوئی و معانی جوئی فکرش اعظم است و در سخن سرائی و زبانی فطرت وی عظیم۔ در زبان فارسی و ریختہ تلاش مضامین تازہ میکند۔

نہیں ہے اس کے کچھ کاکل کی تقصیر   کیا اشکوں (نے میری) پا بہ زنجیر

نہ پوچھ اے آستیں یہ دیدۂ نمناک ہے ہمدم   بگولا ہے طرح اڑتا ہے میری خاک ہمدم

اے عشق تیری کوچے میں کس کا گذر نہیں   وہ خاک میں ملا جو ترا خاک در نہیں

کہاں میں زلف کے زنجیر دیکھے کیا ہو   ہوئی ہے واقعی تقصیر دیکھیے کیا ہو

مجھے بہار میں سودا ہے سیر صحرا کا   پڑی ہے پاؤں میں زنجیر دیکھیے کیا ہو

کروں میں حال اپنا کیا اے تحریر کاغذ پہ   مصور کھینچ کر دے جا مری تصویر کاغذ پہ

اے غنچہ بلبلوں سیتی دل کھول کر ملو   عاشق تمہاری بو کے ہیں محتاج زر نہیں

سویا تھا ذرا زانو پہ سر رکھ کے اسیر   آئی جو نظر زلف اٹھا ہو دل گیر

کہنے لگا یہ خواب میں اب کس سے کہوں   تعبیر نہیں اس کی بغیر از زنجیر

۱۵۲/۲۸ سید امام، عمدہ تخلص از کثرت مشق دہشیان مضامین تازہ را دام خود ساختہ و مطالب عمدہ را در سلک انتظام آراستہ زادگاہش کشمیر است، سخنش بدل جاگیر، در ریختہ تتبع دیوان انعام اللہ خاں، یقین میکرد و خود را سزاوار تحسین سید النستا ز وست۔

کمی تو نہ کی اے باغباں میرے ستانے میں   نہ پایا چین سر رہنے میں اک دن آشیانے میں

گلی تک یار کی چلنے سیتی آزار پہنچے گا   کہاں دار الشفا تک یہ دل بیمار پہنچے گا

اس نے نہیں کیا کبھو ہم سے برائیاں   مر جائیں ہم جو یار کرے بے وفائیاں

پھنسا کر آپکو بالوں میں اس شانے نے کیا پایا   پھر کر پاؤں میں زنجیر دیوانے نے کیا پایا

۱۵۳/۲۸ میرزا عبد اللہ، عبد تخلص، ولد میرزا عسکری خاں از تلامذۂ میرزا ظہور علی است دیدہ لاد مرشد آباد زمانہ را بسر میبرد جوانیست بسیار غریب واز مایۂ دنیوی بی نصیب باین ہمہ تلاش سخن بخوبی میکند و مضامین دلچسپ میبندد و با مؤلف محبتی دارد۔

دور مجھ سے جو یار رہتا ہے   دل مرا بیقرار رہتا ہے

صبح سے شام تک مجھے ہر روز   تیرا ہی انتظار رہتا ہے

میری حالت یہ اور تو جا کر   غیر سے ہمکنار رہتا ہے

جب سے تو ہے لگا خدنگ عشق   سینہ مرا افگار رہتا ہے

عبد چل یہاں سے تو اٹھ جا   وہ مرا خوش نگار رہتا ہے

خاک رہ اس کی تو تیا کر لوں   چشم میں اب غبار رہتا ہے

جس طرف آنکھ کو اٹھا دیکھا   اس طرف مظہر خدا دیکھا

تیر اس کی نگاہ کا میں نے   لگتے ہی آپ کو ہوا دیکھا

دل گیا ہاتھ سے نہیں پھرتا   میں نے سو بار آزما دیکھا

ملک ہستی میں آن کر ہم نے   یہ مکاں کارواں سرا دیکھا

ایک آتا ہے ایک جاتا ہے   یاں کسی کو نہیں رہا دیکھا

خوان نعمت میں عشق کی ناصح   ہم نے کچھ اور ہی مزا دیکھا

کب ہو وہ مبتلای دنیا عبد   جس نے پردے کے تئیں اٹھا دیکھا

تک اس طرف بھی او بت بیداد دیکھنا   ہم کل کھڑی ہیں اب پس دیوار دیکھنا

۱۵۴/۱۴ سید عبد الولی، عزلت تخلص خلف الصدق سید سعد اللہ سورتی مردی بود درویش وضع، عالم با عمل، ولی زمانہ، عزلت را اختیار نمودہ در توکل می گذرانید، مشق سخن فارسی ہم می کرد لیکن مزاجش میلان بطرف ریختہ بسیار داشت، مضامین تازہ در سلک نظم منتظم میساخت. وطن اصلی آبا و اجدادش بریلی است لیکن مولد و منشا ایش بندر سورت صورت پذیرفتہ۔

مسیح اپنا مرض الفت کا جب میں عرض کرتا ہوں   طبیب دل کی تشفی کو مجھے آنکھیں دکھاتا ہے

بجز رفاقت تنہائی آسرا نہ رہا   سوای بیکسی اب اور آشنا نہ رہا

ای بلبل اتنی رو کہ دعا مانگ ہر سحر   حق تیری آہ سے دو چمن کی صبا کرے

حشر میں قبر سے کہتا ہی اٹھے گا میکش   کہ کہاں مے ہے کہاں جام کہاں ہے شیشہ

یہ دل اور ہی طرح سے آج کچھ فریاد کرتا ہے ـــ کوئی بیداد گر شاید ہماری یاد کرتا ہے

مضمون این شعر با مضمون این شعر شاعر بسیار مناسبت دارد۔

کوئی بیداد ظالم ہم کو اس دم یاد کرتا ہے ـــ کلیجا ہچکیاں لیتا ہے دل فریاد کرتا ہے

۱۵۱/۱۸ میر اعظم، ماتم تخلص، پسر میر محمد شاہ رضوی وطن اصلی وی سبزواراست. جد وی از سبزوار بدہلی آمدہ دہانجا نشو و نما یافت. میر اعظم بعد وفات پدر ہمراہ برادر مہین خود، میر محمد معصوم بطلب ناظم بنگالہ در مرشد آباد توطن اختیار کردہ. مؤلف وی را در مرشد آباد دیدہ و از ملاقاتش مسرت اندوز شدہ. جوانیست بسیار خلیق و متواضع در ینولا برفاقت نواب مبارک الدولہ بہادر ناظم بنگالہ بسر می برد۔ در شعر گوئی و معانی جوئی فکرش اعظم است و در سخن سرائی و نبائی فطرت وی عظیم۔ در زبان فارسی و ریختہ تلاش مضامین تازہ میکند۔

نہیں ہے اس کے کچھ کاکل کی تقصیر ـــ کیا اشکوں نے میرے پا بہ زنجیر

نہ پوچھ اے آستیں یہ دیدۂ نمناک ہے دو دکر ـــ بگولا جو طرح اڑتا ہے میری خاک ہے دو دکر

اے عشق تیرے کوچے میں کس کا گذر نہیں ـــ وہ خاک میں ملے جو ترا خاک در نہیں

کہا میں زلف کے زنجیر دیکھیے کیا ہو ـــ ہوئی ہے واقعی تقصیر دیکھیے کیا ہو

مجھے بہار میں سودا ہے سیر صحرا کا ـــ پڑی ہے پاؤں میں زنجیر دیکھیے کیا ہو

کروں میں حال اپنا کیا اے تحریر کاغذ پر ـــ مصور کھینچ کر دے جا مری تصویر کاغذ پر

اے غنچے بلبلوں سیتی دل کھول کر ملو ـــ عاشق تمہاری بو کے ہیں محتاج زر نہیں

سویا تھا ذرا زانو پہ سر رکھ کے اسیر ـــ آئی جو نظر زلف اٹھا ہو دل گیر

کہنے لگا یہ خواب میں اب کس سے کہوں ـــ تعبیر نہیں اس کی بغیر از زنجیر

۱۵۲/۲۸ سیتا رام، عمدہ تخلص از کثرت مشق دستیان مضامین تازہ را دام خود ساختہ و مطالب عمدہ را در سلک انتظام آراستہ زادگاہش کشمیر است، سخنش بدل جاگیر، در ریختہ تتبع دیوان انعام اللہ خاں، یقین میکرد و خود را شاگرد میر زا مظہر جان جاناں میدانست از وست۔

کمی تو نے کی اے باغباں میرے ستانے میں ـــ نہ پایا چین سے رہنے میں اک دن آشیانے میں

گلی تک یار کی چلنے سیتی آزار پہنچے گا ـــ کہاں دار الشفا تک یہ دل بیمار پہنچے گا

اسے نہیں کیا کبھو ہم سے برائیاں ـــ مر جائیں ہم جو یار کرے بے وفائیاں

پھنسا کر آپ کو بالوں میں اس شانے نے کیا پایا ـــ پھر کر پاؤں میں زنجیر دیوانے نے کیا پایا

۱۵۲/۲۸ میرزا عبداللہ، عبد تخلص، ولد میرزا عسکری خاں از تلامذۂ میرزا ظہور علی است دیندلا در مرشدآباد زمانہ را بسر میبرد جوانیست بسیار غریب واز مایۂ دنیوی بی نصیب، بایں ہمہ تلاش سخن بخوبی میکند، و مضامین دلچسپ مینبندد و با مؤلف محبتی دارد.

دور مجھ سے جو یار رہتا ہی   دل مرا بیقرار رہتا ہی
صبح سے شام تک مجھے ہر روز   تیرا ہی انتظار رہتا ہی
میری حالت یہ اور تو جا کر   غیر سے ہمکنار رہتا ہی
جب سے ہی لگا خدنگ عشق   سینہ میرا فگار رہتا ہی
عبد چل یہاں سے اٹھ جا   وہ مرا خوش نگار رہتا ہی
خاک رہ اس کی توتیا کروں   چشم میں اب غبار رہتا ہی

جس طرف آنکھ کو اٹھا دیکھا   اس طرف مظہر خدا دیکھا
تیر اس کی نگاہ کا میں نے   لگتے ہی آپ کو مُوا دیکھا
دل گیا ہاتھ سے نہیں پھرتا   میں نے سو بار آزما دیکھا
ملک ہستی میں آن کر ہم نے   یہ مکاں کارواں سرا دیکھا
ایک آتا ہی ایک جاتا ہی   یاں کسی کو نہیں رہا دیکھا
خوان نعمت میں عشق کی ناصح   ہم نے کچھ اور ہی مزا دیکھا
کب ہو وہ مبتلائے دنیا عبد   جس نے پردے کی تئیں اٹھا دیکھا

ٹک اس طرف بھی اے بت عیار دیکھنا   ہم بھی کھڑے ہیں اب پس دیوار دیکھنا

۱۵۳/۱۴ سید عبدالولی، عزلت تخلص خلف الصدق سید سعداللہ سورتی مردی بود درویش وضع، عالم با عمل، ولی زمانہ، عزلت را اختیار نمودہ در توکل می گذرانید، مشق سخن فارسی ہم می کرد لیکن مزاجش میلان بطرف ریختہ بسیار داشت، مضامین تازہ در سلک نظم منتظم میساخت. وطن اصلی آباؤ وی بلدۂ بریلی است لیکن مولد و منشایش در بندر سورت صورت پذیرفتہ.

صبح اپنا مرض الفت کا جب میں عرض کرتا ہوں   جلا دل کی تشفی کو مجھے آنکھیں دکھاتا ہی

بجز رفاقت تنہائی آسرا نہ رہا   سوائے بیکسی اب اور آشنا نہ رہا

اے بلبل اتنی رو کہ دعا مانگ ہر سحر   حق تیری آہ سے چمن کی صبا کرے

حشر میں قبر سے کہتا ہی اٹھے گا میکش   کہ کہاں مے ہی کہاں جام کہاں ہی شیشہ

درحالت تحریر این بیت دو سه شعر فارسی مضمون مناسب یاد آمد بتر قیم آں طبیعت ترغیب داد تشبیہی راست:

مست آں چناں خوش است کہ گوید بروز حشر — من کیستم شما چہ کسانید ایں چہ جاست

سرخوش گوید:

مست آں چناں خوش است کہ ہنگام صبح حشر — چوں سر کشد ز خاک بگوید پیالہ کو

کسی بخشد ز اندوہ پاک برخیزد — کہ با پیالہ چوں نرگس ز خاک برخیزد

۱۲/۱۵۵ عارف علی خاں، عاجز معلوم نیست کہ از کجاست چندیں در شاہ جہاں آباد بود بعد ازاں بطرف دکھن رفتہ در برہان پور استقامت کردہ اگرچہ عاجز تخلص میکند لیکن در فن شعر کامل معلوم میشود. عرفان او در شیوۂ سخن از کلامش ظاہر میشود.

دوانی کوہ و صحرا میں جنوں میرا ہوا حاکم — کوئی جا کر کہے فرہاد و مجنوں کا وکیل آوے

بھلا جی بیوفائی یاد رکھیو — یہی تھی آشنائی یاد رکھیو

نظر کر آرسی کو ہم کو بھولے — تم اپنی خود نمائی یاد رکھیو

نہ جاؤ چھوڑ کر عاجز کو یوں تم — کہ ہوگی جگ ہنسائی یاد رکھیو

۴/۱۵۶ رای بھکاری داس، عزیز مرد لیست عزیز دلہا و مقبول خاطرہا، شاعریست نیکخو و خوشگو در نثر و نظم مہارت کلی دارد. مولدش شاہ جہاں آباد است، وقتیکہ الہ آباد مخیم سرادقات سلطانی بود او ہم در آں جا وارد شدہ بود اکثر اتفاق دیدنش شدہ، اکنون معلوم نیست کجاست.

ساتھ ڈھلنے کے جی آہ جگر آخر شب — شمع ہو بزم کی سر گرم سفر آخر شب

دل پہ غفلت نے کیا یہ ہی میں اس طرح ہجوم — نیند جس طرح کرے آنکھوں میں گھر آخر شب

۲/۱۵۷ عسکر علی خاں عسکر تخلص از شاہجہاں آباد است بتلاش روزگار در ملک بنگالہ رسید، اقتدار کلی بہم رسانیدہ در مرشد آباد چند سال شدہ کہ راہی عدم گردیدہ. یک بیت فارسی و یک بیت ہندی در لسبح رسیدہ برابر ہزار بیت است.

روتی روتی نہ رہا نام کو نم چشموں میں — آبرو کیوں کہ رہیگی مری ہم چشموں میں

تا قطرۂ اشک من ازیں چشم تر افتاد — بازار گہر سرد شد و از نظر افتاد

۶۰/۱۵۸ سید ہدایت علی خاں، عاشق تخلص، ابن سید لطف علی رضوی شاہجہاں آبادی پدراں و او از قدیم عمدۂ روزگار بعنایت شاہنشاہی سرفراز بودند. او ہم تا آخر سلطنت فردوس آرامگاہ در شاہ جہاں آباد سکونت داشت بعد تاراجی شہر از آمدن شاہ درانی از نادگاہ خود آوارہ شدہ وارد ملک بنگالہ گردید بالفعل در کلکتہ مقبول دلہای ساکنان آں دیار است. بہدایت و لطف جل علی

درفن طبابت وتجربہ معالجات ممتاز ویگانہ روزگار است۔ تحصیل ایں فن از حکیم بقا خاں وحکیم احسان نمودہ، درشیوہ سپہ گری وشاعری نیز حظے وافر بہم رسانیدہ۔ مزاجش عاشقانہ وطبعش رندانہ؛ وقت قیام مؤلف در کلکتہ اکثر ملاقات می شد۔ بمقتضای مناسبت طبع بسیار محبت می نمود۔ نیاض سخنوریست وسباق میدان عبارت پروری۔ مضامین رنگین اشعارش مفرح یاراں ومعاملین خوش آئین بیانش مصح بیماراں۔ نسخہ دیوانش دل پذیر ومجربات طبعش جہت مشتاقاں عین تدبیر۔ ایں چند اشعار از تجربہ طبیعت اوست۔

غلط کہتے ہیں میرے پاس دل ہے —— بلائے جان ہے چھاتی پہ سل ہے

روتی ہیں تری ہجر میں نت متصل آنکھیں —— کس دکھ میں گرفتار ہوئیں بے دل آنکھیں
پاتی نہیں تسکین کسی طرح اب آنکھیں —— جو یا ترے دیدار کی ہیں روز و شب آنکھیں

بیمار عشق کو ترے ہرگز شفا نہیں —— ہو جس کو یہ مرض کہیں اس کو دوا نہیں
تنہا میں اس کو دیکھ کے پوچھا جو ایک روز —— عاشق کا کچھ بھی تو نے سنا حال یا نہیں
مدت سے جاں بلب ہے ترے اشتیاق میں —— تو جا کے حیف اس کو کبھی پوچھتا نہیں
دیا وہ اس قدر ہے تری ہجر میں کہ اب —— آنکھوں میں نم ذرا کہیں اس کی رہا نہیں
آہ و فغاں میں کٹتے ہیں نت اس کے روز و شب —— جو دم ہے اس کو یاد کہ تیری سوا نہیں
سنتے ہی اس سخن کے خفا ہو کے یک بیک —— کہنے لگا کہ میں تو یہ کچھ جانتا نہیں
صدقے سیتی مرے وہ اگر جاں بلب ہوا —— مرنے دو اس دوانے کا جینا بھلا نہیں

اشتیاق گل میں بلبل گرچہ ہے سرگرم عشق —— لیکن اور ہی ربط ہے یاں شمع و پروانے کے بیچ
کیا تنک ظرفی ہے جو ساقی کی چشم مست دیکھ —— ہوش ہے جاتے رہے ہم دو ہی پیمانے کے بیچ
مخلص کس پیچ سے شانے نے دی دل کو مرے —— ورنہ کیا چھوڑا تھا زلف اس کی الجھانے کے بیچ

آج تک حاصل نہ ہوئی دولت تری پابوس کی —— ایک بھی حسرت نہ نکلی اس دل مایوس کی

شب تری فرقت میں ہم آنکھوں پہ رکھ کر آستیں —— اس قدر روئے کہ ساری ہو گئی تر آستیں
یاں تک آتشبار ہے چشموں کا میری سیل اشک —— جل اٹھے ہے خار و خس جھاڑوں میں جب آ کر آستیں

ہم نے چاہا تھا دل اس کا اپنے ہاتھ لگ —— سو دل گنوا دیا آپ ہی تھا جی بھی ساتھ لگ دے

تھا جو وہ گلعذار گلشن میں —— زور تھی کل بہار گلشن میں

جیوے کیوں کر قفس میں وہ جس کے ـــ گزرے لیل و نہار گلشن میں

مدت سے دیکھنے کا بھرا اشتیاق ہے ـــ ملتا نہیں تو ہم سے عجب اتفاق ہے
باقی رہا ہے کون سا پھر ربط درمیاں ـــ اک دوستی تھی اس سے سو بالائے طاق ہے

گوارا ہے مرے اوپر اگرچہ جان بھی جاوے ـــ نہ ہووے یہ کبھی ہم سے کہ تیری دوستی جاوے
رہے ہے دیکھتا کس کس بری نظروں سے تو مجھکو ـــ چلے شاید اگر کچھ بس ترا آنکھوں میں پی جاوے

جب سے ان شیریں لبوں کی گالیاں کھانے لگا ـــ دل تو اپنا کچھ حلاوت زور ہی پانے لگا
رفع مدت میں کیا تھا اس کی آنکھوں سے حجاب ـــ کس طرح کچھ ہم سے تب اب پھر وہ شرمانے لگا
خوش نہیں لگتی ادا دل کو مرے چل دور ہو ـــ واہ وا کچھ زور ہی تو ہم کو دھمکانے لگا

ملنے نہ دوں کسی سے جو اب کے اگر ملے ـــ دل گم ہوا ہے سینے سے دیکھوں کدھر ملے
اے دل خوش ہو کہ کٹ گئی آفات روز ہجر ـــ لے دیکھتا ہے کیا تر ے بختوں خبر ملے

دل لے کے پھر اب جان کی تکرار نکالی ـــ کس طرح خلش ہم سے تم اے یار نکالی
پھر دھوم مچاتی ہے چمن میں تو اے بلبل ـــ جاتی ہے انھیں بالوں پہ سو بار نکالی

۶/۱۵۹ راجہ کلیان سنگھ خلف راجہ شتاب رای ناظم عظیم آباد عاشق تخلص جوانیست عاشق وضع و خوش طبع صاحب تحریر مالک تدبیر لسان شیریں زبان، خان فصیح بیان. ایزد تعالی او را دریں جوانی عجب جامعیت عطا کردہ ادعای ہمہ دانی میدارد و بہت امتحان از کاملان ہر فن استدعای زبانی ظاہر می سازد آب و گل وے از محبت رسول و اہل بیت وے سلام اللہ علیہ و علیہم اجمعین مخلوق گشتہ کہ ہر دم دم از ولای امیر المومنین میزند و خود را از زمرۂ مومنان و فدائیان خاندان رسالت می شمرد و ہزاران لعنت و نفرین بر گروہ کافران و بت پرستان می کند و بر اقوال ایں گروہ گمراہ صدہا لعن و تشنیع مینماید. اکثر معتبران از مصاحبانش نقل کردہ اند کہ نماز پنجگانہ می خواند و روزہ ہای ماہ مبارک رمضان می دارد و با اہل اسلام باہم بیک جا طعام میخورد. اگر ایں اقوال مطابق احوالش مرحبا. او تعالی توفیق حسنات زیادہ رفیق گرداند و اگر مبالغہ شاعرانہ لیست "الافواہ مقدمۃ الکون" مسبب الاسباب آنچہ بر زبان آنہا است از قوت بفعل آرد و عاقبت حالش بخیر گرداند تا نہ تقلید بود بہ تحقیق آرد آنچہ بر زبان اوست در دل تمکن سازد و صاحب تصانیف است. تفسیر چند سیپارۂ کلام اللہ نظم نمودہ و حلیۃ الفاطمی کتاب مشتمل بر اثبات نبوت آنحضرت رسالت پناہ، رسول خدا مناقب اہل بیت تحریر نمودہ و در آں صنعتہای عجیب و غریب بکار بردہ کہ رسالت آنحضرت را از کتب سماوی و کتبہای ھنود ثابت کردہ. صاحب دیوان فارسی و ہند لیست اکثر مرثیہ جناب سید الشہدا در زبان فارسی و ریختہ می گوید در ایام

غم انجام عاشوره کہ خود تعزیہ دار می شود کتاب ده مجلس در مرثیۂ ہندی بلحن جانسوز میخواند۔ اینچند شعر ویں وقت مخطور خاطر بود:

مچایا ہے جگر ذخشر کا سا شور پہلو میں ۔۔۔ مگر دیکھا ہے یہ حال دل رنجور پہلو میں
صدا آتی ہے شیشہ کی سی گرنے کی مگر عاشق ۔۔۔ کس کا دل ہوا ہے آہ چکنا چور پہلو میں

گر کہیں ذکر خواب آتا ہے ۔۔۔ میری آنکھوں میں آب آتا ہے

۲/۱۶۰ عاجز تخلص، لوطی شاگرد کمترین، بسیار ظریف و خوش طبع اکثر اشعار ایہام ظرافت آمیز میگفت و بعجز و انکسار زیست میکرد:

دل بغل مار دیے جاتے ہیں سب مکتب کے طفل ۔۔۔ شیخ سعدی تم بھی اب ذکر گلستاں دو ڈبو

۸/۱۶۱ میر زین الدین، عشق تخلص شاہجہان آبادی مرد بود عاشق مزاج درویش وضع مدتے در دہلی بخوبی بسر برده، بعد ازیں از برہمی اطوار روزگار از آں دیار آواره شده در دیار بنگالہ آمده مدتے در عظیم آباد و مرشد آباد بسر برده اکنون ندانم کجاست شعر فارسی و ریختہ ہندی بخوبی می گفت، اینچند اشعار از وست:

کون پوچھے ہے دل و جان کو گر یار نہ ہووے ۔۔۔ جنس بے قدر ہے اس جا کہ خریدار نہ ہووے
کس طرح محنت ہجراں سے رہائی پائیے ۔۔۔ وعدۂ وصل اگر اس کا مددگار نہ ہووے

رخصت نہیں کہ وصل کی تقریر کر سکیں ۔۔۔ یا حال درد ہجر کا تحریر کر سکیں
منظور اگر خرابیٔ دل ہے تو ایکبار ۔۔۔ ایسا خراب کر کہ نہ تعمیر کر سکیں

۲/۱۶۲ سعد اللہ خاں، عاشق تخلص، خلف شیخ عبد اللہ ناظم نازنین گل سر سبد چمن استعداد، سر سر بلند قابلیت خداداد قابل دوست، عاشق پرست بود و بمقتضای "السعید سعید فی بطن امہ" آثار سعادت و جوانمردی از ناصیۂ وی ہویدا و انوار ارادت و فراغت از بشرۂ او پیدا۔ در عہد حکومت مہین برادر خود فضل علی خان بحشمت و شوکت و شکوه بسر برده بعد برہمی زمانہ دامن ہمت از الفت زمانہ برچیده در عظیم آباد انزوا برگزیده اکثر در خدمت شاہ عشق بطور عاشقاں و فدائیاں حاضر می شد و اکتساب فوائد می نمود۔ بیش ازیں بسال راه عدم پیمود گاه گاه بجہت تفنن شعر فارسی و ریختہ نیز می گفت:

قامت پہ جب نگاہ کر میری نظر گئی ۔۔۔ سر پر مرے ہزار قیامت گزر گئی

دریں جا یک بیت فارسی جناب قدوة اولیای مکمل حضرت شاہ محمد افضل الہ آبادی قدس سره بخاطر گذشت حاکہ قیامت مضمون ملہ فتہ:

نہ من قامت آں صنم دیده ام ۔۔۔ قیامت بیک حرف کم دیده ام

ایں یک بیت کہ ندانم از کیست، مخطور خاطر شد خالی از کیف نیست:

ز قد و قامت آں غارت ہوش ۔۔۔ مؤذن کرد قد قامت فراموش

۲/۱۶۳ محمد اسلم، تمؔ تخلص جوان سلیم الطبع بود، زمانۂ ایمان یعنی بسر می برد، غم گذشتہ و آئندہ ہیچ نداشت اشعارش کمتر بمؤلف رسید:

ہے جو مزہ سکوت میں فریاد میں کہاں ۔۔۔ پر ضبط اس قدر دل ناشاد میں کہاں

۲/۱۶۴ غریبؔ اسمش محمد زماں است در زمان خود مغتنم بود و تلاش معانی غریب مینمود. زبانش لکنت داشت، ازیں سبب الکن ہم تخلص می آرد:

میری بغل میں ہی دل پرداغ ہے غریب ۔۔۔ حسرت چمن کی کا ہیکو، یہ باغ ہے غریب

۲/۱۶۵ غواصیؔ، غواص دریای فکرت دکھنی نژاد است:

جو کوئی اس مزرع دل پر یہ کلا بیج بوتا ہے ۔۔۔ تو ہرگز اس گلستاں میں گل امید بوتا ہے

۲/۱۶۶ کلب علی، غیرتؔ نمی دانم کہ کیست، یک شعرش در سفینہ دیدہ بودم:

تجھ گلبدن سے کیوں کہ یہ غیرت ملا کرے ۔۔۔ دشمن لگے ہیں چار طرف خار خار سے

۲/۱۶۷ غریبؔ تخلص از یاران میاں آبرو رحمت اللہ علیہ لکن، اشعار عجیب و غریب دارد:

دیکھ دستار بسنتی ساقی سرشار کی ۔۔۔ کھل گئی ہیں آج انکھیاں نرگس بیمار کی

بات رہجاوے گی قاصد وقت رہنے کا نہیں ۔۔۔ دل تڑپتا ہے شتابی لا خبر دلدار کی

اے دل اس نامہرباں کی مہربانی پہ نہ بھول ۔۔۔ جی کا دشمن ہے جو وہ کرتا ہے باتیں پیار کی

حال کہنے کا کبھی جو وقت پاتا ہے غریب ۔۔۔ بھول سب جاتی ہیں باتیں دیکھ صورت یار کی

۲/۱۶۸ محمد تقی، غریبؔ مرد غریبی بود، احوالش خوب معلوم نیست.

الٰہی مت کسی کے پیش درد اپنا لے آوے ۔۔۔ ہمارا دیکھ کیا حال ہوجب تک بہار آوے

۳۰/۱۶۹ غلام حسین خاں، خلف الصدق ہمت خاں، ولد فتح اللہ خاں، آبا و جدش در دہلی بکمال عزت و حرمت و حشمت مشہور بودند۔ پدرش در عہد فردوس آرامگاہ بمنصب عمدگی و ہشتاد لک دام جاگیر تارک مباہات بہ آسمان می نمود. از حادثۂ مکحول شدن احمد شاہ خلف الصدق محمد شاہ و آمد آمد شاہ درانی کہ تفرقۂ کمال بر اہل آنجا راہ افتادہ دیر ہم ریاست را گذاشتہ بملال و از جہت استکمال بکمال جوہر شناسی رو بمشرق آوردہ چندے در فرخ آباد در ظل حمایت نواب احمد خان بنگش کہ باوے محبت قدیمی داشت رحل اقامت نہادہ، در صدد بحالی جاگیرات خود کہ در ملک وے بود گشتہ چوں روز بروز ناقدردانی عمدہ ہای آں دیار در تزاید بود، بودن خود دریں نواحی صلاح ندیدہ ہوای صحبت عمدہ ہای بنگالہ در سرش جا گرفت. آخر الامر از آنجا برآمدہ عازم مرشد آباد گردید. در آنجا باستصواب شیخ عبد الوہاب بملاقات نواب صادق علی خاں بہادر، ناظم بنگالہ شتافت چوں ہمای فکرش بغایت بلند پرواز بود بار منت احسان ہر کس و ناکس

نیاوردہ باز آفتاب وار رو بمغرب آورد، امیانا بخاطرش منظور بود کہ حالا ترک لباس نمودہ در شہری از نو وا گزیند۔ باین ارادہ وارد محمد آباد بنارس شد۔ اتفاقاً در آن زمان بامنیر الدولہ ناظم الہ آباد کہ قدر شناس شرفا و نجبا بود دو چار گردید۔ نواب قدر شناس دل وحشی رمیدۂ او را بصد دلجوئی و دلداری صید کردہ ترغیب و تحریص رفاقت خود نمودہ، خان موصوف چندی چون جان از جسم از وی بمفارقت بود، بعد از آن کہ نواب مرحوم جہت ملازمت حضرت خاقان راہی الہ آباد شد خواست کہ دیرا از فرط محبت ہمراہ گیرد، خان موصوف کہ دلش از تہیہ سفر سیر بود انکار نمود، ناچار ویرا سپرد راجہ بلوند سنگہ ناظم بنارس نمود، و بسلامۃ اللہ تعالیٰ از آن زمان تا الی الآن در سرکارش بسر می برد و در رفاقت راجہ چیت سنگہ بہادر خلف راجہ مذکور مرجعیت کمال دارد۔ درین ولا کہ مؤلف پابند آب و دانۂ این ضلع است، بکمال محبت و سلوک مودت پیش می آید چون قدردانی سخنوران شعار اوست، گاہگاہ در گلستان سخن عندلیب میکند و بدستیاری قلم مشکیں رقم سخنان سحر آمیز می جوید۔ در نظم و نثر مہارت کلی دارد و غزل فارسی و ریختہ و مرثیۂ جناب حضرت سید الشہدا بدیہہ بعنوان شایستہ می گوید لیکن از کم گوئی تخلص خاص نکردہ، ہمین نام کہ فخر نام آور ان است در مقاطع اشعار می آرد، این چند اشعار از نتائج طبع شریف اوست:

دیکھ تو ناصح ذرا دل کی مرے ذکل — اس سے نہ کیوں کر ملوں جان ہی جا ہے چلی
ہوش ہو تو سمجھیے دل ہو تو کچھ مانیے — کون سنے ہے تو کہ بات بری یا بھلی
جب ہو شب ہجر صبح جانیے جیتے بچے — ہے یہ بلاے سیاہ سر سے ہماری ٹلی
اے دل گمراہ مجھے پھر کے تو لایا ادھر — یہ وہی رستہ ہے جان آگے وہی ہے گلی

قند کا تلخ نام رکھتا ہوں — لب شیریں سے کام رکھتا ہوں
ضبط کر اب تو مرتبہ گزرا — دل کو گو تھام تھام رکھتا ہوں
ساقی اک جام پھر کبھی بھر دے — میں یہ حسرت مدام رکھتا ہوں
رخ و زلف اسکی یاد کر رونا — شغل یہ صبح و شام رکھتا ہوں
لے کے دل جان مت ستا کہیو — یہی قاصد پیام رکھتا ہوں
دل روشن کے آگے اے جمشید — یہ نہ کہیو کہ جام رکھتا ہوں
خلد سے کہہ دو شب بخیر ہیں اب — کوے دلبر مقام رکھتا ہوں
دم سرد آہ گرم ہے یکجا — دو ہوا ایک بام رکھتا ہوں

باقی اک جی ہی کا الفت میں ہمیں کھونا ہے — اور سب کچھ تو ہوا یہ بھی کبھی ہونا ہے

بیوفائی کا گلہ تیرا ری جاں کیا کیجو ‏ ‏ ‏ دل کی ذ صبری ہی پہ اپنی ہمیں رونا ہی
لگ گئی آنکھ تو پھر آنکھ کا لگنا معلوم ‏ ‏ ‏ تیری عاشق کو کہاں گور میں بھی سونا ہی

۱۰/۶ میر شمس الدین فقیر تخلص، شمس ساطع اوج عرفانست و مظهر اتم نور یزداں ہر چند فقیر تخلص میکرد، امابہ اعتماد سرمایهٔ استعداد خدادادِ وی از اغنیای زماں بود۔ در فضل و کمال و فن شعر و انشاء و علم معانی و بیان و بدیع و عروض و قوافی زباندانی فارسی ممتاز اقران، ولادت او در شاه جهاں آباد سنه یکہزار و یکصد و پانزده رو نموده از اعیان آں بلدهٔ فاخره است سلسلهٔ نسبش از جانب پدر به عباس عم النبی صلی اللہ علیه وسلم از جانب مادر بسیادت میرسد، لہٰذا میر مشهور بود در خدمت علمای عصر تحصیل مراتب علوم نموده سرمایهٔ فراواں از فضیلت اندوخته، بعد چندی علایق دنیوی را ترک کرده در لباس فقر در آمده و معنی تخلص خود بر منصهٔ شهود جلوه داده، گویند سابق مفتوں تخلص می کرد۔ بعد ترک علایق کردم از فقیری زد خود را فقیر مشهور ساخته۔ چنانچه ازیں مقطع غزلش ظاهر میشود:

مدتی داشت مرا خبط دنیا مفتوں ‏ ‏ ‏ آخر کار فقیر شہ مرداں گشتم

در سیاحت دیار دکھن بہ اورنگ آباد قریب پنج سال بسر برده بعد ازاں همراه قزلباش خاں، امید بہ شاہجہاں آباد عطف عناں نموده، چوں به وطن خود رسید باز طریق سیر دیار شرقی به الہٰ آباد آمده و اہالی آنجا را مستفید خدمت خود ساخته ازیں جا بعزم زیارت بیت اللہ الحرام بر آمده و بہ ہدایت بدرقهٔ توفیق داخل حرم شد، چندی در آں اماکن متبرکہ با علما و فہما ہم صحبت بود، چوں مراجعت نمود بہ جهاز نشسته رو براه آورد۔ قضارا جهاز در تباہی آمده غرق دریای فنا گردید دی رحمت اللہ علیه صاحب تصانیف در صنائع و بدائع علم شعر و عروض و قوافی است آنجمله کتاب حدائق البلاغت شاہد عادلست، در حذاقت او در فن بلاغت و از جمله منظومات او که در جواب خمسهٔ نظامی گفته، کتاب شمس الضحی و در مکنوں و والسلطان بر بان قویست. برعرفان او در علم فصاحت۔ در کتاب والسلطان قطعهٔ در تعریف میان و خال درمیان آن گفته حقا که مضامین نازک و باریک را درمیان سلسلهٔ نظم سفته سحر کرده بلکه اعجاز نموده و خود هم بنظم آن لآلی آبدار تفاخر و مباهات میکرد۔ قطعه اینست:

زاں موی کمر بود نشاں ہیچ ‏ ‏ ‏ نامش کمر است درمیاں ہیچ
تاب کمرش کسی نہ بیند ‏ ‏ ‏ بیتاب و تواں بسر نشیند
زیبا خالیست بر میانش ‏ ‏ ‏ گو تنگ گرفته درمیانش
در نازکی است آں کمر مو ‏ ‏ ‏ از خال گره فتاده بر مو
بندنده دناں کمر شکے داشت ‏ ‏ ‏ زاں کلک قضاش نکته بگذاشت

ز زلف ظلم زراه اعجاز — برموی بر آمده رسن باز
یا دل شدهٔ سیاه بختے — در کوی عدم کشیده رختے
بنگر آں خال سحر فن را — کاویخت به پیچ خویشتن را

دیوان فارسی مرتب و مشتهر دارد، میل طبعش در خیال ریخته کم بود، شاه قدرت اللہ که از هم نشینان ولیست میگفت که عزیزی از دوستانش قصد تالیف تذکرهٔ شعرا ریخته داشت. از او استدعای شعری کرد، وی بدیهه ایں شعر گفته فرستاد فی الحقیقت ایں یک بیت برابر هزار بیت است

ترا نه دیکھ بلبل گل سیتی بیزار ہو جاوی — اگر گل تجھ تلک پہنچے گلے کا ہار ہو جاوی

ایں دو شعر نیز منسوب بوی میکنند:

زندگی موج آب ہے گویا — دم کا لینا حباب ہے گویا
خال تیری بیاض گردن کا — نقطۂ انتخاب ہے گویا

۱۷۱/۶، اشرف علی خان فغاں تخلص، کوکۂ احمد شاه خلف الصدق محمد شاه، نور اللہ قبره بود، لهذا بکوکہ خاں اشتهار داشت در حاضر جوابی و لطیفه گوئی و هزل سرائی و سخن آرائی بحدی شهرت داشت که وصفش محتاج بیان نیست. اوباشان اطراف در مجالس هزل گوئی از سخنان ملاحت آمیز وی مثل می آرند و ظریفان بدیهه گو در شیوهٔ ظرافت و خوش طبعی او را استاد فن ویے بدل می شمارند و زبان آوران او را در علم سخنوری بسیار قابل و در سلیقهٔ مجلس آرائی ذی مثل میخوانند وی خود را درین فن دوری کشید و اشرف شعرا و ابلغ ظرفا می نامید - مردمان عصر از هجوگوئی او در رفغان بودند و سرداران وقت از بدادائی او بغایت ترساں. نزاکت طبع و حسن ادائی او از مضامین رنگین اشعارش هویدا است و لطافت ذهن و ملاحت فکر رسای وی الفاظ دلچسپ و خوش آئین وی پیدا ــــ خود می گفت که من از هیچ ظریفے و هزله گوئی در خوش طبعی و ستم ظریفی از دهلی تا عظیم آباد گاهی ملزم و محجوب نشده ام. الا از لولیی که هرگز سلیقهٔ خود آرائی و شعور سخن سرائی نداشت الزام خوردم که روزی در مجلس مجمع ظرفا بود من از سخنهای لطیف و بذله های ظریف حاضران را منبسط می ساختم و از خوش طبعی ارباب نشاط که در آں مجلس حاضر بودند و آمادهٔ حاضر جوابی در حرف و حکایت منفعل می نمودم، ناگاه یکی از ایں گروه که در بد شعوری مشهور بود وارد شد چوں بر لب فرش آمد خواست تا جفت پاپوش از پا دور کرده در مجلس درآید، اتفاقاً یک کفش او بدامنش آویخته شده از نادانستگی آں بر فرش آمد من از راه خندگی و ستم ظریفی بجانب حاضران اشاره کرده گفتم که یاران ببینید میں صاحب هرگاه در مجلس می آیند جفت خود را جدا نمیکنند همراه می آرند او بحدی محجوب شده بدیهه دست بسته عرض کرد که راست، احوال کنیزک همچنیں است، لیکن صاحب وقتیکه در محفل

رونق افزائی شوند بغت خود را حوالۂ خدمتگاراں و خواصاں نمودہ می آیند. انصاف ضرور است کہ حق بجانب کیست. باستماع ایں جواب بحدے خجل و شرمسار شدم و ہیچ سخن در جواب نتوانستم گفت، لیکن از روئے منصفی بر بدیہہ گوئی وے آفریں کردم و بر قصور خود معترف شدم. اصلش از شاہ جہاں آباد است. از حادثۂ مکحول شدن احمد شاہ کہ از سبب ناحق شناسی امرائے ناعاقبت اندیش رو دادہ و تفرقۂ فرار کہ بر اہل آں دیار از آمد آمد شاہ درانی افتادہ، ترک خانماں نمودہ در بلدۂ عظیم آباد رسیدہ اہالی آنجا از کمال قدر شناسی وجود آنرا از مغتنمات دانستہ بہ تفقد احوالش پرداختند تا آنکہ در سرکار ناظم آں وقت اقتدار کلی بہم رسانید و از کمالیکہ داشت مرجع خاص و عام انعام گردید. الغرض تا کہ زندہ بود بخوبی می بود. چند سال پیش ازیں راہ عدم پیمود. در ہموں شہر مدفون شد. غزل فارسی ہم خوب می گفت، اما در زبان ریختہ مہارت کلی داشت. دیوان ریختہ وے مشہور است. در اوائل مشق سخن بخدمت قزلباش خاں، امید کردہ، آخر خود از جودت طبیعت و کثرت مشق دریں فن استاد برآمدہ. از وست:

یارا گر جفا کرے چاہیے دل وفا کرے
وہ نہ کرے تو کیا کرے یہ نہ کرے تو کیا کرے

کوچۂ یار پاک ہو جان اگر ہلاک ہو
کاش یہ جسم خاک ہو شام و سحر ادا کرے

ڈوبے شتاب کشتئ الفت خدا کرے
چشموں سے میرے کتنے دریا بہا کرے

معلوم تب اسے ہووے بلبل کی بیکسی
صیاد کو قفس میں کوئی گر جفا کرے

شکوہ تیرے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے
تو اپنا ہی ظریف ہووے خدا کرے

کاہے کو بیقرار تو رہتا ہے اے فغاں
مشکل کشا علی تری مشکل روا کرے

———

یہ فن کسی نہیں آتا جو دل میں راہ کرے
فغاں ہم اس کے تصدق ہیں جو جفا کرے

———

ہمیں چھوڑ مت جائیو سیل اشک
ترے ساتھ ہم بھی نہ بہ جائیں گے

———

شکوہ جو کرے ہے میرے اشک سرخ کا
کب آستیں تری بھی لہو سے بھر گئی

———

اس قافلے کے بیچ صدائے جرس نہیں
جاتی ہے سیل اشک عجب کارواں لیے

———

دل میں یوں تھا کہ نہ جاوے تری کوچے سے فغاں
کیا کریں یار خدا تجھ سے جدا رکھتا ہے

———

قاصد تو نامراد پھرا کوئے یار سے
غفلت مجھے ہوئی دل امیدوار سے

———

کفر کو اسلام سے اے شیخ بیگانہ نہ جان
ہے تری تسبیح سے رشتہ مری زنار کو

———

کس طرح جلی شمع سحر گاہ نہ پوچھو
احوال دل سوختگاں آہ نہ پوچھو

———

فغاں میں نے سنا شاید کہیں مائل ترا دل ہے
خدا آساں کرے ورنہ محبت سخت مشکل ہے

اے شیخ اگر کعبہ سے اسلام جدا ہو   پس چاہیے تسبیح میں زنار نہ ہوتا

آوارہ پریشان و شکستہ دل و بدنام   سنتے تھے فغاں جس کو سو آج ہی نظر آیا

۱۶۳/۱۴۲ مرزا محمد علی عرف مرزا بجو، فدوی تخلص، اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ در چنداں است کہ در صفحۂ قرطاس گنجد. جوانیست لطیف طبع و ظریف وضع جناب اقدس الٰہی ظاہرش را بکمال خوبی آراستہ و در باطنش ذخیرۂ صنائع آمادہ ساختہ. حلاوت شیریں زبانی اوکام و دہان مستمعان را بہرہ مند میسازد و طلاقت خوش بیانی وی فصحای سخنوران را در حیرت می اندازد. استادان این فن روبروی زبان آوری او حلقۂ فدویت در گوش نہادہ و سابقان وادی سخن در جستجوی مرتبۂ ہمزبانیش حیران شدہ غاشیۂ تبعیت بر دوش کشیدہ. وطن اصلی وی دہلیست، از آنجا بتلاش روزگار بر آمدہ مدتی در لکھنؤ و فیض آباد درک صحبت اساتذہ نمودہ. دریں ولا در خدمت شاہ کمیںا عشق در عظیم آباد بسر می برد. و طالبان این فن را بمرتبۂ کمال میرساند. الحق در مثل بندی ضرب المثل است و در مضموں یابی بے مثل. از مؤلف کمال محبت دارد. وقت قیام عظیم آباد اکثر ملاقات میشد. اینچند اشعار نتائج طبع اوست:

دل تڑپتا ہے صبح و شام پڑا   یا الٰہی یہ کس سے کام پڑا

ناتوانی مدد کرے اتنی   تیرے در پر رہوں مدام پڑا

برنگ غنچہ دل صد چاک صبح و شام ہوتا ہے   ترے آگے ہنسی ہے یہ ہمارا کام ہوتا ہے

اسیری میں ترے ہمنشیں ایک اس طرف ایک اس طرف   جیسے کراما کاتبیں ایک اس طرف ایک اس طرف

زلفوں سے دل کیوں کرے چھوٹے اس کی فکر ہو   غارتگر دنیا و دیں ایک اس طرف ایک اس طرف

گو رہ گذر ہے یار یہ ٹک ٹھہر جا آخر یہاں   پھر تو کہیں او دیں کہیں ایک اس طرف ایک اس طرف

ہستی اس قدر ہے کسی کو خبر نہیں   مثل شرار ادھر نظر آئے ادھر نہیں

درد دل قابل بیان نہیں   ورنہ کس کو میاں زبان نہیں

لگی کو دل کی دل ہی جانے ہے   چوٹ کا اس کی کچھ نشان نہیں

ہاتھ وہ ہے جس سے پہنچے کچھ کسی کے ہاتھ میں   ورنہ خالی ہاتھ سے بہتر ہے خالی آستیں

میں زلف و رخ کو ترے دے چکا ہوں دل اپنا   یہ اب سیاہ کرے اس کو یا سفید کرے

تفاوت پڑ گیا ملنے میں کیوں پیارے سبب کیا ہے   تو ہی انصاف کر دل میں کہ جب کیا تھا اور اب کیا ہے

قضا ہی آوے یا صبر آوے یا وہ گلعذار آوے   خداوندا کچھ ایسا کر مجھے جس میں قرار آوے

زخم دل بے حد ہیں ظالم اور مت بیداد کر   ہم سے کس منہ سے ملے ہے اپنی باتیں یاد کر

اس طرح داغ کو ہی میری جگر سی پیوند
مردمک کھبتی ہی جوں دیدۂ ترسی پیوند

آغوش میں ہم اپنے مہتاب دیکھتے ہیں
یارب یہ واقعی ہی یا خواب دیکھتے ہیں

کام یاں اس سی ہی جس سے کام ڈ سکتی نہیں
منہ میں اس کا نام ہی اور نام ڈ سکتی نہیں

ناتوانی ذ منغص عیش یاں تک کر دیا
ہاتھ میں بھی اپنے خالی جام ڈ سکتی نہیں

بس اب تیری تاثیر ای آہ دیکھی
نہ آیا وہ ظالم بہت راہ دیکھی

خوبرو کب کسی سی ڈرتے ہیں
جو یہ کرتے ہیں خوب کرتے ہیں

جب کبھی کچھ کہیں ہیں ہم آکر
آپ کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں

ہیں ہماری یہ کھیل کھیلی ہوئی
جو جو گل پھول سب کترتے ہیں

نقش بر آب زندگانی ہی
یار اس پر عبث ابھرتے ہیں

گل پژمردہ کی طرح قدوی
کیا پریشان دن گزرتے ہیں

چمن دہر میں ہیں کہنے کو
نہ تو جیتے ہیں نہ تو مرتے ہیں

رشک داغ جگر لالہ بدن اپنا ہی
چشمۂ چشم سے شاداب چمن اپنا ہی

جوں نگیں ہم بھی کسی ملک کی تو نامی اب
جس جگہ بیٹھ گئے وہ ہی وطن اپنا ہی

کہنے کو کہا ہزار جی میں
آخر رہی جی کی یار جی میں

مانند برق ایک جھلک بس دکھا چلے
بجلی سی ہم پہ پڑتی تھی کیا آئے کیا چلے

گلے لگتے دی جسمیں رات چلی جاتی ہی
اب تلک تیری وہی بات چلی جاتی ہی

کبھی گل رخوں کے جو باہم رہے ہیں
تو ہم چشم تر مثل شبنم رہے ہیں

ہمیں کیا چمن کی بہار و خزاں سی
نہ وہ دل رہا ہی نہ وہ ہم رہے ہیں

ہو گیا روز انتظار آخر
تو ذ آتی ہی کی نہ یار آخر

رشک فزائی مہر و مہ سینۂ داغ داغ ہی
قطرۂ اشک یہ مرا گوہر شب چراغ ہی

بس ابر میں آفتاب کبتک
منہ کھول کہیں حجاب کبتک

پیمانۂ عمر بھر چکا یہ
ای دل ہوس شراب کب تک

کیوں یار کوئی نگہ ادھر بھی
یہ صاف نہیں جواب کب تک

ہے منتظر جمال عالم　بیدار ہو یار خواب کب تک

کون ایسا بتنگ تھا آگے　یہی دنیا کا ڈھنگ تھا آگے
آئنہ کر دیا نظر نے تری　ورنہ کیا تھا یہ سنگ تھا آگے

دل، ڈبویا چشم پر نم نے تجھ　کیا رکھا تھا اسلیے ہم نے تجھ
آخر یہیں دونوں کو فدوی نے غرض　غم کو کھایا تو نے اس غم نے تجھ

بالفرض اپنے پاس رہے تم تو کیا رہے　روٹھے رہے، اداس رہے، نت خفا رہے
رہنے کو جب کہیں ہیں کہو ہو بلا رہے　ہم بھی جو یوہیں بولیں تو پھر یار کیا رہے

دل پر داغ کی دولت سے نت گلزار پہلو میں　جگہ تیری ہی خالی ہے قسم ہے یار پہلو میں
کسی کروٹ نہیں آرام اس کو آہ سوزاں سے　کباب سیخ ہے یہ یا دل افگار پہلو میں

کیا یاد ہم کریں گے ملاقات رات کی　آیا پھرا، چلا، نہ وہ بیٹھا نہ بات کی
مرجاں کی طرح نخل سے اپنے امید بس　پھل کی نہ پھول کی نہ کلی کی نہ پات کی

دل نگاہوں سے یہ کس کی آہ تیر آمیز سے　ہر شب اسکو بیکلی سے رو رو رستاخیز ہے

مل جاتے ہیں وہی خواہی نخواہی اب تک　ہم بھی سے ہیں کہ میاں تجھ سے نباہی اب تک
یار کی آنکھ کو کس طرح سے مانوں آپ سے ہے　دل تو دیتا ہی نہیں مجھ کو گواہی اب تک
تھم گئے اشک دعا دیں ہیں آنکھیں ورنہ　نظر آتی یہ سفیدی نہ سیاہی اب تک

نامہ کے تو گلی میں ہو مرا چاک اڑے ہے　تو مجھ سے عبث اے بت بیباک اڑے ہے
جوں شیشۂ ساعت ہے مرا کلبۂ احزاں　بن یار شب و روز یہاں خاک اڑے ہے

ناحق مجھے کرے ہے بدنام زندگانی　تو ہی نہیں تو ایسی کس کام زندگانی
اس رشک مہر و مہ کی، دولت مثال شبنم　ہر صبح موت ہے یاں ہر شام زندگانی

قتل کر خوف تو قاتل نہ تجھے ہے نہ مجھے　دیر پھر کا ہے کی مشکل نہ تجھے ہے نہ مجھے
آج کی آج سمجھ کل کی خدا جانے دل　آگہی اس کی تو غافل نہ تجھے ہے نہ مجھے

ان دونوں پوچھو مت مکاں کہیں　قالب اپنا کہیں ہے جان کہیں
تین تیرہ کیا فلک نے آہ　دل کہیں، جاں کہیں مکاں کہیں

ایسے دل کی بھی ہم ہیں سودائی — لگ چلا ہر یہ جو لگا لے ہے
سو لیو مت تو اس کی باتوں پر — دیکھ فدوی وہ دل ترا لے ہے

بہار آئی جنوں نے سر اٹھایا — پھر اس کا فرنے سوتوں کو جگایا
کہو یاروں کو اپنی راہ لیویں — رہے ہم تو ہمیں صحرا خوش آیا

غلط ہے دیدۂ تر سے جو ہم چشمی کرے شبنم — مرا رونا اگر دیکھے ابھی پانی بھرے شبنم

کون کہتا ہے نہیں کچھ فائدہ ہے داغ ہے — گل نہیں ہے ہاتھ پر یہ اس کی دست آویز ہے

ایسے سے ملتے ہیں فدوی کچھ کہا جاتا نہیں — قہر ہے، طوفان ہے، بیداد ہے، خونریز ہے

اسیروں کی خبر کچھ تجھ کو اے صیاد رہتی ہے — عجب عالم رہے ہے یاں عجب فریاد رہتی ہے

بالفرض اپنے دل میں اگر ضبط آہ کی — صورت کوئی چھپے ہے مری جان، چاہ کی
آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی دل کو اڑا گیا — اے چشم کچھ ادھر کو بھی تو نے نگاہ کی
یارب تو خیر کیجیو فدوی کہیں نہ ہو — آواز کیسی آتی ہے یہ آہ آہ کی

یہ سیل اشک ہے، کوئی گھر رہے نہ رہے — ہماری بات رہے، چشم تر رہے نہ رہے

ایک تیرا خیال باقی ہے — ورنہ کچھ مجھ میں حال باقی ہے

اس چمن میں کون یارب زمزمہ پرداز ہے — یہ تو کچھ کانوں سے اپنے آشنا آواز ہے

کیا خاک اثر اس کو مری آہ کرے — ہر روز جسے مدعی بدراہ کرے
جو کوئی برا چاہے کسی کا فدوی — اس کا بھی وہی حال ہو اللہ کرے

یارو ملے اب کوئی کسی سے کس طور — منصف تمہیں ہو کہ دل میں اپنے کرو غور
جوں آئینہ کس کام یہ حسن اطوار داری — منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ اور

خلقت کاٹے ہے رات ساری سو کر — اک ہم ہی کرے ہیں صبح اپنی رو کر
ناحق کی بہت جی کو ستائی فدوی — اس دل کا برا ہوا، اس نے عاشق ہو کر

۲۷۳/۵۸ مرزا الف بیگ . فرست جوانیست تازہ فکرت و صاحب طبیعت، نمی دانم کہ موطن (او) کجا است. از چندے اہل و عیالش در الہ آباد اند. وے در تلاش مایحتاج در اطراف سیاحت می کند. چرخ دوار او را ایں قدر فرصت نمی دہد کہ چندے نشیند و وحشیان مضامین را در دام الفاظ رنگیں در آرد. اشعار خود را در خدمت مولانا مرزا دل جنوں گذرانیدہ. ایں چند اشعار

تراوشِ خامۂ اوست:

عجب طرح سے شبِ ہجر یار گزری ہے ۔ کہ اپنی زیست بھی خاطر پہ بار گزری ہے
تری گلی میں جسے گردباد کہتے ہیں ۔ کبھی کبھی وہ ہمارا غبار گزری ہے

پایا نہ لعل ذی ترے ہونٹوں سا رنگ سرخ ۔ یاقوت کس شمار میں ہے ایک سنگ سرخ

ساقی گھٹا بھی امڈی، بجلی بھی دیکھ چمکی ۔ دیکھ تجھ بن قسم ہے اس میری چشم نم کی
تلوار کھینچ قاتل جب سر پہ میرے آیا ۔ مرنے کی آرزو ہے گردن میں اپنی خم کی
فرمایا تب بیان ذکر ادا کشتۂ محبت ۔ مہلت ہے ایک ساعت کہ شرح اپنے غم کی
تب میں کہا کہ یہ غم وہ غم ہے جس کو لکھتے ۔ کاغذ کی چھاتی پھٹ گئی کٹ گئی زباں قلم کی
پھر میں تمام کیوں کر اس درد کو سناؤں ۔ دل میں ہزار باتیں فرصت ہے ایک دم کی

ہوائے شمع و بزم طرب میں تو جو آتا ہے ۔ کوئی پروانہ ساں صدقے کوئی قربان جاتا ہے
بلائے جان ہے مجروح پر یہ خندۂ نمکیں ۔ نمک چھڑکے ہے زخمِ دل پہ جب تو مسکراتا ہے
ترا اس لب کی کیفیت کو جا کہتا ہے مستوں کی ۔ تو کیوں اس شیشۂ غماز کو پھر منہ لگاتا ہے

پھنسا ہے دل مرا زلفوں میں شاید ۔ تو اے ظالم ستانے کو گیا ہے
بنا تجھ کو کوئی دستِ بریدہ ۔ یا اپنے حق میں کانٹے بو گیا ہے

غم میں پروانے کی جی اس سے بچایا نہ گیا ۔ صبح تک کچھ بھی اثر شمع کا پایا نہ گیا
گو کہ ہم گرم سفر پر نہ وطن کو پہنچے ۔ سنگ میں جوں شرر جستہ سے آیا نہ گیا
کیا کوئی تجھ سے پھر امید وفا کی رکھے ۔ کون سا دل تری ہاتھوں سے ستایا نہ گیا
ایک فرصت ہے جو کل سے تری کوچے میں ۔ جائے رقت ہے کہ اب تک بھی اٹھایا نہ گیا

جب مرے در سے اٹھ کر جائیے گا ۔ پھر کہیں بیٹھنے نہ پائیے گا
غیر کے ہیں غبار خاطر ہم ۔ آپ خاطر میں کچھ نہ لائیے گا
دل کی تئیں تو نذر کر صاحب ۔ باتیں یہ آپ کیا بنائیے گا
وعدے ہی میں کٹے ہیں نت شب و روز ۔ کہیے سچ، کون سے دن آئیے گا
ہم نے مانا کہ آپ یوسف ہیں ۔ بس کہاں تک کنوئیں جھکائیے گا

ایسے دل کی بھی ہم ہیں عجب دیوانے لگ چلے ہیں یہ جو لگا لے ہے
بھولیو مت تو اس کی باتوں پر دیکھ فدوی وہ دل ترا لے ہے

بہار آئی جنوں نے سر اٹھایا پھر اس کافر نے سوتوں کو جگایا
کہو یاروں کو اپنی راہ لیویں رہے ہم تو ہمیں صحرا خوش آیا

غلط ہے دیدۂ تر سے جو ہم چشمی کرے شبنم مرا رونا اگر دیکھے ابھی پانی بھرے شبنم

کون کہتا ہے نہیں کچھ فائدہ ہے داغ سے گل نہیں ہے ہاتھ پر یہ اس کی دست آویز ہے
ایسے ملتے ہیں فدوی کچھ کہا جاتا نہیں قہر ہے، طوفان ہے، بیداد ہے، خونریز ہے

اسیروں کی خبر کچھ تجھ کو اے صیاد رہتی ہے عجب عالم رہے ہے یاں عجب فریاد رہتی ہے

بالفرض اپنے دل میں اگر ضبط آہ کی صورت کوئی چھپے ہے مری جان، چاہ کی
آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی دل کو اڑا گیا اے چشم کچھ ادھر کو بھی تو نے نگاہ کی
یارب تو خیر کیجیو فدوی کہیں نہ ہو آواز کیسی آتی ہے یہ آہ آہ کی

یہ سیل اشک ہے، کوئی گھر رہے نہ رہے ہماری بات رہے، چشم تر رہے نہ رہے

ایک تیرا خیال باقی ہے ورنہ کچھ مجھ میں حال باقی ہے

اس چمن میں کون یارب زمزمہ پرداز ہے یہ تو کچھ کانوں سے اپنے آشنا آواز ہے

کیا خاک اثر اس کو مری آہ کرے ہر روز جسے مدعی بدراہ کرے
جو کوئی برا چاہے کسی کا فدوی اس کا بھی وہی حال ہو اللہ کرے

یارو ملے اب کوئی کسی سے کس طور منصف تمہیں ہو کہ، دل میں اپنے کرو غور
جوں آئینہ کس کام کی یہ خاطر داری منہ پر کچھ اور، پیٹھ پیچھے کچھ اور

خلقت کاٹے ہے رات ساری سو کر اک ہم ہی کرے ہیں صبح اپنی رو کر
ناحق کی بپت جی کو بسائی فدوی اس دل کا برا ہوا، اس نے عاشق ہو کر

۱۷۳/۵۴ مرزا الف بیگ۔ فرصت جوانیست تازہ فکرت و صاحب طبیعت، نمی دانم کہ موطن (او) کجا است از چندے اہل و عیالش در الٰہ آباد اند۔ و خود در تلاش با احتیاج در اطراف سیاحت می کند، چرخ دوار او را ایں قدر فرصت نمی دہد کہ چندے نشیند و وحشیان مضامین را بدام الفاظ رنگیں درآرد۔ اشعار خود را در خدمت مولانا مجنوں گذرانیدہ۔ ایں چند اشعار

تراویدۂ خامۂ اوست :

عجب طرح سے شب ہجر یار گزری ہے
کہ اپنی زیست بھی خاطر پہ بار گزری ہے

تری گلی میں جیسے گردباد پھرتے ہیں
کبھی کبھی وہ ہمارا غبار گزری ہے

پایا نہ لعل ذرا تیرے ہونٹوں سا رنگ سرخ
یاقوت کس شمار میں ہے، ایک سنگ سرخ

ساقی گھٹا بھی اٹھی، بجلی بھی دیکھ چمکی
دے دے مجھے قسم ہے اس میری چشم نم کی

تلوار کھینچ قاتل جب سر پہ میرے آیا
مرنے کی آرزو ہے گردن میں اپنی خم کی

فرمایا تب یہ ان نے کہ اے کشتۂ محبت
مہلت ہے ایک ساعت کہ شرح اپنے غم کی

تب میں کہا کہ یہ غم وہ غم ہے جس کے لکھتے
کاغذ کی چھاتی پھٹ گئی کٹ گئی زباں قلم کی

پھر میں تمام کیوں کر اس درد کو سناؤں
دل میں ہزار باتیں فرصت ہے ایک دم کی

بسان شمع جو بزم طرب میں تو جو آتا ہے
کوئی پروانہ ساں صدقے کوئی قربان جاتا ہے

بلا کی جان ہے مجروح پر یہ خندۂ نمکیں
نمک چھڑکے ہے زخم دل پہ جب تو مسکراتا ہے

ترا اس لب کی کیفیت کو جا کہتا ہے مستوں کی
تو کیوں اس شیشۂ نازک کو پھر منہ لگاتا ہے

پھنسا ہے دل مرا زلفوں میں شاید
تو اے ظالم ستانے کو گیا ہے

بنا تجھ کو کوئی دست بریدہ
یا اپنے حق میں کانٹے بو گیا ہے

غم میں پروانے کے جی اس سے بچایا نہ گیا
صبح تک کچھ بھی اثر شمع کا پایا نہ گیا

گو کہ ہم گرم سفر پر نہ وطن کو پہنچے
سنگ میں جوں شرر جستہ سے آیا نہ گیا

کیا کوئی تجھ سے پھر امید وفا کی رکھے
کون سا دل تری ہاتھوں سے ستایا نہ گیا

ایک فرصت ہے جو کل سے تری کوچے میں مرا
جائے رقت ہے کہ اب تک بھی اٹھایا نہ گیا

جب مرے در سے اٹھ کے جائیے گا
پھر کہیں بیٹھنے نہ پائیے گا

غیر کے ہیں غبار خاطر ہم
آپ خاطر میں کچھ نہ لائیے گا

دل کے تئیں توڑ کر مرے صاحب
باتیں یہ آپ کیا بنائیے گا

وعدے ہی میں کٹے ہیں نت شب و روز
کہیے سچ کون سے دن آئیے گا

ہم نے مانا کہ آپ یوسف ہیں
بس کہاں تک کنوئیں جھنکائیے گا

جس سے کہتے ہمیشہ تھے فرصت — کہ کہیں دل نہ اب لگائیں گا
آج چہرے سے اڑ گیا ہے رنگ — ان کو کیا جا کے منہ دکھائیں گا

گل سے آج تیری بو گیا ہے — مرے احوال پر میں رو گیا ہے
غضب یہ ہے کبھی تو نے نہ پوچھا — کہ دیوانے تجھ کیا ہو گیا ہے
خبر دل کی نہ لایا کوئی قاصد — وہیں کا ہو رہا ہے جو گیا ہے

۴۶/۱۰۴ شیخ فرحت اللہ فرحت تخلص مردی بود صاحب فطرت و بلند فکرت اشعار آبدارش زیب و صفای محافل شعرا و فرحت افزای دل احبا. نادگاہش سواد بلدۂ فرخ آباد است از چندی در مرشد آباد برفاقت بہادر علی خاں داروغۂ توپخانۂ ناظم بنگالہ بخوبی بسر می برد و چندی با علی ابراہیم خاں خلیل سلمہ اللہ تعالی گذرانیدہ و در جمع تذکرۂ محافل الشعرا کہ از تالیفات خان مذکور است معین وی بودہ. گویند از مقتبسان انوار سراج الدین علی خاں آرزو بود مضامین آبدار را پیوستہ جستجو می کرد. اشعار فارسی و ریختہ بسیار برجستہ و بدیہہ می گفت، و در ہر دو زبان گوہر معانی می سفت. دیوان فارسی و ہندی مرتب داشت. لیکن چون پیش ازین چند سال برحمت حق پیوست از اتفاقات دیوانہای وی ہمراہ دیگر اسباب بدست نا اہلی چند افتاد، در معرض تلف آوردند. این چند اشعار دیگر بر زبان دوستانش مذکور بود بقید سطر آوردہ.

مت نکلیو اے طفل سرشک اپنے تو گھر سے — پالا ہے بغل میں تجھے کس خون جگر سے

آپ سا تو کوئی معشوق ستمگر دکھلا — یا کوئی مجھ سا بھلا عاشق دلسوز دکھلا

کل آنکھ گھر مرے کو طوفان کر گئی — گریہ کی موج اس کے فلک پر گذر گئی
اے میری آہ تیری جوانی کا داغ ہے — دیکھا نہ منہ اثر کا تو افسوس مر گئی

جو کچھ کہے وہ شوخ سہا کیجئے اس سے — جس طور ہو کام اپنا لیا کیجیے اس سے
جب پاس وہ بیٹھے ہے تو یہ آوے ہے جی میں — اک عمر تلک یونہیں ملا کیجیے اس سے

مری آنکھیں ہیں یوں لبریز حسن لایزالی سے — کہ جیسے جام پر ہو ہے شراب پرتگالی سے
کبھی وہ یاسمین اندام میرے پاس سویا تھا — سو اب تک بوئے گل آتی ہے ہر تار نہالی سے

پوچھنا کیفیت الفت دل دلگیر سے — مطلب کرنا ہے گویا شیشۂ تصویر سے

آہ یہ کون سی ہے راہ کہ در پیش نظر — ہر قدم منزل مقصود سے مایوسی ہے

جوں اشک گراہوں ہے گو یار کی آنکھوں سے — لیکن مجھے دیکھے ہے وہ پیار کی آنکھوں سے

نہ درد دل ہی باقی نہ آہ نہ فغاں ہی — ای سوز عشق سچ کہ تو ان دنوں کہاں ہی
پھوٹ جا شیشہ تو لینے کو حلب میں جائیے — دل اگر ٹوٹے تو اس کو کس طرف سے لائیے
ٹک مرے سینے کو لگ جا سر ای جان جہاں — شعلۂ شوق کی آتش سے جلا جاتا ہوں
میں مر چکا ہوں یہ خوباں وہیں ستاتے ہیں — مرے مزار پہ آ گالیاں سناتے ہیں
ہماری عرض کو کرتے ہے جھڑکیاں دینی — ہمیں سے ہیں جو تجھے پھر منہ لگاتے ہیں
گریہ و نالہ جو ہم شام و سحر کرتے ہیں — کچھ ترے دل میں بھی ای شوخ اثر کرتے ہیں
دیکھ کر نبض مری رات لگا کہنے طبیب — ہائے اس مرض کے بیمار تو کم جیتے ہیں
دل کو میرے چرا لیا تو نے — ہائے ظالم یہ کیا کیا تو نے
آئے ہو جان صبح کو تم پی کے گلابیاں — کرتے ہو آج ہم سے جو یہ بے حجابیاں
مرنے کے بعد گور میں بھی چونک چونک اٹھے — دیکھی جو تیری آنکھوں کی یہ نیم خوابیاں
عالم میں رسم عشق و محبت ہے ہر کہیں — پر اب تلک سنا نہیں جو راس آئے کہیں
اتنی ہے آرزو کہ میں چھپ کر کے ایک رات — رہوں تری گلی میں ذرا بیٹھ کر کہیں

۹۲/۱۷۵ فدوی لاہوری، فدوی مرزی بود سیاح جہاں گرد گداز دل و در فن سخنوری کامل. در ایام حکومت نواب احمد خاں کہ فرخ آباد مجمع شاعران و مرجع سخنوران بود وارد آں دیار شدہ و از زیادہ گوئی و پرخود غلطی کہ داشت از گرم بازاری میرزا رفیع سپند بنظر تپیدہ ارادۂ مقابلہ می کرد و برخلاف اسم و رسم خود در مجالس دوید و با مرزا سخنہای نالائق می گفت و در اشعار وی دخلہائے نمایاں می کرد و خردہ ہائے فاحش می گرفت و جواب غزلہای سنگلاخ زمین مکرراً بسلک نظم می سفت. مرزا و شاگردان مرزا بمشاہدۂ ایں حرکات در پئے تحقیر وی شدند و زبان بہجو گوئی کشادہ زبانزدۂ خلق ساختند. آخر یارای مقاومت قیام در خود نیافتہ باز بطرف وطن برگشت. گویند در اثنائے راہ بسمت وطن اصلی کشیدہ. تمام یوسف زلیخا بزبان ریختہ بنظم آوردہ بود و در آں داد سخنوری دادہ. لیکن از نظر مؤلف نگذشتہ است اینچند اشعار از دست:

کیا مزہ مجھ کو ملا عشق میں مرتے مرتے — جی گیا سر کو ترے پاؤں پہ دھرتے دھرتے
الفت ہے اہل بیت کی ایمان مان مان — تو اس قدر رہا ہے کیوں انجان جان جان
یا بو تراب کہتے ہیں اکثر بنا بنا — تسبیح خاک پاک کی انسان سان سان
نرگس کی طرح ہے دکھ ہر آن سیم و زر — لیتے ہیں حق سے حق کے ثنا خوان خوان خوان

بلبے تری وہ زلف کا کھلنا کمر تلک — کھینچے ہے میرے دل کو وہی آن آن آن

تماشا ہوا گر آئینے میں زنگار ہو پیدا — تحیر کے مکاں میں عکس روئے یار ہو پیدا

اگر وہ دام جادو زلف کا یکبار کھل جاوے — طلسمات جہاں میں سحر کا اطوار ہو پیدا

ترے جیب قبا سے گر کھلے یاقوت کا تکمہ — گریبان سحر سے مطلع انوار ہو پیدا

ترے گر مصحف روئے کناری کا کھلے آنچل — طلائی رنگ کی تحریر مسطر دار ہو پیدا

کھلا بالوں میں یوں چمکیں ہیں تیرے عارض رخشاں — کہ جوں ابر سیہ میں برق سو سو بار ہو پیدا

کہیں منصور ہو جاویں مرے اس دل کی وحدت سن — انا الحق کا کروں دعویٰ تو سو سو دار ہو پیدا

جسے کچھ نقطۂ تحقیق سے پہنچے خبر فدوی — اسی کے دل میں عشق حیدر کرار ہو پیدا

گرمی سے عرق ہو گیا چلتے ہوئے اے اشک — آسایۂ مژگاں میں تنک بیٹھ کے دم لے

ناحق کی ہے تہمت کہ تو غیروں پہ ہے عاشق — گر تیرے سوا اور کو چاہے تو قسم لے

مژہ کی نوک سینے میں نگاہ یار نے ڈوبی — کہ جیسے بھال تودے میں سری یکبار ڈوبی

نہیں ہے رنگ مہندی کا کف قاتل پہ اے یارو — کسو کے خوں میں اس کے ہاتھ کی تلوار ڈوبی

کماں ابرو ترے قرباں کہ یہ تیری نگہ دل میں — صفائی ہاتھ کی کیا صاف تا سوفار ڈوبی

گر بسے گلعذار آنکھوں میں — گل لگے جیسے خار آنکھوں میں

غمزہ و عشوہ و کرشمہ و ناز — قہر ہیں ہر چہار آنکھوں میں

غیر کے وعدے پر وفا کرنا — ہم سے دار و مدار آنکھوں میں

گھورتا کیا ہے میں نوالہ ہوں — کیا تو کھاوے گا یار آنکھوں میں

ہوتا ہے کوئی دل سے وہ دلدار فراموش — جو من میں بسے کیوں کہ ہو یکبار فراموش

اب کہاں جائیں تیرے مائل ہو — کچھ تو دل میں سمجھ کے قائل ہو

بیوفا تو اگر کرم نہ کرے — زندگی عاشقوں کو مشکل ہو

تیغ ابرو کی تیری اے قاتل — کس کی طاقت ہے جو مقابل ہو

بویا ہوں تخم عشق، مرا دل زمین ہے — الفت کے کشت کار کے قابل زمین ہے

سب اہل جہاں پھرتے ہیں غمناک زمیں پر — اوقات کو کیا کاٹیے گا خاک زمیں پر

آنسو نہیں ہیں دیدۂ تر میں بھری ہوی — موتی ہیں آبدار صدف میں دھری ہوی
ابرو کماں تو گوشۂ خاطر سی مت بھلا — فلق (کذا) مرا قدم کو سہل کر دھرے ہوی
خالی کران کو دل کی نشانی پر ایک بار — ترکش تیری مژہ کے ہیں چاروں بھری ہوی

جو مرا آزار ہی مطلوب تھا — ایسے ملنے سے نہ ملنا خوب تھا
بچ گئے ورنہ شب ہجران میں جان — زندگی کا کون سا اسلوب تھا
شوق اس کی دل کا گالی دی تو دی — تجھ کو کیا ناصح، مرا محبوب تھا

شاید اس بت کو کبھی گھر سے نکلتا دیکھا — ہر مسلماں کف افسوس کو ملتا دیکھا
ای فلک ساغر خورشید پہ نازاں مت ہو — ہم نے یہ دور خرابات میں چلتا دیکھا
شام سے تابہ سحر شمع کو جلتی گذری — بیقراری سے جو پروانے کو جلتا دیکھا
تا قیامت رہی سرسبز بتوں کا یہ چمن — شجر خشک اسی باغ میں پھلتا دیکھا
کیا جگر ہے کہ کیا دل کو ہدف فدوی نے — تیر پہلے سے کماں کے جو نکلتا دیکھا

ای باغباں نہ جائیو بلبل کی متصل — بیٹھی ہی کس مزی سی وہ اک گل کی متصل
الجھی ہوی ہیں سیکڑوں دل اسکی پیچ میں — ای شانہ مت تو جائیو کاکل کے متصل
یا شاہ میں بھی مرقد عالی سی یوں رہوں — قنبر رہے تھے جس طرح دلدل سے متصل

ہر تیغ نگہ سے تو کری وار فلک پر — چلتی ہی فرشتوں میں یہ تلوار فلک پر
کھولی ہی کہیں زلف سیہ فام کسی نے — آتی ہی نظر دن کو شب تار فلک پر
دیکھا ہی کہیں گوشۂ ابروی محمد — ہیں قوس قزح تب ہی نگونسار فلک پر
فدوی دل پر درد سی آہیں نہ لیا کر — ہوتا ہی قیامت کا دھواں دھار فلک پر

یہ سرو نہیں باغ میں ہی آہ کسی کی — نرگس نہیں تکتا ہی چمن راہ کسی کی

چوں مثنوی شیدا کہ در ہجو وی گفتہ خالی از لطافت نبود. ہمراہ در سلک تحریر کشیدم۔

۱۲/۱۷۶ میرزا فدا علی، فدا تخلص جوانیست لسان و خوش بیان، از فدائیان مرزا فدوی است، در وقت ورود عظیم آباد برای ملاقات آمدہ بود. چند اشعار خود برای ہدیہ آوردہ:۔

کس کو ہی باغباں تری گلزار سی غرض — یاں تو ہی اپنی یار کی رخسار سی غرض

نیساں سی کام تیری، صدف کسکو ہی یہاں | رکھتے ہیں ہم تو چشم گہر بار سی غرض
دیکھے سے لب ہلال کو تسکین ہوا ہی | ہو جس کو تیری ابروئی خمدار سی غرض
تیری نگہ کی تیغ سوا اپنی ای میاں | نکلے ہے کوئی غیر کی تلوار سی غرض
مت پوچھ ای فدا یہ دل و چشم کے لیے | اکثر پڑی تھی ایسے ستمگار سی غرض

دل کے ہاتھوں ہو گئے ناچار ہم | ورنہ اتنے بھی نہ تھے ای یار ہم
دل نہ دیتا ای فدا ہرگز کبھو | گر سمجھتے عاشقی دشوار ہم

۴/۱۷۷ میرزا مرتضیٰ قلی خاں، فراق تخلص مرسپاہی پیشہ بود مضامین فراق و معانی اشتیاق را بطور تازہ بسلک نظم می آورد او ست:

تماشا اس چمن کا کس کے دل کو شاد کرتا ہی | کہ یاں یک لب تبسم غنچے کو برباد کرتا ہی
اسیروں کی قسم تجھ کو صبا، سچ کہہ کہ گلشن میں | کوئی ان ہمنواؤں میں ہمیں بھی یاد کرتا ہی

۳۲/۱۰۸ فضائل علی خاں، فضائل تخلص، شاہجہان آبادی جوان بود جمع فضائل حمیدہ و خصائل پسندیدہ از عمدہ ہای عہد محمد شاہ، مصاحبان نواب عمدۃ الملک امیر خاں بہادر در دہلی ناگاہ عشق لولی بر سلطان دلش تاخت و پابند زندان محبت و محنت ہای غم و الم ساخت لاجرم شیفتۂ جمال آشفتۂ غنج و دلال آن پری تمثال شدہ مجنون وار متاع ننگ و ناموس را بتاراج سپاہ نظارۂ چشم آن لیلی ماہ رخسار داد و فرہاد وار نقد صبر و شکیب را بقمار محبت آن شیرین سنگین دل در باختہ لیل و نہار مانند ابر بہار اشک بار بودی اتفاقاً نواب از حضور بصوبہ داری الہ آباد مشرف اندوز شدہ جدائی او بر خود گوارا نکردہ او را از سر رشتۂ الفت بہمراہی خود بر گرفت۔ خان موصوف کہ شیشۂ ہوش و شکیبائی را در فرط عشق آن بت ستمگر بر سنگ ہجر شکستہ بود چون از دیدار یار محروم گشت، در عجب بلای ہجران افتاد. با دل زار و چشم اشکبار بدیوار حسرت نشست. و جامۂ خود آرائی و خودداری را تا دامن چاک کردہ آخر بمقتضائی:-

راز عشقت گر بماند ہر کسی از من بداں | من نمی گویم ولیکن چہرہ پیدا می کند
آتش دل را نہاں میدارم اما پیش خلق | آب چشم می رود و پوست رسوا می کند

طشت رسوائیش از بام افتاد و صدای آوازگیش بگوش خاص و عام داد۔ نواب غمخوار عشاق کہ چاشنی عشق و آشفتگی خود ہم چشیدہ بود چون ازیں ماجرا مطلع شدہ در صدد دلداری و غمگساری وی کمر سعی بر میان بستہ خواست کہ تا از ناخن تدبیر عقدۂ مشکلش بکشاید۔ ہر چند مرہم ملامت بر سینۂ وی نہاد ہرگز اثر پذیر رو بہ التیام نیاورد، بلکہ بقول جامی:-

غم عشق از ملامت تازہ گردد | ازیں غوغا بلند آوازہ گردد
ملامت صیقل زنگار عشق است | ملامت شحنۂ بازار عشق است

آشفتگی و آوارگی دیوانہ یکی ہزار کشید و آتش عشق در کانون سینہ اش اشتعال گرفت. عاقبت الامر محبت فرد نشاندن این آتش کہ خانہ سوز عالم شدہ بود عمل در گفتار بزرگاں نمودہ:

آنرا کہ فتند چنیں بلائے — در آنکہ کنند خود دوائے

شرط است رہ سفر گزیدن — یا مہر بتے دگر گرفتن

لیکن چوں عشق اول دشوار بود چہ بر خواب جدائی یک لحظہ ناگوار نمودے فرمود کہ تا از شاہدان پری (رو) از نازنینان خوشخو مجلسے بیارایند۔ چوں مجلسے از پریرویان جادو نگاہ آراستہ شد نواب بہر کرا اشارہ نمود کہ وحشی دل این رمیدہ را بدام زلف دستگیر کنند و بہ تیر نگاہ این طائر بر اوج غم پریدہ را نخچیر سازند۔ الغرض چوں مجلس عشوہ گری و خود آرائی گرم گردید یکی از آں ہوشان سحر پرداز بکمند محبت او را بجانب خود کشید و آں وحشی رمیدہ را رام خود گردانید پس دو سہ جام محبت و بادۂ الفت حسن یکدو شوق دیگرے بحد افزود کہ عاشق اعنان صبر و شکیب از دست ربود خان موصوف مدہوش شدہ سر بزانوی آں پریرو نہاد و بخواب غفلت فرو رفت در آں بیہوشی معشوقۂ اولیں را بخواب دید کہ باوی زبان شکوہ دراز کردہ شکایت فراموشی می نماید و احوال بیقراری خود بیاں میسازد مضطرب از آں غفلت برخاست: ناگاہ کسے گفت کہ قاصدی بر در ایستادہ است و رخصت آمدن می خواہد چوں حکم آمدن دادہ آمد نامۂ معشوقۂ اول را بدستش داد کہ مشتمل بر آں مضمون بود کہ فی الحال در خواب می دید۔ خان موصوف این مضمون رنگین را در مثنوی بآئین دل نشین نظم کردہ داد شیریں بیانی دادہ۔ وقت تحریر تمام مثنوی با خود نبود مگر چند اشعار کہ از ایام خردسالی از بود می نگارد:

خدا بھی سنا ہے کہ محبوب ہے — اگر ہاتھ آوے تو کیا خوب ہے

اکیلا اسے پاؤنا ہے کٹھن — کہ جس کے بھی عاشق ہوئے پنجتن

یہاں عقل کا کام فرمانہ توں — کہ ہے اس طریقت کا راہی جنوں

سنو دوستاں ایک قصہ کہوں — کہ جی تاک آیا ہے کبتک رہوں

مجھے سرو قدوں سیتی شوق تھا — جو قمری گل عشق کا طوق تھا

بہت گلرخوں سیتی ملتا تھا میں — پہ جوں بلبل ہزاروں میں پلتا تھا میں

سمجھتا نہ تھا میں برہ کی صدا — مجھے چھوڑنے کی نہ تھی خوش ادا

محبت میں مجھ کو نہ تھا امتیاز — نہ سمجھا کہ محمود ہوں یا ایاز

نہ جانا تھا اس قعر دریا کی راہ — نہ بوجھا کہ کشتی یہ ہوگی تباہ

فلک کی میں گردش سے واقف نہ تھا — سنی تھی نہ میں نے برہ کی کتھا

جدائی بھی مجھ کو مساوات تھی ۔۔۔ ولیکن عمل میں نہ یہ بات تھی
قضا ذ مجھ اس قدر دکھ دیا ۔۔۔ کہ آخر چراغ خوشی گل کیا
ستارہ نہ جانوں کہ کیا نحس تھا ۔۔۔ کیا مجھ کو اس ماہ رو سے جدا
میں جانا تھا دل ہے بڑا قلب کوٹ ۔۔۔ اثر کیا کریگی یہاں ایسی چوٹ
نہ سمجھا کہ یہ چوٹ خالی نہ جائے ۔۔۔ ہزاروں قلعے ہے سنبھالی نہ جاے
نہ ہووے یہ بندوق اور رہکلا ۔۔۔ نرالا ہے اس فوج کا مرحلہ
یہاں دوڑتے ہینگے بیڑوں کی بیر ۔۔۔ یہاں چھوٹتے ہینگے پلکوں کے تیر
یہاں تو ڈسے زلف کی ناگنی ۔۔۔ نہ ہرگز یہاں بھاگنے سے بنی
یہاں ہوتے چھاتی میں آزار سل ۔۔۔ یہاں آب ہوتے ہیں ہر سنگدل
یہاں اونچی چولی میں اٹکے ہے دل ۔۔۔ یہاں نیچو بندوں میں لٹکے ہے دل
یہاں عید قربان دن رات ہے ۔۔۔ یہاں ذبح کر ڈالنا بات ہے
قیامت یہاں مسکرانا تنک ۔۔۔ غضب ہے یہاں چوڑیوں کی جھنک
یہاں تو لٹک چال میں جی لگے ۔۔۔ یہاں ایک سسکی میں سسکی لگے

در بیان احوال خود:

میں مدت سے جسکی رفاقت میں تھا ۔۔۔ ہوا تھا اسی کی سبب سے جدا
سو ان نے مری حال کو دیکھ کر ۔۔۔ کہا سچ کہو کیا تمہاری خبر
حقیقت چھپاؤ نہیں یار سے ۔۔۔ مفصل کہو تم ہمیں پیار سے
غرض ایسی باتوں میں کامل تھا وہ ۔۔۔ محبت کے لوگوں میں شامل تھا وہ
ہوا اس مرض کا سو وہ یوں طبیب ۔۔۔ کیے ان نے پیدا بہت سے حبیب
کوئی ماہ رو اور کوئی مشتری ۔۔۔ کوئی اپچرا اور کوئی پری
کوئی برق جوں جھنجلائی پھرے ۔۔۔ کوئی دل ربا آشنائی بھرے
کوئی ریختہ گو کوئی شعر باز ۔۔۔ کبیشر کوئی اور کوئی دلنواز
کوئی سادی چولی اوپر کھولی بال ۔۔۔ کسی کو کوئی مارتی تھی رومال

کوئی دھلد حلکی اپنی کرتی تھی ہیک
کوئی پچھتی منہ سے پانوں کی پیک

کسی کے گلے بیچ سیلی پڑی
کسی کی عجب بن رہی تھی دھڑی

جمع کر کر ان کو دکھایا مجھے
بلا کر سبھوں کو بلایا مجھے

کہ اتنے میں چرچا ہوا کیف کا
گلابی پیالہ لے آگے دھرا

اشارت کی ان دلبروں کو شتاب
کہ ان کو پلاؤ پیالہ شراب

انھوں کا کسی بھانت غم کم کرو
ان آنکھوں کا ہر طرح نم کم کرو

انھوں میں سے اٹھا ایک شک پری
پکڑ شیشہ و بادۂ دلبری

لگا ٹک بیٹھنے مرے پاس آ
کہا لو جی پیالہ مری ہاتھ کا

کرو تم پیالے سے انکار کم
تمہیں جس کی چاہ ہو اس کی قسم

پیالے لے میں ہاتھ سے جب پیا
انھوں نے مجھے بھر کے بھر کر دیا

کہا کچھ تو اس میں سیتی تم پیو
جو جو تھا تمہارا ہے ہم کو دو

کہ دو گھونٹ کر دو کہ تمہیں اختیار
رہو مینے کے بیٹھے امیدوار

اسی بات پر پھر پیالہ لیا
پیا کچھ تو میں نے کچھ ان کو دیا

اٹھی درمیاں سے تکلف کی بات
لگی ہونے باہم تلطف کی بات

دربیان خواب:۔

عجب خواب دیکھا میں اس خواب میں
ہوا جس سیتی پیچ او تاب میں

ہوا تھا جنھوں سے میں اول جدا
سو کیا دیکھتا ہوں وہی دلربا

کہ جو چاہتی تھی مجھے دل سیتی
جدا میں ہوا اس سے مشکل سیتی

سو کہتی ہے یوں میرا دامن پکڑ
کہ چھوٹے ترے غم سے میرا جگر

شب و روز رونا مرا کام ہے
ترا نام لینے سے آرام ہے

پھرے میرے یوسف تو کس کی گلی
تری چاہ میں میں ہوئی باولی

یہاں تو جو چاہے سو کر میرے ساتھ
قیامت کو دامن ترا میرے ہاتھ

درمقام بیداری از خواب و دادن قاصد مکتوب یار:

جو دیکھا لفافے پہ لکھا ہے یہ　　　کہ کھولو شتابی برہ کی گرہ
لکھا بعد یا جامع الفارقین　　　سلامت رہو قابل الشاہدین
تمہاری خوشی سے یہاں خیر ہے　　　سدا ہجر کے باغ کی سیر ہے
بہت پھول لالا دکھلائے مجھے　　　ترے ہجر میں کچھ نہ بھلائے مجھے
سدا غم کی چوپڑ بچھا کر نحیف　　　برہ کو میں کرتی ہوں اپنا حریف
سو کچی ہی پڑتی ہے ہر چال میں　　　کئی جگ گئے بیت اس حال میں
نہ پوچھو جو تم اب تلک میری مار　　　جو جیتی ہوں میں اپنی قسمت کی مار
کہو کون ہے وہ جواہر مثال　　　بکی کس کہ بیری میں اے میری لال
جو تم آکے دیکھو برہ کا قماش　　　کہ ہر خنگ کیا کیا رہے کر تلاش
جو دیکھا تھا تم رنگ سرخ و سفید　　　مرے تاج سر اب نہ رکھیو امید
مری من ہرن بوجھ کر جی کی بات　　　کرو شاخ آہو او رمت برات
جو ہارا ہو پھر غم اسے کیجیے　　　جو ماندہ ہو رحم اسے کیجئے
کروں کیا نکلتی نہیں جان ہے　　　کہ یہ میری غلطی کا تاوان ہے
زیادہ نہیں اس سے کچھ مدعا　　　یہی مدعا تھا لکھا والدعا

سوائے ایں مثنوی ہیچ شعر خان موصوف بسمع نرسیدہ۔

۶/۱۷۹　شیخ فتح علی، فرخ از سادات بلدۂ اٹاوہ است و کلامش طبع سامعاں را فرخ اندوز میساز داز دست:

اس قدر کیوں مجھ سے ہوائے مہوشاں ناآشنا　　　میں بھی تو آخر کسی دن تھا تمہارا آشنا

۴/۱۸۰　میر امام الدین فدا تخلص، ندانم کہ فدای کیست. ایں رباعی از و بسمع رسیدہ:

مری نظر میں ہیں سب لبا تری باتیں　　　یہ جانتے ہیں کہ ہیں دل ربا تری باتیں
تو بات بات میں ہوتا ہے مجھ سے آزردہ　　　یہی تو کچھ نہیں اے بیوفا تری باتیں

۱۴/۱۸۱　محمد قائم، قائم تخلص، کلامش قائم مقام سخنوراں سابق است و اشعارش راحت بخش دل دوستان موافق، متوطن شاہ جہان آباد است۔ در اوائل مشق سخن بخدمت خواجہ میر درد صاحب می نمود۔ بعد از آں با میرزا رفیع سلمہ اللہ تعالیٰ در خورد و در سلک شاگردانش در آمد۔ لطافت گفتارش از اشعارش ظاہر می شود۔

نیک د بد جو بجھے ہی کرنا ہو سو کر لے قائمؔ　　　　د پھر امید تا نہیں یہ کہ جواں ہو ویگا

ہم سے بے بال و پر اب جائیں کدھر کو صیاد　　　　کاش تو ذبح کیا ہوتا یا آزاد کیا

صحرا پہ گر جنوں مجھے لاوے عتاب میں　　　　کھینچوں ہر ایک خار کو پاے حساب میں

دل تو کہے سو نہیں سمجھتا بھی ہے کوئی　　　　جو کچھ کہوں سو دیدۂ خانہ خراب کو

آج کے رونے میں دل ڈوب چلا تھا لیکن　　　　نالۂ دل نے رکھا مجھ کو خبردار بہت

شیخ مت مجھ کو ڈرا گور کی اندھیاری سے　　　　ہجر کی کاٹی ہیں میں نے تو شب تار بہت

قائمؔ آتا ہے رحم مجھ کو جوانی پہ تری　　　　مر گئے ہیں اس آزار سے بیمار بہت

یارو کیوں بکتے ہو بے فائدہ مجھ سے جاؤ　　　　اتنی کہتے ہو مجھے اتنی اسے سمجھاؤ

وہ نہیں تو کہ تجھے غم ہو کسی عاشق کا　　　　یا جیر کوئی نصیبوں سیتی یا مر جاؤ

میں سنا خلق تمہاری جو کمر کہتی ہیں　　　　تم بھی اس کا کہیں کچھ ذکر میاں سنتے ہو

میں دوانا ہوں سدا کا مجھے مت قید کرو　　　　جی نکل جاوے گا زنجیر کی جھنکار کیساتھ

جس وقت یہاں سے جاویں گے ہم　　　　پھر منہ نہ کہیں دکھاویں گے ہم

ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا　　　　تک دور سے دیکھ آویں گے ہم

جو چاہیے چاہ کا سر رشتہ　　　　جیتے ہیں تو کر دکھاویں گے ہم

۱۸۲/۵۸ شاہ قدرت اللہ، قدرتؔ تخلص در فن شاعری قدرت کمال دارد و در مضمون بندی فکرت لازوال. قادر قدرت قدر و قیمت سخن وی در چشم نقادان بازار سخنوری افزوده و بقدرت زبان آوری بر قادر اندازان میدان فصاحت ابواب حیرت کشوده وطن اصلی وی دہلی است، از برہمی اطوار روزگار و ناشناسی امرای آن دیار ترک زاد بوم نموده در مرشد آباد وطن اختیار کرده امتیاز کلی بہم رسانیده مولف وقتی رو در مرشد آباد آورد استدعای اشعار نموده چند ابیات طبع زاد بدست خود ارقام نموده ارسال کرد. از عوائق چند اتفاق تلاقی جسمانی نشد:

دل مہجور ہے اور حسرت پابوسی ہے　　　　دست امید ہے اور دامن مایوسی ہے

۱۸۳/۲ قدرؔ نمی دانم کہ کیست، لیکن شعرش در نظر قدر شناس قدر و منزلت دارد:

آ کہ ہو آج تو رہ جاؤ سجن رات کی رات　　　　لیلۃ القدر سے بہتر ہے ملاقات کی رات

۱۸۴/۶ قریںؔ از مردم کشمیر طبع موزوں دارد و تلاش تازہ مضمون می نماید خوشہ چین حسرتؔ لکھنویست و ہمقرین ادی باشد از دست:

پیارے ز دفایا با وفا ہو　　　غرض تم دل کے لینے میں بلا ہو

۴/۱۸۵ میر جیون، قربانِ جوانی بود سپاہی و جامع اوصاف نامتناہی، صاحب سخن و کامل این فن از امین شاگردان مرزا رفیع بود در بدیہہ گوئی و حاضر جوابی یکتا روزی در فیض آباد با دوستان خود اتفاقاً از سر راہی می گذشت. ناگاہ در صف فوج انگریز کہ از طرفی می آمد در افتادند، آن ناکسان بعادت خود زبان بطعن کشادند و ناسزا گفتن آغاز نہادند این گرفتاران بلای ناگہانی ہر چند بعجز و زاری پیش آمدند و عذر نادانستگی درمیان آوردند آن مغروران خود فراموش ہیچ بخاطر نیاوردند و از الحاح و منت پرواہ نکردند ناچار این مردان میدان غیرت عمل بقول دلیران باہمت نمودہ کہ گفتہ اند کہ جان را قربان آبرو کن کہ با آبرو مردن بہ از بی آبرو زیستن است، پس دست بقبضہ شدہ چندین ہمتان را طعمہ شمشیر ساخت. آخر آب سنان سنگین آن نامردان سنگین دل گلوی تشنہ شربت شہادتش را سیراب کرد. اینچند اشعار از وست:

یوں بند قبا کھل گئے جو آن میں گل کے　　　کیا پھونک دیا تو نے صبا کان میں گل کے

۴/۱۸۶ قاسم دکھنی، قاسم مضامین رنگین است و ناظم معانی تازہ و خوش آئین از وست:

دیکھ مجھ چہرۂ طلا کا رنگ　　　اڑ گیا آج کہربا کا رنگ

۴/۱۸۷ قلندر تخلص قلندری بود وارستہ مذہب و آزاد مشرب نمی دانم از کجا است. لیکن اشعار بسیار از و اشتہار دارد از آنجملہ است:

زاہد ہوا ہی طالب غلمان قصور کے　　　ورنہ مرادہ شوخ بھی کیا کم ہی حور سے

کیوں کر کہوں بہشت سے اس کی گلی کو کم　　　یہ بات ہی بعید قلندر کے شعور سے

۱۸/۱۸۸ شیخ برکت اللہ تقریبی ساکن یکی از قریات بنارس مرد ظریف و رنگین و یار باش خوش آئین، پیش ازین برفاقت عم خود، فضل علی خاں منصب دار بنارس بشاہجہان آباد رفتہ و در آن مکان فردوس نشان با سخنوران قرین شدہ و از برکت صحبت شان ذائقہ سخنگوئی یافتہ خصوص با انعام اللہ خاں یقین سالہا ہمنشین گشتہ خود می گفت کہ روزی انعام اللہ یقین این غزل گفتہ در مجلس از تفاخر می خواند و می گفت کہ از شاعران زمانہ کیست کہ در مقابل این غزل غزلی بگوید و درین میدان مردانہ بپوید. غزل اینست:

جہاں دل گم ہو واں کون جا سکتا ہے کیا قدرت　　　خبر اُن یوسفوں کی کوئی لا سکتا ہے کیا قدرت

ہمارے شور سے مجنوں کی بھولی طرز نالے کی　　　کوئی شیریں کے منہ پر نے بجا سکتا ہے کیا قدرت

یقیں تائید حق سے شعر کے میداں کا رستم ہے　　　مقابل اس کے کوئی آج آ سکتا ہے کیا قدرت

من غزل گفتہ در ہموں مجلس کہ معرکہ طبع آزمائی بود خواندم و قرین تحسین سخنوران گردیدم مطلع و مقطع آن اینست:

مرے سینے سے تیرا عشق جا سکتا ہے کیا قدرت — کوئی لالے کے دل سے داغ اٹھا سکتا ہے کیا قدرت
یقیں گو شیر کے میداں میں رستم بر تریں لیکن — وہ شیر حق کے شیروں سے بر آ سکتا ہے کیا قدرت

نیز بیاں می کرد کہ در دہلی ناگاہ شعلۂ عشق دختر شمع فروش خرمن صبر و تواں مرا بسوخت و پروانہ نمط آتش بیقراری دل و جاں من افروخت مدتے چوں شمع می سوختم و بسان موم می گداختم۔ سرم باعث سرگرانیم بود و تنم سراپا از گرمی ہوائے محبت آں شمع رو شب و روز گدازی شد ہر شب سر فروشی شعارم بود و ہر سحر بخاکستر شدن امیدوار۔ در عین شبہائے وصال کہ پروانہ وار بسرش نثار بودم آں شمع محفل دلربائی از صرصر اجل خاموش شد و من چوں پروانۂ نیم سوختہ باتیم جائے کہ داشتم از وصل او مایوس شدم۔ آتش بیقراری چوں درفانوس سینۂ من مشتعل شدم بزرگوارانم ازیں غم و سوگواری خبردار شدند لاچار مرا بسفر وطن اصرار نمود۔ چار ناچار راہ وطن گرفتم الغرض قریں عجوبۂ روزگار است۔ دریں ولا اشعار عجیب و غریب می گوید۔ ایں یک بیت دیگر بالسنۂ ظریفاں مذکور است و مشہور از استماع آں طبع پریشاں شگفتگی می آید:

ای زال ترا چرخہ ٹوٹے نہ زمانے میں — اک سوت کی پولی پر یوسف کی خریداری

لیکن ایں یک رباعی کہ دیگری گفت من گفتہ ام پسند خاطر افتادہ است:

یارب کوئی اس عشق کا بیمار نہ ہووے — مرجاوے ولی اس کو یہ آزار نہ ہووے
زنداں میں پھنسے، طوق پڑے، قید میں مرجاوے — پر دام محبت میں گرفتار نہ ہووے

ایضاً از وست:

پھنسا دے ہے دل کو محبت کی زنجیر — قیامت بلا ہو ہے الفت کی زنجیر
کروں میں نہ زلفوں سے تیری یہ سودا — گلے کون ڈالے ملامت کی زنجیر

راجہ چیت سنگھ از راہ فیاضی دو روپیہ روز بوے مقرر کردہ بود چنانچہ ازیں رباعی فارسی کہ طرفہ مضموں دارد ظاہر میشود۔

خوش راجا بہادر بسنا یک مرد است — پیش کف او حاتم طائی گرد است
روزینۂ ما دو ناں ز خوان کرمش — جاریست چوں مہر و مہ چہ گرم و سرد است

اتفاقاً متصدیان سرکار یک مرتبہ بند کردہ بودند اکثر اشعار در تعریف و اظہار احوال خود در آں وقت می گفت و پیش مصاحبان راجۂ مذکور می خواند تا کسے واسطہ شدہ محرک ایں سلسلہ شود تا براجہ خبر رساند۔ چوں گفتہ گفتہ تا بگوش وے رسید از ہمیتیکہ بر آں مجبول بود حکم بحالی آں موافق معمول کردہ داد، لیکن گردش زمانہ راجہ تواں کرد کہ درہماں سال راجہ از ملک اخراج شدہ، و خرمنہائے آرزوے متوسلانش پامال گردیدہ، یک مستزاد ازاں اشعار ایں وقت یاد آمدہ:

ہرچیت سنگھ اس وقت میں از مغتنمات　　سچ ہے یہ بات
حق دیوے جہاں میں اس کو جوں خضر حیات　　با خوش اوقات
عالم جبیں تجھ سے ای سکندر طالع　　لاکھوں ہم سے
پس میں رہوں تشنہ، حیف، اب تیرے ہاتھ　　دے آب حیات

۲/۱۸۹ شیخ عبد اللہ کامل از لطف الٰہی در فن شاعری کامل بود۔ از وست:

وہ مرا بسمر قاتل اس قدر خونریز ہے　　کانپتا نکلے ہے جس کے ڈر سے یارو آفتاب

۸/۱۹۰ محمد حسین متخلص کلیم جو ہر معانی و مقیم کوے سخندانی طبع سلیم و ذہن مستقیم داشت، از وست:

نہ کچھ برا ہوا پرویز کا نہ شیریں کا　　تری ہی سر پر اے فرہاد جو ہوا سو ہوا
نشاں مجھ دل کا مت پوچھ یہ مجنوں　　کہیں اس طرف ویرانے کو ہوگا

۳۴/۱۹۱ میر علی نقی۔ کافر تخلص ظرافت طبع و نزاکت وضع او از یں تخلص ظاہر می شود مردی بود بسیار شوخ و شنگ در شیوۂ دوستی یکرنگ۔ پروردگار عالم جسم ویرا از خاک محبت آفریدہ بود و ذائقہ طبیعتش بخیر چاشنی عشق لذتی نبخشیدہ۔ پیوستہ مفتون حسن گلرخان و اسیر زلف بتان بود بجہت رضا جوئی آمیزش ہندو بچگاں ماہر خسار اکثر سخنان کفر و صنم پرستی اظہار می نمود و احیاناً زنار در گلوی کرد۔ زادگاہش شاہجہان آباد است، ہمونجا نشو و نما یافتہ و در خدمت میرزا مظہر استفادہ سخن نمودہ۔ در بدیہہ گوئی و حاضر جوابی بیمثل بود و چون اشعار طرحی بدیہہ منظوم می ساخت۔ لہذا خود را کافر بنگ میگفت۔ آخر بسبب نارسائی زمانہ خود را از آنجا بر بنگالہ کشید و در سرکار نواب عالی جاہ میر محمد قاسم مرحوم کہ قدر شناس سخنوراں بود، اقتدار کلی بہم رسانیدہ۔ اکثر قصائد و مثنوی در تعریف میر مرحوم گفت۔ و انعامہای لائق و صلہ ہای مناسب یافت لطیفہ: معتبری نقل می کرد کہ روزی میر محمد قاسم خاں مرحوم از طریق انبساط از و گفت کہ ای بد وضع در اسلام چہ قصور دیدی کہ کافر شدی تو بیخ تو بر اہل اسلام لازم ست، تا موجب عبرت دیگراں گردد و کسے را ازیں حوصلہ بخاطر نگذرد۔ عرض نمود کہ اگرچہ بزجر و سیاست سزا دارم ولی مسلمان کردن من خوشتر از کشتن است اگر امر و ز پنج ہزار روپیہ از خزانہ سرکار انعام شود زنار را از گلو برآرم و بشہادتین اقرار نمایم۔ نواب متبسم شدہ فرمود تا پنج ہزار روپیہ بوی دادند چوں مبلغ یافت زنار برآورد و ایں بیت بدیہہ معروض داشت:

بتوں کا جو کوئی کلمہ پڑھے سو کافر ہے　　شہید عشق ہیں ہم لا الٰہ الا اللہ

حاضران مجلس لب بہ تحسین کشادند۔ در ہنگامے کہ ہمراہ نواب عالیجاہ وارد۔ الٰہ آباد شدہ بود اکثر بجہت ملاقات مہین برادر مؤلف دام ظلہ می آمد و اشعار خود می خواند از آنجا معلوم نہ شد کہ کجا رفت و چہ شد شخصے می گفت کہ فوت کرد واللہ

اعلم بالصواب. این چند اشعار او بر صفحۂ سینہ مرقوم بود :

نہ تبسم نہ اشارہ ہے نہ غمزہ نہ نگاہ — پھر گئے ہم سیتی یک مرتبہ اللہ اللہ

کون اس سے میرے درد کی یارو خبر کرے — شاید کہ آہ نیم شبی کچھ اثر کرے

عاشق کو تب ہو وصل میسر کہ عشق بیچ — پہلے قدم میں شمع کے مانند سر کرے

مجنوں کو مصلحت نہ تھی رہنے کی دشت میں — یاروں کا دور ہے کہ ہو اس کو سفر کرے

رو رو کے بعد مدت کرتا ہوں غم تراشی — کرتی ہیں ضعف دل پر انکھیاں گلاب پاشی

رنگے گا لال چیرا شوخ جس دم ہم کو مارے گا — ہمارا خون قاتل کے سر اوپر چڑھ پکارے گا

جس کا جہاں میں جو رمحبت شعار ہے — بیڑا اسی کا فضل الٰہی سے پار ہے

کشتی شکستہ ہم ہیں خدا کی ہوں ناخدا — کوئی آشنا نہ بحر میں نے غم گسار ہے

فصل خزاں میں بہت کیا انتظار گل — جب ہم گئے چمن سے تب آئی بہار گل

زاہدوں کو حرم غنیمت ہے — برہمن کو صنم غنیمت ہے

ہم ہیں بندے ہیں بسان حباب — دم غنیمت ہے دم غنیمت ہے

نت میکدے میں پھرتے ہیں مٹی کی ٹکی — زاہد عابد سے دور بھٹکی بھٹکی

قاضی سے ڈرے نہ محتسب سے کافر — یہ دختر رز ہے جس سے آنکھ اٹکی

تھا کون جو اس جہاں میں لایا ہم کو — اور خواب عدم سیتی جگایا ہم کو

جاگے بالفرض بندگی کی خاطر — گریہ نہ ہوئے تو کیوں جگایا ہم کو

۱۹۲/۸ کمترین تخلص ندانم کیست، اشعارش خالی از ہجو و ایہام نیست:

نظر آتی نہیں ہم کو سجن کی وے ملاقاتیں — کٹیں گے کس طرح یہ دن ہیں اور ہجر کی راتیں

از شہر آشوب وے دو بیت مشہور است:

بلا اس ست نفرانی کو تاڑی — اگاڑی اصطبل کے جا پچھاڑی

۱۹۲/۲۸ کنور بہادر، گرپاں پسر کوچک راجہ شتاب رائے بہادر نوجوانیست خوش رو لیکن، سابق ازیں خود نمائی بمرتبہ داشت بخلاف وتیرۂ برادر کلاں خود کہ شیفتۂ محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و اہل بیت اوست و با اہل اسلام کمال الفت و انسیت دارد کہ دردکفر و تعصب خود را بحدے می آراست و از کمال نخوت با حدے نمی پرداخت و از فرقۂ اسلام نفرت کمال داشت. لیکن اکنوں

شنیده ام کہ ز احسن الملک دلہا بمدح درست ساخت. با ہر یکے از راستی و درستی پیش می آید و رغبت خاطر بہ لحوئی دلبری سخنوراں دارد. قدرشناسی کاملان این فن شعار اوست و از فیض مرزا فدوی سلمہ اللہ تعالیٰ در زباندانی و مضمون بندی بمرتبہ رسیدہ کہ کلامش ناخن بدل میزند و شورش سامعان را گریان میسازد. از وست۔

مدت سے ڈھونڈتا ہوں کروں کیا بیان داغ   دل ہی نہیں ملی ہے، ملے کیا نشان داغ
خورشید حشر کو ہو فراموش تاب و تب   گر ایک دن وہ ہم سے کرے امتحان داغ
گریاں ہوا ہے کشور دل نے ہمیں رکھا   آخر یہیں مقیم ہوا کاروان داغ

آفریں اے چشم تیری کام کو   ننگ کے تو نے ڈبویا نام کو

درد دل میرے کو خدا جانے   دوسرا اس کو کوئی کیا جانے
درد و غم سب قبول یار وے وہ   ہم کو گر اپنا آشنا جانے
ہر طرح تجھ سے اب اذیت ہے   مجھ کو کیوں کر کوئی بھلا جانے
روز مرتے یوں ہوں اے گریاں   کیوں نہ مجھ کو وہ نت نیا جانے

ہاتھ میں اس کے اب گلابی ہے   دل توبی کی یہ خرابی ہے

مژہ تر نے کیا جلوے سے محروم ترے   ایسے خس نے کوئی کھلنے خاشاک کے مول

گر صبر ہی ہم کو یار ہووے   جوں برق نہ اضطرار ہووے
جو راست ترا قرار ہووے   دل کا ہیکو بیقرار ہووے
اب صاف ہی صاف کہدے ہم کو   گر دل میں ترے غبار ہووے
آنسو نہیں روتے روتے گریاں   کیوں کر کوئی اشکبار ہووے

خدا جانے کس کی تجھے جستجو ہے   جو بے چین اے دل شب و روز تو ہے
سناؤں کسے جاکے اب درد دل میں   مرا ایک تو یار سو تند خو ہے
اگر کچھ کہیں تو برا مانو گے تم   پری رویوں کی کیا یہی گفتگو ہے
مری جان مت پوچھ تو جانتا ہے   جو کچھ آہ دل میں مرے آرزو ہے
نہ ہوا بر کیوں کر کے ممنون گریاں   ترے اشک سے یاں اسے آبرو ہے

۱۴/۱۹۴ نظر علی خاں، گماں تخلص از شاگردان اشرف علی خاں فغاں است. اشعارش منظور نظر شاعران و کلامش

بیشک گمان موجب شک حاسدان بدگمان اصلش از شاہجہان آباداست حالا شنیدہ ام کہ در فیض آباد بخوبی بسر می برد۔

جس دن تم ہم سے آکے ہم آغوش ہو گئے　　شکوے جہاں کا ملک تمہ فراموش ہو گئے

دیکھتا ہوں جہاں بتاں کو میں　　دور ہی سے سلام کرتا ہوں

۴/۱۹۵ گداز تخلص از نام و نشان وی اطلاع ندارم مگر این قدر دانم کہ شاگردان حسرت لکھنوئیست از کلامش بوے سوز و گدازی آید:

تجھ سے گر آئیے کہاں ملیے　　اپنے ملنے کی کچھ بتا صورت

۸/۱۹۶ میر علی امجد گریاں تخلص ولد میر علی اکبر، متوطن شاہ جہان آباد شنیدہ ام کہ مدتے در مرشد آباد و عظیم آباد بسر بردہ اصلاح سخن از شاہ قدرت اللہ و میر ضیاء الدین ضیاء گرفتہ اکنون ندانم کہ کجا است:

دیکھ تو جس نگاہ سے ہر کر　　مر جاوے ادھر وہ آہ کر کر

۶/۱۹۷ میر کلیم اللہ لسان شاہجہان آبادی گویند جوانی بود لسان و شیریں زبان در عین عنفوان جوانی کلیم وار بر طور فناء وج نمودہ و بیک تجلی کل نفس ذائقۃ الموت دماغ جسم را از ہوس حیات خالی کردہ؛ از وست۔

جدا ہو مجھ سے مرا یار یہ خدا نہ کرے　　خدا کسو کو تئیں یار سے جدا نہ کرے

تو جب تلک کرے انکار وعدہ مجھ سے سجن　　غضب ہے عمر اگر تب تلک وفا نہ کرے

صنم جو تجھ سے ہوا آشنا سو جی سے گیا　　خدا کسو کو تئیں تجھ سے آشنا نہ کرے

۴۸/۱۹۸ مرزا جان جاناں مظہر تخلص مظہر فیض الٰہی است و مجمع فضائل نامتناہی جان عارفانست و جانان کاملان از کلام سخنوران چنان ظاہر میشود کہ مسکن آبای وی خاک بخارا است، لیکن مظہر خود مرزا خاک اکبر آباد شدہ. سال تولدش آغاز مأۃ ثانی بعد از الف سنین ہجریست۔ والد بزرگوارش مرزا جان نام داشت، او را از فرط محبت جان جان میگفت. پس گفتہ گفتہ از جان جان بہ جان جاناں مشہور گشتہ نشو و نمائی مرزا در دار الخلافت دہلی بظہور آمدہ و اسب علی الاطلاق او را حظے وافی و نصیبی کافی از انواع علوم و اقسام فنون موہبت کردہ مخصوص در علم حدیث و معرفت سلوک و توحید بی نظیر بر آمدہ و در شغل ریاضت و عبادت و مراقبہ و خلوت در چشم کاملان مثل وی بنظر نیامدہ. با این ہمہ علم و کمال خود را در لباس خاکساری و بی نیازی بسر می برد۔ و ہرگز بر در اہل دول قدم ننہادہ و بمدح گوئی ابنای روزگار خود را مبتذل نساختہ. تا این زمان کہ سنین عمرش از نود تجاوز کردہ در دہلی مربع نشین چار بالش ہدایت و ارشاد است و عالمی از وجود فائض الجود وی بہرہ یاب می شود اکثر مریدان وی را دیدہ بغایت مہذب و متشرع در کمال خلق و انکسار اگرچہ شعر گوئی شعار وی نیست، چون چاشنی محبت چشیدہ است و آب و گل وی بحسن پرستی و عشق بازی مخلوق گردیدہ، گاہ گاہ از کشش طبع رسا اسرار مافی الضمیر را در قالب نظم فارسی و ریختہ ظاہر می کند و در ہر دو زبان لآلی آبدار مضامین تازہ را می آید. لیکن از بی نیازی دل پروائی

چوں قصد تدوین و حفاظت ندارد۔ اکثر از احاطۂ خاطر میرود۔ مگر آنچہ بگوش طالباں رسیدہ حرز زباں و تعویذ دل و جاں گردید تاہم دیوان فارسی و ریختہ مرتب دارد۔ سخنوراں از شیریں زبانی و ادابندی او سندی آرند و زباں آوراں بنزاکت گفتار و لطافت بیانش اعتراف دارند۔ شاگردانش در فن سخن بمرتبۂ استادی رسیدہ و یارانش از فیض صحبت وی در زباندانی مستند خاص و عام گردید یقیں و حزیں کہ در میدان سخنوری گوی سبقت ربودہ اند خوشہ چیں خرمن افضال وی بودند از فیض صحبت وی رسیدند بجای کہ رسیدند۔ الغرض مرزا مرزا الوجود است۔ بعد تحریر تذکرہ امسال کہ سنہ یکہزار یکصد و نود و پنجم است یکی از ادباشان دہلی دیرا بتاریخ ہفتم یا نہم ماہ محرم بضرب گولی پستول بدرجۂ شہادت رسانیدہ و خود را آماجگاہ ہدف سہام نفریں گردانید۔ مولوی جان محمد ناتواں سلمہ اللہ تعالیٰ نقل می کرد کہ بعد شہادت میرزای مرحوم سخنور از دستانش دیوان اشعار وی را کہ مظہر فیض الٰہی است گشودند۔ بایں بیت کہ بر بیت سر صفحہ برآید کتابۂ لوح مزار وی سازند۔ ایں ظہور کرامات مرزا تماشا باید کرد کہ ایں شعر سر صفحہ برآمد

بلوح تربتم از غیب پیدا ہست تحریری   کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیری

ایں چند اشعار از نتائج طبع شریف اوست:

ہماری ہاتھ سے یہ دل بھی بھاگا لیکے جاں اپنا   ہم اس کو جانتے تھے مشفق اپنا مہرباں اپنا
یہ حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کرتے   اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغباں اپنا
کوئی آزردہ کرتا ہے سجن ایسے کو ہے ظالم   یہ دولت خواہ اپنا مظہر اپنا جان جاں اپنا

ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہے گلشن سے لیک   جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں آتی ہے بہار

اتنی فرصت دے کہ رخصت ہو چلیں صیاد ہم   مدتوں اس باغ کے سایے میں تھے آباد ہم

خبر کو یار کی دل کو میں بھیجا ہے کہ جا لادے   نہیں معلوم ہوتا ہے اسے کب تک خدا لادے
عزیزاں ایک لحظہ میں مرا جی اب نکلتا ہے   طبیب عشق کو کوئی شتابی سے بلا لادے
موا مظہر پڑا ہے یار کے کوچے میں کئی دن سے   خدا کے واسطے اس کو کوئی جا کر اٹھا لادے
الٰہی مت کسی کے پیش رنج انتظار آوے   ہمارا دیکھیے کیا حال ہو جبتک بہار آوے

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے   کہاں اس کو دماغ اور دل رہا ہے
نہیں مخمل کے تکیے پہ مجھے چین   یہ سرپاؤں سے تیرے ہل رہا ہے

اگر یہ سرد مہری تجھ (کو) ایسا بس نہ سکھلاتی   تو کیوں کر آفتاب حسن کی گرمی میں نیند آتی

اس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ   اس واسطے لگا ہوں چمن کی ہوا کے ساتھ

مرتا ہوں میں زانی گل دیکھ ہر سحر　　　سورج کا ہاتھ چوری پہ جیسے صبا کے ہاتھ

۱۹۹/۲۲ قدوۃ الکاملین، قطب العارفین، حضرت شاہ غلام قطب الدین، مصیبتؔ تخلص، ابن عمدۃ المحدثین حاجی محمد فاخر ابن عارف خدا بین خدا آگاہ، واقف رموز لی مع اللہ، حضرت شاہ خوب اللہ قدس اللہ اسرارہم، مظہر فیوض الٰہی و مجمع فضائل نامتناہی بود سیاحان جہاں گرد متفق اند کہ جامع فضائل حمیدہ و خصائل پسندیدہ مثل وی نہ بچشم دیدہ ام و نہ بگوش شنیدہ۔ طبع شریفش بس رسا بود و فکر صائبش بغایت عقدہ کشا کتب درسی در خدمت مولانا کمال الدین محمد الہ آبادی، ابن وحید عصر و فرید دہر سر حلقہ اولیای مکمل حضرت شیخ محمد افضل الہ آبادی و مولانا محمد برکت قدس اللہ اسرارہم استفادہ فرمودہ، و علوم باطنی از ریاضات و اشغال از پدر بزرگوار و عم عالی مقدار خود اکتساب نمودہ و ہم علم حدیث از پدر عالی قدر خود سند یافتہ، و در مجمع صاحبدلاں کوس یکتائی نواختہ بعد وفات والد ماجد بر سجادہ افضلیہ نشست. عالم را بمقاصد دلی شاں رسانید، و خلق را لذت خداشناسی چشانیدہ، ہمتش بحدی بود کہ از مال و اسباب دنیوی ذخیرہ نمی کرد آنچہ میرسید ما حضر حاضراں میساخت و پیوستہ ایام و لیالی را در تمنای اماکن متبرکہ بسر می برد و آرزوی شاید سیہ پوش در سینہ محبت گنجینہ خود متمکن ساخت. گاہی از ممانعت ناظم آں دیار و قتی بہ الحاح و منت احباب ازیں عزم باز می ماند تا آں کہ در عشرۂ اولی ماہ شعبان سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و شش با جماعۂ کثیر و اندیشہ خرج راہ و تردد اسباب سفر متوکلاً علی اللہ از خانہ برآمدہ، ظالمان سر راہ ندو و رفراواں گزرانیدند چوں بہ بیت اللہ رسید ایام حج نبود، بمدینہ طیبہ رفت و بزیارت قبر رسول و اہلبیت وی علیہ و علیہم السلام مشرف شدہ ہرگاہ موسم حج قریب رسید معاودت کرد. در بعض منازل بہ بیماری اسہال مبتلا گشت چوں تمنای قلبی وی بود کہ در خاک مکہ یا مدینہ مدفون شود. و در قیامت با سائر مدفونان آں مکان متبرکہ محشور شود۔ چنانچہ اشعارش مشعر بریں حسرت اند، از آنجملہ:

موت خواہی نخواہی آمدنی است　　　ای خوش آں کو مکی مدنی است

کریم علی الاطلاق وی را بمرادش رسانید سلخ ذیقعدہ سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و ہفت ہجری برحمت حق پیوست و در جنت معلی بربالیں روضہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا مدفون گشت۔ بسن شریفش بہ پنجاہ سال رسیدہ بود۔ شاہ اجمل برادر ابن عم آنحضرت قطعۂ تاریخ وفات وی قدس اللہ سرہ چنیں بسلک نظم آوردہ:

مرشد و استاد من شاہ غلام قطب الدین (دیں)　　　رفت بمکہ از وطن سوی خدای خود شتافت

سال وفات او طلب اجمل خستہ دل نمود　　　ہاتف غیب من گفت بگفت قطب بار وفات یافت

بعد چہار ماہ از روانہ شدن آنجناب بہ بیت اللہ الحرام کہ غرۂ ذی حجہ روز دوشنبہ سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و شش بود نور بصر لخت جگر شاہ غلام حیدر سلمہ اللہ تعالی خلف آنحضرت بوجود آمدہ، اگرچہ در ظاہر نوید تولدش بسمع مبارک آنحضرت [نہ] رسیدہ۔

لیکن از صفای باطن بریں عطیۂ عظمیٰ آگاہی یافت محمد یعقش مقرر نمود در اکثر مقام کتاب سوانح الحرمین و دیگر وصایا او را بایں لقب یاد فرموده، زبانی والدۂ ماجده اش که همشیرۂ مؤلف است بکرر شنیده ام که چوں ایام تولد وی قریب سیده اکثر در خواب مژدۂ مبارکباد بگوش ما میرسید و در انواع افکار که آں زماں بمن لاحق شده بود موجب انبساط خاطر می گردید تا روزی بسیار محزون و مغموم بخواب شدم پیرمردی را دیدم که بمن میفرماید که مژده باد ترا که حق تعالیٰ بتو فرزندے عنایت میکند و نامش غلام حیدر خواهد بود چوں از خواب بیدار شدم سجدۂ شکر درگاه الٰہی بجا آوردم۔ بعد چندی آں جان عزیز متولد شد ہمیں نام مقرر نمودم۔ پس بفحوای حدیث شریف "السعید سعید فی بطن امہ" و بقول شاعری "سالیکہ نکوست از بہارش پیداست" جناب اقدس الٰہی ویرا دریں ایام صبا بکمال فکاوت ذہن و رسائی فطرت آراستہ کہ آیات قرآنی و اشعار مناجات بشنیدن چند بار از بر میکند و موزونی طبع بحدی دارد کہ کلام وی کردوقت بازی بہمزادانست مصرعہ ہای موزوں و فقرہ ہای متنوع می باشد حالات وی چشم بد دور موجب حیرت بینندگاں است۔ مسبب الاسباب او را بعمر طبعی رساند و دودمان افضلی ویبائی را بپیوستہ از انوار جمالش منور گرداند۔ آمدم بر سر مطلب کہ شعر گوئی دون مرتبۂ آنجناب بود لیکن بمقتضای جودت طبیعت میل خاطرش بجانب بند و بست مضامین نظم در زبان فارسی و ہندی اکثر میبود۔ تصانیف کثیر نظم و نثر دارد و دو دیوان فارسی و ریختہ مشہور است و اشعار فارسی و ریختۂ وی برالسنہ و افواہ مذکور۔ ایں چند اشعار غیر منتخب کہ یاد خاطر بود می نگارد:

کسی نے بلبلو تم سے بہار کو دیکھا — وے آنکھیں کون سی تھیں جن نے یار کو دیکھا
ہزار وعدے کیے ایک بھی وفا نہ کیا — تمہارے قول کو دیکھا قرار کو دیکھا
جو رو رو کے مری آنکھ لگ گئی تھی رات — بہت دنوں کے اوپر خواب یار کو دیکھا
جو آنکھیں کھل گئیں تو کل وہی اکیلا تھا — وہی خزاں اور اسی خار خار کو دیکھا

کون گلشن میں کہو مشک کی بو لاتی ہے — کہتے ہیں زلف کے کوچے میں صبا جاتی ہے
سر شک صبح کری ہے شب ہجراں میں مصیب — کس طرح رات کو ظالم تجھے نیند آتی ہے

تیری گلی کا بار ہوں یوں چاہتا ہے دل — اس پیرہن کا تار ہوں یوں چاہتا ہے دل
شیشہ بغل میں سر پہ سبو لب بلب خموش — ہاتھوں میں زلف یار ہو یوں چاہتا ہے دل

ہے مجھے شاہ نجف سیتی شفاعت کی امید — سخت عصیاں سیتی گر روز قیامت ہوگا
میٹھی باتوں پہ شکر لب کی نہ دے دل کو مصیب — اب تو لگتا ہے بھلا پھر یہ آفت ہوگا

مولانا محمد حسین، محزون تخلص قدس اللہ سرہٗ ابن سید محمد اسماعیل موسوی اورنگ آبادی جامع اصناف علوم و لوح محفوظ

اسرار مکتوم بود. آبای کرام او از اکابر رؤسای آنمیار و مقتدای خاص علم آنمقام پدر بزرگوارش در ایام طفولیت وی وفات یافته، و برادر کلانش سید ابوالحسن بر مسند پدر نشست و برادر در سایۂ شفقت خود گرفت از عمر شریفش یازده سال گذشته بود که بشوق تحصیل علوم از خانمان آورده شده بشوریده حالی سر بیابان نهادند برادر گرامی که شیفتۂ محبت او بود، ریاست آبائی گذاشته در پی وی روانه شد. در هر دیار که این مقتدای ابرار کسب علوم کردی گرامی برادرش علاقۂ روزگار بهم رسانیده محاصل آن صرف ما یحتاج او ساختے و در حوائج ضروری از هر جہت بے نیاز داشتے. تا آنکه از علماء بند روت و دہلی و قصبات اکثر کتب درسی استفاده نموده یکبار از تحصیل دل برداشته بخیال آنکه در الله آباد بر لب گنگ مکانی ساخته انزوا گزینند و بقیۃ العمر در ریاضت و عبادت بسر برده وارد الله آباد گردید. اتفاقاً در آن بلده از سرآمد علمای عصر مولانا محمد برکت الله آبادی ملاقی شده. مولانا چون بر جودت طبیعت و حدت فکرت وی مطلع شده، بصد دلجوئی و دلداری او را در دام محبت خود در آورده باز ترغیب و تحریص تحصیل و تعلیم داد. آنجناب هم شیفتۂ الفت وی شده باز در پی تحصیل در آمد و کتب باقی مانده در خدمت وی اکتساب نموده و همراه آنحضرت از الله آباد در آنولا که در آن زمان بسبب قدر روانی نواب نجیب خان روهیله مجمع علماء و مرجع فضلا بود رفته. همونجا تحصیل به انجام رسانید پس بحکم حضرت استاذ از آنجا به الله آباد آمده بسبب محبتی که آنجناب را به حضرت مصیب قدس الله سره بهم رسیده بود در دائرۂ آنحضرت بر بالاخانۂ باب کلان استقامت نموده به تدریس اشتغال فرموده بعد چندی باستصواب احباب متصل دائره مکانی خریده بکمال تحفگی و آراستگی تیار نموده و مدت شانزده سال همانجا به همین شغل بسر برده، بجز اندیشۂ تدریس و تعلیم فکر تصنیف و تالیف خیالی بخاطر نیاورده، بسیاری از طالبان از جناب وی بکام دل رسیدند و اکثر ناقصان در مدرسۂ وی کامل گردیدند. باوجود علم و فضل خداداد و طالع و اقبالش بحدی بود که خاص علم آنمیار رجوع بوے داشتند و او با احدی دست التجا دراز نکرده و بر در شخصے التجا نبرده. برادر عالی قدر وی مدت العمر کفیل ضروریات بود، هر چه از در باز و وسعی پیدا کردی نذر وی نمودی و از همه حوائج بے نیاز داشتے و هر دو برادر با همه جاه و ثروت و رشد و رغبت در تجرید و انقطاع بسر می بردند و پیوسته مصداق "باهمه و بے همه" بودند و از هر کسی بتواضع و انکسار پیش می آمدند. آخر الامر در سنه یکهزار و یکصد و هشتاد و سه گرامی برادر وی در جائیکه ناظم آنجا بود از دست کفار شربت شهادت چشید نعش وی را در الله آباد آوردند و در مقبره که متصل حویلی آنجناب است بخاک سپردند. از وقوع این واقعه و از حدوث این حادثه بغایت پریشانی بر دل آنحضرت رسیده نهایت پراگندگی بخاطر شریفش راه یافت. باقی عمر منبسط نشده و پیوسته چون تخلص خود محزون بوده. این جا لطیفه بخاطر رسید که در اوائل حال که گرامی برادرم دام ظله طبع آزمائی در زبان آوری و سخن سرائی شروع نموده بدستور شاعران حسرت تخلص مقرر نموده چون آنجناب ازین مطلع شد روزی از سر عتاب فرمود که من شنیده ام که تو حسرت تخلص خود مقرر کرده وی نمی دانی که نحوست اسم منحوس به مسمی رجوع می کند و انجام کار حالش مصداق آن اسم می شود. و پیغمبر صلی الله علیه و سلم نهی فرموده که لقب و کنیت مکنید بلفظی که بر کراهیت

و سختی دلالت کند. تا مبادا موافق تقدیر افتد و بال آں بوی رسد چنانچہ شخصے بر آں سرور علیہ السلام آمد آنحضرت استفسار اسم وی نمود گفت "انا حزن" یعنی نام من حزن است یعنی سخت. آں حضرت فرمودہ "انت سہل" یعنی تو نرم ہستی چرا اسم خود سخت مقرر کردہ مبادا سختی آں بتو رسد چوں بر سختی آں مخلوق بود گفت پدر من ایں نام مقرر کردہ آنرا تبدیل نخواہم نمود. پس آں شخص مدت العمر در سختی گرفتار بود. و ہمیشہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یادی کردہ و بر گفتار خود ندامت اظہاری نمود. جناب برادرم دام ظلہ دست بستہ عرض نمودہ کہ آنچہ آنجناب فرمودند عین صواب و سخن لاجواب است و سوال بکردار و گفتار بزرگاں عین بے ادبی لیکن حیرانم کہ چرا خود بدولت محزوں تخلص می فرمایند۔ آبدیدہ شدہ فرمودند کہ آں تخلص من بمقتضائے "الاسماء تنزل من السماء" موافق تقدیر افتادہ. چراکہ پدرم علیہ الرحمۃ مرا غلام حسین نام کردہ و ظاہر مبرہن است کہ غلام آنجناب چوں است بیاد مصائب مولائے خود مغموم و محزوں خواہد بود و در دنیا خود را الموت. الآیش شادی و سرور نخواہد داشت. پس غلام حسین محزوں اسم من موافق تقدیر افتادہ است و ایں حزن و اندوہ را ذخیرہ روز نجات و جزائے دائم آخر الامر ازیں سوزش دائمی کہ در اندروں وی جا گرفتہ بود وی در تپ محرق گرفتار شدہ و از ہمیں مرض نوزدہم ماہ ذی الحجہ سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و پنج برحمت حق پیوست و در ہموں مقبرہ در جنب قبر برادر شہید مدفون گردیدہ. عمر شریفش چہل سال بود. شاہ محمد اجمل الہ آبادی سلمہ اللہ تعالیٰ تاریخ وفاتش "وائے غم حسین" یافتہ سیاحان جہاں گرد متفق اند کہ اگر پیر فلک سالہا در بادیہ ہا نشتابد مشکل کہ ایں چنیں ذات قدسی صفات از پردۂ عدم بظہور آید. آنجناب احیاناً پرتو التفات بجانب نظم لآلی آبدار نیز می انداخت و در زبان فارسی جواہر زواہر منتظم می ساخت و در اوائل بتکلیف بعضے از شاگردانش در زبان ریختہ نیز طبع آزمائی نمودہ، لیکن ہرگز قصد تدوین نمودہ. اشعارے کہ بی خواست از جودت طبع بر زبان خامہ می گذشت گاہی شست و گاہی می سوخت. مگر آنچہ از اتفاقات بدست شاگردانش افتادہ در صفائح سینۂ فدائیانش منقوش ماندہ. از جملہ قصائد فارسی و مثنویات در مدح شہ اولیا علیہ السلام و مثنوی نغمۂ عشاق کہ بپاس و التماس الحاح گرامی برادرم دام ظلہ منظوم فرمودہ. چوں قصیدہ بالفعل از بر بود و خطرۂ ذہول و نسیاں کہ لازمۂ انسانیت در پیش ذکر آں خالی از لطف و سرور نبود ہمتم بترقیم آں ترغیب نمودہ :

سینۂ اہل سخن چاک شد از غم چو صدف — کز کسی گوہر معنی نستاند بخذف

نام اہل سخن از صفحۂ ہستی نرود — بس بود یک سخن خوب چو فرزند خلف

قاف تا قاف بود دبدبۂ اہل کمال — شہرت اہل زباں نیست ز نقارۂ دف

شکر للہ کہ منت کش گردوں نشدم — نہ طلب کردم انوجاہ نہ فردونہ شرف

کیست گردوں کہ زند سنگ ملامت بر من — یا کہ از تیر حوادث کندم ہمچو ہدف

کیست گردون که شریکم شود در غربت   کیست گردون که کند حق من از جور تلف
امتیاز من و گردون چه تفاوت دارد   پس غلط کرده چه پنداشت مرا مستضعف
گر چنین است بیایم پس بحث و نزاع   تا مرا هم بشناسد ز غریبان سلف
میکشم پیر فلک را بسر معرکهٔ   که میان من و او تا شود حق بطرف
یا که من شاهد عادل گذرانم بمقصود   یا که قائل کنمش از سر انکار و خلف
گر درین محکمه هم باز نیاید ز جفا   حکم اعلام بر آرم ز در شاه نجف
آن شهنشاه که در عدل نظیرش نبود   آن که استاده بدرش فوج ملک صف در صف
لیکن این فکر مرا هست که نذرش چه کنم   که تهی دستم و یک تحفه ندارم در کف
مگر این مدح که مخصوص جنابش سازم   نفشانم گهر مدح و ثنا بی مصرف
غرض او بود همه خلق طفیلی بوده   او چو دریاست خلائق همه مانندهٔ کف
نسبت روضهٔ آن شاه درین بحر وجود   هست با جسم فلک نسبت گوهر بصدف
خلقت مرکب او خلقت دیگر بوده   تو مدان نشو و نما یافته از آب و علف
رفتن و گشتن او بسکه بهم متصل اند   زان شده حکم سکون متخلل بطرف
آن چنان مرکب آن شاه سریع البصر است   که شده طفره اش الزام حکیمان سلف
یا شهنشاه غریبان نظری بر محزون   که بجز حب تو یک حبه ندارد در کف
بسکه دارد هوس عتبهٔ عالی شب و روز   قطع امید نمود است ز هر سود و کنف
دل اگر آرزوی کوی تو دارد چه عجب   که سگ کوی ترا بر همه شاهانست شرف
نیستم شاعر عزانه صنائع پرداز   لیک در حب تو چون هست مرا فرط شغف
گهر چند بر آورده نثارت کردم   نه ز ترصیع شناسم نه ز نشر و نه ز لف
از ره بنده نوازی و ز احسان عمیم   دست رد گر نزنی عین تمنا و شرف

اشعار ہندی:

زمیں پر مت پٹک اس کو نہ یہ سنگ اور نہ یہ گل ہے   ارے بے رحم ظالم یہ کسی کمبخت کا دل ہے
محفل عشق میں دل جس کا جلا ہووے گا   گریۂ شمع پہ ہرگز نہ ہنسا ہووے گا

نامہ بر کی نہیں تقصیر جو خط پھر آیا   میری قسمت میں کچھ ایسا ہی لکھا ہووے گا
میرے مرنے کی خبر سن کے لگا یوں کہنے   کیا عجب ہے کہ بہانہ ہی کیا ہووے گا
میں تو ہنستے ہوئے تلوار لگائی تھی اسے   کیا ہنسی سے مری یار وہ موا ہووے گا

سونے نہ دیگا قبر میں یہ بیقرار دل   کہتا رہے گا حشر تلک یار یار دل

صنم اگرچہ میں بخت سیاہ رکھتا ہوں   بہر نمط تری زلفوں سے راہ رکھتا ہوں
ترے فراق میں پھرتا ہوں دربدر پیارے   بغل میں اپنی دل دادخواہ رکھتا ہوں
اک عمر روتے ہی روتے گزر گئی میری   میں اپنے چشم کے مردم گواہ رکھتا ہوں
اک عمر ہو گئی سنگیں دلاں سے اے مجرم   بسان رشتۂ تسبیح راہ رکھتا ہوں
مجھے یہ تو بھی ستاتے ہیں دم میں سو سو بار   کوئی یہ پوچھے کہ میں کیا گناہ رکھتا ہوں

خامے کا جگر ترنا کا سنتے ہی مری باتیں   اب کیوں کہ لکھوں قاصد اس دل کی حکایتیں
اس گلشن ہستی میں انصاف نہیں یارو   جس غنچہ دہن سیتی کرتا ہوں ملاقاتیں
شبنم کی طرح رو رو میں حال سناتا ہوں   وہ گل کے نمط ہنس ہنس ٹالے ہے مری باتیں

نہ کچھ انصاف یار میں ہیگا   نہ یہ دل اختیار میں ہیگا
سر مرکے ہیں آہوان حرم   کیا مزہ اس غبار میں ہیگا
مژدہ صید حرم کو ہو کہ صنم   آج قصد شکار میں ہیگا
دو جہاں در کنار ہیں محزوں   جس گھڑی وہ کنار میں ہیگا

گر نہ ہوتی یہ گرفتاری او ہائے چند   حسرت وصل میں مر جاتے یہ ناکام چند
کل جو میں سیر کیا شیخ کی محفل کے تئیں   کچھ نہ دیکھا وہاں جز دعوۂ الہام چند
جس کے تئیں جبہ و دستار وہ کہتے ہیں گو   فی الحقیقت جو میں دیکھا تو وہ ہیں دام چند
اہل میخانہ مجھے تب تو بہت یاد آئے   گرچہ ظاہر میں ہیں وے مجمع بدنام چند
ان کو کچھ کام نہیں نیک و بد عالم سے   ہر کسی کے تئیں دیتے ہیں وہاں جام چند
تب کہا دل نے کہ اب چل کے وہیں گر بیٹھے   جو کسی طرح گزر جاوے یہ ایام چند

دیکھ گردش کو تری چشم کے پیمانے کی   مجھ کو خواہش نہ رہی جام و میخانے کی

جب سی صورت ذتری زلف کا کوچہ دیکھا — راہ بھولی ہی مجھ کعبہ و بت خانی کی
کبھی گرتا تھا قدم پر کبھی ہوتا تھا نثار — کیا بھلی موت ہوئی رات کو پروانی کی
میں تو کہتا تھا پیاسی مجھ کم دی تو شراب — آج ہی مجھ کو قسم ساتھ تری آنی کی
میں تو مدہوش ہوں اور تو بھی نپٹ بیخود ہی — اب میاں کس سی طرح پوچھیں گھر جانی کی

آب ہو جائیگا پتھر سا اگر دل ہوگا — تجھ سیتی آئینہ کیا خاک مقابل ہوگا
سر پٹک کر کی میں مر جاؤنگا مانند حباب — ایک پردہ بھی اگر یار کا حائل ہوگا
کل کہا یار نی یوں مجھ سی کہ سن ای مجنوں — آہ کل تو مری ہاتھوں سیتی بسمل ہوگا
تب کہا میں نے کہ ای یار تری الفت میں — جان دینے کی سوا کیا مجھ حاصل ہوگا
میں تری طور کی تئیں دیکھ کی کہتا تھا صنم — کوئی دن میں یہی لڑکا مرا قاتل ہوگا

یہ نہیں ممکن کری زاری دل ناکام کم — گریہ آنکھوں میں نہیں باقی ہی بہر نام نم
جب سی دل انکا ہی زلفوں میں نہیں کرتا ہی آہ — صید کو لینی نہیں دیتا ہی کافر دام دم
بات کہنا غیر سی اور دیکھنا ہر دم ہمیں — سب سمجھتے ہیں پیاری یہ ترا ایہام ہم

روزی کو اثر ہو ہی کہتے ہیں یہ ہیں باتیں — اک دن بھی نہ یار آیا روتے ہی کٹی راتیں

یا دیدۂ تر میں ہوں یا سوز جگر میں ہوں — سرگرم سفر میں ہوں جوں شمع سحر میں ہوں
جب تیر ترا آیا دل اور جگر بولے — ای تیر ادھر میں ہوں ای تیر ادھر میں ہوں
ہستی کے گلستاں میں الفت کی بیاباں میں — بیکار شجر میں ہوں بی برگ و ثمر میں ہوں
آنسو کا مری قطرہ کہتا ہی کہ مردم کا — منظور نظر میں ہوں ہمچشم گہر میں ہوں

زاہد تو یہ کہتا ہے تدبیر ہی اور میں ہوں — آزاد و بہار اب کی زنجیر ہے اور میں ہوں

ننگ ہی مجھ کو نہ جامے سے نہ عریانی سے — عشق میں عمر مری کٹ گئی آسانی سے
اب مری خون کا دعوی نہ کریگا کوئی — جو تو ذبح کرتا ہی میاں اپنی ہی نادانی سے
صبح دم باغ سے شبنم تو یہی کہ کے چلی — کوئی اتنا کہے اس بلبل دیوانی سے
میری رونی کے اوپر گل تو کھڑے ہنستے ہیں — رحم کب تجھ پہ کریں گے یہ غزل خوانی سے

تو کمر باندھ کی جس دن مری گھر آتا ہی — مجھ کو اس طور سے پیاری تری ڈر آتا ہی

یارب جب مجھ سے تو کہتا ہی میں گھر جاتا ہوں　　مجھ کو تیری ہی قسم دل مرا بھر آتا ہی
کعبہ و دیر میں کیا جا کر کریں گے مجنوں　　ہم کو افسوس اسی بات اوپر آتا ہی
زنگ ہستی نہ گئی آئینۂ دل سے مرے　　ورنہ وہ یار تو ہر جا پہ نظر آتا ہی

مرے سینے کے قفس میں دل بیتاب کہاں　　جس جگہ آگ لگی ہے وہاں سیماب کہاں
جو بلا آوے گی میں اس کو سہوں گا لیکن　　اے صنم تیری جدائی کی مجھے تاب کہاں
خون دل صاف ملے وہ بھی غنیمت ہے مجھے　　ورنہ میخانۂ ہستی میں مے ناب کہاں
منہ کو تکیئے میں ڈھانپ کر ہجراں میں پڑا روتا ہوں　　ورنہ مجنوں شب فرقت میں مجھے خواب کہاں

آج کل موت بھی مجھ پاس نہیں آتی ہے　　یار تو یار اجل بھی مجھے ترساتی ہے
رہ بر داس صف مژگاں پہ بہت جاتا ہے　　کیا دکھلانے تری پتھر کی مگر چھاتی ہے

دار الشفا تلک مجھے یکبار لے چلو　　یعنی گلی میں اس کی یہ بیمار لے چلو
منزل میں خوف اور شب تاریک، راہ دور　　میں کس سے اب کہوں کہ مرا بار لے چلو
جو یار بچے گزر گئے دریائے عشق سے　　میں کہ رہا کہ مجھ کو ذرا پار لے چلو

سن اے قاصد کہ تجھ کو بھی ذرا آگاہ کرتا ہوں　　کہ میں کس کس طرح مکتوب کو کوتاہ کرتا ہوں
اگر اک بیت میں لکھتا ہوں اپنا حال دل تو بھی　　بجائے مصرع ثانی میں بیٹھا آہ کرتا ہوں

کیا مزا مجھ کو ملا عشق میں مرتے مرتے　　جی گیا سر کو ترے پاؤں پہ دھرتے دھرتے
میکدے میں مجھے قطرہ بھی نہ دیتا تھا کوئی　　عمر گزری تھی مجھے منتیں کرتے کرتے
ایک دن میں نے بھی میخانے میں جرأت کر کے　　جام و شیشہ کو لیا ہاتھ میں ڈرتے ڈرتے
واں تری چشم کی گردش جو مجھے یاد آئی　　گر گیا جام مرے ہاتھ سے بھرتے بھرتے

لہو مجھ میں کہاں فصاد جو نشتر چبھوتا ہی　　مرے احوال پر نشتر بھی اس کا خون روتا ہی
مری آنکھوں سے دریا عشق کا امڈا خدا حافظ　　یہ آدھی رات ہے ہر کوئی اپنے گھر میں سوتا ہی
عجب احوال مجنوں کا سنا میں ذکر راہوں میں　　دل اپنا پھینک دیتا ہے اور آپ ہی بیٹھ سوتا ہی

زاہد چاہے ہے طوف مکہ کیجیے　　با صوم و نماز
کافر کہتا ہے بت کو پوجا کیجیے　　با عجز و نیاز

یہ شیشۂ دل نپٹ ہی نازک ہوگا   کچھ تو ہی بتا
کس کس پتھر پہ اس کو پٹکا کیجیے   اے آئینہ ساز

۵۲/۲۰۱ شیخ شرف الدین، مضمون ذکر مضمون تازہ می کرد و در تلاش مطالب ایہام کوشش بلیغ بکار می برد. ظرافت طبع و لطافت مزاج خلق او بود. وطن اصلی وے جاجمؤ کہ قصبہ ایست متصل اکبرآباد. مدتی در اکبرآباد زینت گزین از سکونت مسجد زینت المساجد گردیدہ. سلسلۂ آبائی وے بحضرت شیخ فرید شکر گنج می رسد. چنانچہ خود ازیں شرف مفاخرت می کند و می گوید:

کرے کیوں نہ شکر لبوں کو مرید   کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

مشق سخن بخدمت میرزا مظہر و خان آرزو کردہ و از فیض صحبت شان بمرتبۂ استادی رسیدہ. چوں از ریزش نزلہ درج دہانش خالی از لآلی دندان گردیدہ بود، خان آرزو از روی ظرافت وے را شاعر بیدانہ می گفت. گویند در مرض الموت بروز انتقال وے دو سہ کس از آشنایانش بر بالین حاضر بودند و ہر یکے بتقریبی شدائد قیامت بیان می کردند. در حالت احتضار چشم وا کردہ این بیت گفت. فی الفور در گذشت.

شور محشر سیتی واعظ نہ ڈرا مضموں کو   ہجر کی مدت کا اٹھانا ہے قیامت کیا ہے
چڑھا کشتی میں آگے سے مرا محبوب جاتا ہے   کبھو آنکھیں بھر آتی ہیں کبھی دل ڈوب جاتا ہے
مرا یہ اشک قاصد کی طرح یکدم نہیں تھمتا   کسی بیتاب کا گویا لیے مکتوب جاتا ہے
بلبلو شور چمن میں نہ کرو   کون سنتا ہے تمہاری فریاد
میکدے میں گر سراسر فعل نامعقول ہے   مدرسہ دیکھا تو واں بھی فاعل و مفعول ہے
مرا دل تھا ترے گلشن کا مالی   محبت اس سیتی کیوں توڑ ڈالی
کیا ہے بعد مدت یاد مجھ کو   مگر اس طفل نے اب رہ سنبھالی
کلائی سیمیں بدن تک ہاست ہم سے   تری دیکھی ہے کس سانچے کی ڈھالی
کہاں صائب جو کرتا دہ تب ریز   سنے آہنگ کے طوطی کی اب ریز
نہیں ہیں ہونٹ تیرے پان سے سرخ   ہوا ہے خون عاشق آ کے لب پر
گر حرف حق زباں سے ہماری کبھو سنے   احوال اپنا دیکھ کے حلاج سر دھنے
سبزی یہ دیکھ خط کی پیارے عجب نہیں   ہو کر کے مست بھنگ بھی تنکا اگر چنے
نازک ہے کچے سوت سے ناتا یہ عشق کا   اس کو جو کوئی کیسا ہو توڑے سو ہی دھنے

ساقی پلاؤ مے کو مرے تئیں مدام صبح   جوں آفتاب لے کے نکلتا ہے جام صبح

خط آگیا ہے اسکے مرے ہو گئی سفید ریش   کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے کو شام صبح

دیکھو ہیں جگ کے بتاں پر بیاں حیراں ہیں ہم   تجھ سا کافر نظر آیا نہ مسلماں ہیں ہم

ہوئی ہیں حسن پر انکے بتاں اتے مغرور   کہ جانتے ہی نہیں ہیں کوئی خدا بھی ہے

مرا دل سادہ رو سیتی ہے محفوظ   رکھے خط سے خدا یہ لوح محفوظ

غرق ہیں اہل جہاں بسکہ گناہوں کے بیچ   راہ حق بھول گئے آگری چاہوں کے بیچ

دونوں زلفوں میں چمکتا ہے سجن رخ تیرا   کیوں کہ روشن ہے دیا مار سیاہوں کے بیچ

تو ہے منکر پہ تری جور سے سب روتے ہیں   مردم چشم بھی حاضر ہیں گواہوں کے بیچ

نقد دل دیکھو مرا نظر دں میں لے جاتا ہے   دیدہ ورت سا بھی کوئی چور ہے سیاہوں کے بیچ

بہت رویا نہ مٹا اس کے نصیبوں کا لکھا   کوئی مضموں سا بھی ہے نارسیاہوں کے بیچ

۸۸/۲۰۲ محمد تقی میر تخلص میر میدان سخن و شیر بیشۂ ایں فن است. گوہر وجودش از معدن اکبر آباد بر آمدہ، اما قدر و قیمتش در بازار دہلی افزود، مشق سخن بخدمت سراج الدین علی خاں، آرزو کردہ، شاید با وی قرابت خواہر زادگی دارد بسبب رعونت و گردن کشی کہ خلق اوست زبانزد زباں آوراں شدہ و باعث عیب جوئی سخنوراں در زبان شاں افتادہ بقول شخصے.

عیب مردم فاش کردن بدترین عیبہا است   عیب جو اول کند بے پردہ عیب خویش را

ہر یکے را حوصلہ عیب جوئی او بہم رسید، میرزا رفیع گوید:

ہر ورق پر ہے میر کے اصلاح   لوگ کہتے ہیں سہو کاتب ہے

تذکرۂ نکات الشعرا تالیف اوست درآں عجب نکتہ چینی در کلام شعرای ریختہ نمودہ ہر کرا یاد نمودہ بہ تحقیر وید ادائی آوردہ و اشعار ایشاں را بے رتبہ و ناپسندیدہ چیدہ ذکر کردہ اگر راست بگویم سبب تالیف ایں تذکرہ مسرت افزا ہمیں بود کہ من برغم حاسداں عیب بیں. و خردہ گیراں نکتہ چیں حالات ہر یکے کماہی در مسطر تحریر کشیدم لیکن چوں در یں غربت دیوان احدی با خود نبود کہ اتفاق انتخاب شعر ہم می شدہ از اشعار ایشاں آنچہ یاد بود نوشتم طرفہ تر کہ میر چوں ہمت خود بہ انتخاب اشعار ناپسندیدۂ شعرا گماشتہ بود طبعش بہمیں مرغوب گشتہ از ایں جہت از اشعار خود ہم ہر چہ درآں تذکرہ نوشتہ اکثری از آں بے رتبہ و ناپسندیدہ است در دیوانش بہتر ازیں اشعار بنظر فقیر در آمدہ، شنیدم کہ محمد تقی میر سید نیست، مگر مرحوم والد میر درد بمشاہدۂ جودت طبعش در عنفوان جوانی و آغاز حالش می گفت کہ محمد تقی میر میدان سخنوری خواہد شد، از آں روز خود را ملقب بمیر ساخت در ایں

لطیفہ بخاطر رسید کہ حضرت مصیب قدس سرہٗ میفرمود کہ شخصے در ہمسایۂ من بود کہ خود را شیخ می گفت بعد چندی جہت سعی معاش سفر کردہ چوں از آنجا بخانہ رسید خود را میر مشہور ساخت۔ روزی بطریق استہزا ازو پرسیدم کہ در شیخی چہ خلل بود کہ میر شدی گفت پیر من مرا بمیر خطاب دادہ۔ ایں چند اشعار از زادہای طبع اوست:

صید کی قابل ہی دل صد پارہ اس نخچیر کا　　جس کی ہر ٹکڑے ہوے پیوستہ پیکان تیر کا
کس طرح سے جانیے یارو کہ وہ عاشق نہیں　　رنگ اڑ جاتا ہے ٹک چہرہ تو دیکھو میر کا

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ پڑا　　اکثر وہ استخوان شکستوں سی چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر　　میں بھی کبھی کسی کا سر پر غرور تھا

ہماری بعد ساقی قلقل مینا نہ ہووی گا　　مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لی کر رووی گا

دیر و حرم میں کیوں کہ قدم رکھ سکوں میں میر　　مجھ سی ادھر تو بت پھرا اودھر خدا پھرا

دل پہنچا ہلاکت کو نپٹ کھینچ کسالا　　لے یار مرے سلمہ اللہ تعالیٰ

گزرا بنائے چرخ سے نالا پگاہ کا　　خانہ خراب ہوجیو اس دل کی چاہ کا
یک قطرہ خون ہو کے مژہ سے ٹپک پڑا　　قصہ یہ کچھ ہوا دل غفراں پناہ کا
ظالم زمیں سے لوٹتا دامن سنبھل کی چل　　ہوگا کمیں میں ہاتھ کسی دادخواہ کا

میر کی دین او مشرب کو پوچھتے کیا ہو ان نے تو　　قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

نہ گئی تسبیح اس کی نزع میں بھی میر سے ہرگز　　اسی کی نام کی سمرن تھی جب من کا ڈھلکتا تھا

مت ڈھلک مژگاں سی میری ای سرشک آبدار　　مفت میں جاتی رہی گی تیری موتی کی سی آب

گرچہ آوارہ چوں صبا ہیں ہم　　لیک لگ چلنے کو بلا ہیں ہم

عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو میر سے　　پاتا ہوں زرد روز بروز اس جوان کو

طفلی سے ہوا پیر گیا عہد جوانی　　اے عمر گذشتہ میں تری قدر نہ جانی

دیکھیو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے　　یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک　　شعلہ ہر صبح یاں سے اٹھتا ہے

برقع کو اٹھا چہری سے وہ بت اگر آوی　　اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوی
شکوہ کروں میں کب تک اس اپنے مہرباں کا　　القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہے جاں کا

دل پلکے اس کی زلف میں آرام رہ گیا　　درویش جس جگہ کہ ہوئی شام، رہ گیا
قسمت یہ دیکھو جاکے کہاں ٹوٹی ہے کمند　　دو چار ہاتھ جبکہ سر بام رہ گیا

ہم سے کچھ آگے زمانے میں ہوا کیا کیا کچھ　　تو بھی ہم غافلوں نے آکے کیا کیا کیا کچھ
طرفہ صحبت ہے کہ سنتا نہیں تو ایک مری　　واسطے تیرے سنا میں نے سنا کیا کیا کچھ
نام ہے خستہ و آوارہ و بدنام مرا　　ایک عالم نے غرض مجھ کو کہا کیا کیا کچھ
حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ یار　　مر گیا میں، پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ
دل جگر جان بھی بھسمنت ہوا سینے میں　　گھر کو آتش دی محبت میں جلا کیا کیا کچھ
دل گیا، ہوش گیا، صبر گیا، جی بھی گیا　　شغل میں غم کے پڑے ہم سو گیا کیا کیا کچھ
قبلہ و کعبہ خداوند ملاذ و مشفق　　مضطرب ہوکے اسے میں نے لکھا کیا کیا کچھ
پر کہوں کیا رقم شوق کی اپنے تاثیر　　ہر سرِ حرف پہ کہنے لگا وہ کیا کیا کچھ
ایک نومید چلے میر ہم اس دنیا سے　　ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

۱۴۴/۲۰۳ شیخ معین الدین، معینؔ تخلص جوانیست بسیار خوش خلق و سپاہی وضع و شیریں زبان و لطیف طبع زادگاہ مِش بداؤنست. اما نشو و نما در دہلی یافتہ و اکثر زبان آوران اطراف را دریافتہ. وقتیکہ در بلدۂ الٰہ آباد مخیم سرادقات سلطانی بود بر فاقت بعضے امرا سر میبرد و از جانب وے اعانت ضروریات میشد. چوں امداد فیض الٰہی معین دل او بود دریا میکہ نواب عنایت خاں پسر حافظ رحمت خاں جہت ملاقات وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ مرحوم آمدہ دو مخمس در تعریف اسپ و فیل بطرز خود نظم نمودہ بوسیلۂ بعضے رفقائیش بخان مذکور گزرانید. خان قدرداں حکم خواندن نمود. چوں تمام کرد کلیپے خاص مع ساز بوے عنایت فرمود. از آنجملہ:

قدردانی کا بسکہ توڑا ہے　　جو پیادہ ہے رہ کا روڑا ہے
اسپ جس کا فلک نے چھوڑا ہے　　اس کا رتبہ کہو سو تھوڑا ہے
آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

کیسے ہی مرد با ارادہ ہو　　ذو فنوں ہووے یا کہ سادہ ہو
شاہزادہ ہو عمدہ زادہ ہو　　نہیں عزت اگر پیادہ ہو

جادوی اسپ اگر سوی نخاس　　بولے چابک سوار بے وسواس

چھوٹے ٹٹو کے کیا کھڑے ہو پاس　　　یو گھوڑا کلاں ہو جس کی راس
سو روپے تک اگر ہو شرح سواز　　　تو مہینا پیادے کا ہو چار
سو بھی میں کیا ہو بعد تکرار　　　دستخط کرنے میں یوں کہو سردار
بعد مدت جو ہو طلب کی راہ　　　سب سے پیچھے ملے انھیں تنخواہ
روز و شب وہ کہیں بنالہ و آہ　　　زیست بے اسپ ہیچ ہے اللہ
عقل حیراں ہے کیسی باؤ بہی　　　قدر ہی گھوڑی کی جہاں نہ رہی
کہیں ہیں طفل سے سوار یہی　　　اسپ چوبیں [؟] تخت شہی
فیل بکری کی طرح جو نخشے　　　ہے یقیں ان کو فیض بخشی سے
اس مخمس کو سن کے گھوڑا دے　　　تو معیں یہ سوار ہو کے کہے
آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہی

وقصۂ خانہ جنگی کہ بامردم شاکر الدولہ میرزا چھبو بیگ در میدان چکلہ کوٹہ رو داده بود احوال برہمی لشکر طرفین در سلک مخمس بقسمے نظم ساختہ کہ حیرت افزائے ساماں است۔ چند بند آں مخمس کہ منظور خاطر بود جہت انبساط خاطر دوستاں سطور مینماید

شاہ شاکر اب تو دولہ ہو گیا　　　دیکھو نارنگی ہے گولا ہو گیا
ترش ہونا اس کا اولیٰ ہو گیا　　　خلق پر کیا فضل مولیٰ ہو گیا
زور ہی لشکر میں رولا ہو گیا

وہ دھواں دیکھ ابر بھی حیراں تھا　　　گولیوں کا برستا باراں تھا
برق زن خیمہ بخیمہ　بان تھا　　　گوشہ گیر اس وقت ہر انساں تھا
پڑھ گئے سب نان حلوے کا سبق　　　لائے کھاجے کے مطالعے میں ورق
یعنی شیرینی کے جتنے تھے طبق　　　خلق ناحق کھا گئی کر حق حق [؟]
جب بساطی کی لٹی کنگھی سوئی　　　رہ گیاں حیراں وہ جوں آرسی
دیکھ منہ خیاط کی چھاتی پھٹی　　　دھن رفوگر نے رکھی کشمیر کی
جمع ہو کہنے لگے بنیے تمام　　　دال میں کالا ہے کچھ لشکر عام
اس میں گولا مرگ کا لایا پیام　　　بھاگے سب دوکان سے کر رام رام

ہنستے ہنستے میں یہ دیوانہ ہوا　　　جب کیہ دھینے نے جو روسے کہا

روئی سے کانوں کے تئیں اپنے چھپا　　　جیسی ہے کیا بھاگ ری نعنیاں کی !

جو کہ بستی اور نپٹ بے خرچ تھے　　　چھوٹتے ہی رنڈیوں کے گھر گئے

دل جو گنداں ان پہ کوئی کیا کہے　　　خوب ہی چکلے میں جا چوڑے ہے

اپنے میلانے میں نمایاں رام چند　　　جس طرح سے کرتے بیٹھے دبیل کو بند

لوگ اس کے پاس بہر لشنند　　　پڑھتے ہیں یہ مصرعہ شاہ پسند

اپنے آقا کا تو وہ ہمدرد ہے　　　رات کو رنڈی ہر دن کو مرد ہے

زیر مشق خلق اس کی گرد ہے　　　سنتے ہیں چہرہ اب اس کا زرد ہے

زوری لشکر میں رولا ہوگا

بعد ازاں کہ حضرت جہاں پناہ بسمت دہلی نہضت فرمودند در رفاقت نواب منیر الدولہ ناظم الٰہ آباد در آمد چندے درنگذشتہ بود کہ نواب برحمت حق پیوستہ صوبۂ الٰہ آباد در عمل نواب شجاع الدولہ مرحوم آمد از بر ہمی روزگار پریشان و صعلوک شدہ در لکھنؤ رسیدہ لیکن با این ہمہ لیاقت و قابلیت خود و قدردانی اہل آں دیار ہیچ ترقی بوی نشدہ۔ بہر حال زمانہ را بخوشی بسر میبرد۔ در اول مشق سخن بخدمت میرزا رفیع نمودہ بود، حالا از کثرت مشق خود کوس استادی مینوازد:

مت دکھا تو اے ہلال چہرہ اپنا رو مجھے　　　یاد آجاوے گا اس کا گوشۂ ابرو مجھے

درد پہلو گر نہ بخشے بیقراری تو مجھے　　　آہ پھیرے کون اس پہلو سے اس پہلو مجھے

آج سر پر خاک ڈالوں ہوں کل ہی کی بات ہے　　　جائے تکیہ تھا میسر یار کا زانو مجھے

کیا دیار دوستی میں اب یہی انصاف ہے　　　میں دعا دوں تجھ کو ظالم گالیاں دے تو مجھے

وا نہیں ہونے کا میرا غنچۂ دل اس بغیر　　　کیوں لیے جاتے ہو یارو سیر گلشن کو مجھے

نہ گل رہے نہ وہ چمن آباد رہ گئے　　　پر ہم کو باغباں کے ستم یاد رہ گئے

اہل جہاں جو دینے سے بے داد رہ گئے　　　ناچار ہم بھی کرنے سے فریاد رہ گئے

دو چار روز دہر میں سب عیش کر گئے　　　اک بے نصیب ہم تھے کہ ناشاد رہ گئے

جب سے نظر پڑی ترے مکھڑے کی آب تاب　　　آئینہ دیکھنے سے پریزاد رہ گئے

میرے جیتے غیر کو بوسہ دیا چاہے ہے تو　　　جان میری کیا کسی کا جی لیا چاہے ہے تو

اب تو خرمن سوز تاب و صبر عالم کا تو ہے — کیا کہوں اے برق وش کچھ زور ہی چمکا ہے تو

خبر لے اے دل صد چاک غافل کیا تو بیٹھا ہے — کہ شانہ بے طرح اب یار کے بالوں میں بیٹھا ہے

وصل کی شب ہائے کیا جلدی سحر ہو جاتی ہے صبح — سب مزہ دلدار کی صحبت کا کھو جاتا ہے صبح

لب خشک چشم تر ہے، منہ زرد ہو رہا ہے — کیا راز عشق اپنا بے پردہ ہو رہا ہے

قرار و صبر و خواب و ہوش اب کرتے ہیں رم ہم سے — جدائی میں تری جاتا ہے کیا کیا کچھ صنم ہم سے

ہم اتنے جاں بلب ہیں جب سے ملتا ہے وہ کم ہم سے — تپش دل کی عبث کاوش کرے ہے بیش و کم ہم سے

اڑے کا دھجیاں ہو کر گریباں تاب طاقت کا — بہت گستاخ ہے ظالم ترا دست ستم ہم سے

معیں کوچے میں ان کے آن کر ایسے ہو بیٹھے ہم — اٹھا جاتا نہیں اے یار جوں نقش قدم ہم سے

شہر میں کوئی گھر نہیں اس کا جہاں گذر نہیں — جلوہ نما اگر نہیں میں ہوں جہاں دگر نہیں

چاہا تھا قاصد آپ ہوں منت نامہ بر نہ لوں — اڑ کے میں تجھ سے جا ملوں پر میرے بال و پر نہیں

میکشی بدنہ بیہودگی ہے یہ خودی کو کھو — عیب اگر بلطف ہو تو وہ کم از ہنر نہیں

کیوں دلا صبر کلید دل مقصود ہوا — جس کو نقصان تو سمجھا تھا وہی سود ہوا

ایک ہی خاک کے پتلے ہیں سب انسان لیکن — کوئی مقبول ہوا اور کوئی مردود ہوا

اے قوی پنجہ ضعیفوں سے حذر کرتا رہ — دیکھ کب عہدہ بر آپشے سے نمرود ہوا

سبزہ کہتے ہیں غلط لوگ تمہارے منہ پر — یہ تو آہوں کا ہماری اثر دود ہوا

عشق سے باز آ دلا وقت ہے انگریز کا — کوئی زنگی بچہ تجھ کو نہ دے گل کہیں

جوں پشم کی تختی، اگر اس راحت جاں کو — چھاتی سے لگا رکھیے تو دل کا ہے کو دھڑکے

ایک دم کی ہوا پر اے مغرور — کھینچ مت جوں پتنگ آپ کو دور

اے دل دیوانہ کہ چھٹنے کی کیا تدبیر ہے — سر پر آئی فصل گل اور پاؤں میں زنجیر ہے

خوابیدہ بخت کب ہیں سزاوار رنگ سرخ — ہم اور خاک تیرۂ صنم اور پلنگ سرخ

دو عاشق اس کے سامنے لڑ کے جو ہوں شہید — وہ خانماں خراب سمجھتا ہے جنگ سرخ

یہ جان تاب و تب ہجر سے جلی، افسوس — کسی نے آ کے خبر ایک دم نہ لی، افسوس

اٹھا ہی دیتے ہیں اہل محلہ اس کو آہ — معیں سے چھٹتی ہے پیارے تری گلی افسوس

قاصد کہتے ہیں شب تلک آتا ہے — یہ جا، کوئی دم میں لب تلک آتا ہے.

ہنستے ہنستے میں یہ دیوانہ ہوا　　جب کہ یہ دیکھنے نے جو روے کہا

روئی سے کانوں کے تئیں اپنے چپا　　بیٹھی ہے کیا بھاگ ری خنیاں کی!

جو کہ بستی اور نپٹ بے خرچ تھے　　چھوٹتے ہی رنڈیوں کے گھر گئے

واں جو گذران پہ کوئی کیا کہے　　خوب ہی چکلے میں جا چوڑے ہوے

اپنے میلانے میں نمایاں رام چند　　جس طرح سے کرتے بینگے دیل کو بند

لوگ اس کے پاس بہر ریشخند　　پڑھتے ہیں یہ مصرعہ شاعر پسند

اپنے آقا کا تو وہ ہمدرد ہے　　رات کو رنڈی ہے دن کو مرد ہے

زیر مشق خلق اس کی فرد ہے　　سنتے ہیں چہرہ اب اس کا زرد ہے

زوری ہی لشکر میں رولا ہوگا

بعد ازاں کہ حضرت جہاں پناہ بہ سمت دہلی نہضت فرمودہ و در رفاقت نواب منیر الدولہ ناظم الہ آباد در آمد چندے درنگذشتہ بود کہ نواب برحمت حق پیوستہ صوبہ الہ آباد در عمل نواب شجاع الدولہ مرحوم آمد از بیکاری روزگار پریشان و مفلوک شدہ در لکھنؤ رسید لیکن با ایں ہمہ لیاقت و قابلیت خود و قدر دانی اہل آں دیار ہیچ ترقی بوی نشدہ بہر حال زمانہ را بخوشی بسر میبرد و در اول مشق سخن بخدمت میرزا رفیع نمودہ بود، حالا از کثرت مشق خود کوس استادی مینوازد:

مت دکھا تو اے ہلال عید اپنا رو مجھے　　یاد آجاوے گا اس کا گوشۂ ابرو مجھے

درد پہلو گر نہ بخشے بیقراری تو مجھے　　آہ پھیرے کون اس پہلو سے اس پہلو مجھے

آج سر پر خاک ڈالوں ہوں کل ہی کی بات ہے　　جائے تکیہ تھا میسر یار کا زانو مجھے

کیا دیار دوستی میں اب یہی انصاف ہے　　میں دعا دوں تجھ کو ظالم گالیاں دے تو مجھے

وا نہیں ہوتے کا میرا غنچۂ دل اس بغیر　　کیوں لیے جاتے ہو یار و سیر گلشن کو مجھے

نہ گل رہے نہ وہ چمن آباد رہ گئے　　پر ہم کو باغباں کے ستم یاد رہ گئے

اہل جہاں جو دینے سیتی داد رہ گئے　　ناچار ہم بھی کرنے سے فریاد رہ گئے

دو چار روز دہر میں سب عیش کر گئے　　اک بے نصیب ہم تھے کہ ناشاد رہ گئے

جب سے نظر پڑی ترے مکھڑے کی آب و تاب　　آئینہ دیکھنے سے پریزاد رہ گئے

میرے جیتے غیر کو بوسہ دیا چاہے ہے تو　　جان میری کیا کسی کا جی لیا چاہے ہے تو

اب تو خرمن سوز تاب و صبر عالم کا تو ہے　　کیا کہوں اے برق وش کچھ زور ہی چمکا ہے تو

خبر لے اے دل صد چاک غافل کیا تو بیٹھا ہے　　کہ شانہ بے طرح اب یار کے پٹوں میں بیٹھا ہے

وصل کی شب ہائے کیا جلدی سی ہو جاتی ہے صبح　　سب مزہ دلدار کی صحبت کا کھو جاتا ہے صبح

لب خشک چشم تر ہے، منہ زرد ہو رہا ہے　　کیا راز عشق اپنا بے پردہ ہو رہا ہے

قرار و صبر، خواب، ہوش اب کرتے ہیں رم ہم سے　　جدائی میں تری جاتا ہے کیا کیا کچھ صنم ہم سے

ہم اتنے جاں بلب ہیں جیسے ملتا ہے دم ہم سے　　تپش دل کی عبث کاوش کرے ہے ہمدم ہم سے

اڑے کا دھجیاں ہو کر گریباں تاب طاقت کا　　بہت گستاخ ہے ظالم ترا دست ستم ہم سے

معیں کوچے میں ان کے آن کر بیٹھے سو بیٹھے ہم　　اٹھا جاتا نہیں اے یار جوں نقش قدم ہم سے

شہر میں کوئی گھر نہیں اس کا جہاں گذر نہیں　　جلوہ نما اگر نہیں میں ہوں جہاں ادھر نہیں

چاہا تھا قاصد آپ ہوں منت نامہ بر نہ لوں　　اڑ کے میں تجھ سے جا ملوں پر مرے بال و پر نہیں

میکشی بد نہ سمجھو دیتی ہے یہ خودی کو کھو　　عیب اگر بلطف ہو تو وہ کم از ہنر نہیں

کیوں دلا صبر کلید دل مقصود ہوا　　جس کو نقصان تو سمجھا تھا وہی سود ہوا

ایک ہی خاک کے پتلے ہیں سب انساں لیکن　　کوئی مقبول ہوا اور کوئی مردود ہوا

ای قوی پنجہ ضعیفوں سے حذر کرتا رہ　　دیکھ کب عہدہ بر آپشے سے نمرود ہوا

سبزہ کہتے ہیں غلط لوگ تمہارے منہ پر　　یہ تو آہوں کا ہماری اثر دود ہوا

عشق سے باز آ دلا وقت ہے انگریز کا　　کوئی فرنگی بچہ تجھ کو نہ دے گل کہیں

جوں پشم کی تختی، اگر اس راحت جاں کو　　چھاتی سے لگا رکھیے تو دل کا ہے کو دھڑکے

ایک دم کی ہوا پر اے مغرور　　کھینچ مت جوں پتنگ آپ کو دور

اے دل دیوانہ کہ چھٹنے کی کیا تدبیر ہے　　سر پر آئی فصل گل اور پاؤں میں زنجیر ہے

خوابیدہ بخت کب ہیں سزاوار رنگ سرخ　　ہم اور خاک تیرہ صنم اور پلنگ سرخ

دو عاشق اسکے سامنے لڑکے جو ہوں شہید　　وہ خانما خراب سمجھتا ہے جنگ سرخ

یہ جان تاب و تب ہجر سے جلی، افسوس　　کسی نے آکے خبر ایک دم نہ لی، افسوس

اٹھا ہی دیتے ہیں اہل محلہ اس کو آہ　　معیں سے چھٹتی ہے پیارے تری گلی افسوس

قاصد کہتے ہیں شب تلک آتا ہے　　یہ جا، کوئی دم میں لب تلک آتا ہے۔

طے ہو گیا انتظار میں نامۂ عمر ——— عرض کا جواب اب تلک آتا ہے

جانا تجھ بن چمن میں کچھ لطف نہیں ——— جانا تجھ بن چمن میں کچھ لطف نہیں
آنا گل گشت کو شتابی ورنہ ——— جانا تجھ بن چمن میں کچھ لطف نہیں

ایں رباعی در صنعت تجنیس مثل بامی شخصیست کہ گفتہ:

متوالے شراب کو چھپا کر لانا ——— متوالے شراب کو چھپا کر لانا
ہے دختر رز کی پاس حرمت منظور ——— متوالے شراب کو چھپا کر لانا

دیدار کا شوق یار حد سے گزرا ——— وعدوں کا ترے شمار حد سے گزرا
پتھرا گئیں آنکھیں دیکھتے دیکھتے آہ ——— آجا کہ اب انتظار حد سے گزرا

۲۴/۳۰۴ خواجہ بخش منتظر تخلص از شاگردان حضرت بیتاب الٰہ آبادیست سلمہ اللہ تعالیٰ چون بخشش الٰہی شامل حال او بود از اوائل محبت شعر در دل استاد جا گرفت و ترشحش منظور نظر شریفش گشت. در اندک زمانہ در شیرین زبانی و خیال بندی از اماثل خود بہتر گشت. ابتدائے حال شاباش بود، بسبب ملامتے کہ داشت خود را بجدے دوری کشید و در خود آرائی بمرتبہ میکوشید و بجانب احدی بچشم محبت نمیدید. ناگاہ در دام محبت و ارادت آغا میرزا کہ یکی از مسند نشینان گل خاکساری و کاملے از منزل گزینان وادی سالکی بود در افتاد، از برکت صحبت وی خود نمائش بخود فراموشی مبدل شد و بجائے خود آرائی و عجز و انکسار برگزید. آخر ہمراہ وی از الٰہ آباد بفیض آباد رفت و مدتی در خدمتش بسر بردہ، بعد از آن نمیدانم کہ چرا از خدمت وی جدا شدہ باز ہوائے طلب دنیا در سر آوردہ، وقتیکہ مؤلف در عظیم آباد بود، وی ہم برفاقت یکی از صاحبان انگریز آنجا رسیدہ، چون خبر آمدن منتظر بدل منتظر و مشتاق رسیدہ، طاقت انتظار طاق شد. آرزوی دیدنش کردم، بمجرد استماع خبر قدوم گرامی برادرم، دام ظلہ جہت ملاقات آمد و سخنہای بسیار نمودہ، خیلے خلیق و متواضع و یار باش و گرم اختلاط دیدم و از سخنوران عظیم آباد تعریف خوش گوئی بسیار شنیدم و قطع نظر از شعر گوئی شعر خوانی او ناخن بدل میزند و شیرین زبانی او سامعان را از دل خود می برد:

تیرے سے میاں خواہ بھلے خواہ برے ہم ——— لے یار تو خوش رہ کہ ترے در سے چلے ہم
اب روئیں گے لگ کر کے بھلا کس کے گلے ہم ——— اک دل تھا سو اس کو بھی نذر کر کے چلے ہم
ہیں باغ جہاں میں شجر سوختنی آہ ——— اٹھتے ہی ہوئے خشک نہ پھولے نہ پھلے ہم

اس کے دل تک کہاں پہنچ سکتی ہے ——— پھر چل لے آہ کیوں بھٹکتی ہے

بیہودہ اتنا ہے نہ کچھ ایما نہ کچھ تقریر ہے ——— منتظر کے ہاتھ میں شاید تری تصویر ہے

بازار جہاں میں آئے تھے ہم کچھ کر کے خرید جائیں گے ہم
سودا نہ بنا چلے ہیں خالی کیا جا کے منہ دکھائیں گے ہم
بولتا ہے یہ زخم سینے کا فائدہ کیا ہے اس کے سینے کا
ترے غم نے جسے دی آگ سیماب و سپند آسا کوئی سرگرم شیون ہے کوئی خاموش اڑتا ہے
نام خدا قدم تو نکالے ہیں شوخ نے شاید کہ رفتہ رفتہ ادھر بھی گزر کرے
متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتش دل ایک دو آنسو تو اور آگ لگا جاتے ہیں

۲۰۵/۶ تھا زخم دل جہاں وہیں بیٹھا نگہ کا تیر قرباں ہوں اس کے میں جو کوئی گھر میں گھر کرے

میر حمایت علی، مجنوں جوانیست بسیار خوش اختلاط و یار باش دہلی نژاد است۔ از آنجا بتلاش معاش در مرشدآباد آمدہ در حمایت خوشحال چند سیٹھ خوشحال و فارغ البال بود۔ از چندی باعث انقلاب روزگار تخللے در خوشحالی وی افتادہ۔ مشق سخن در خدمت شاہ قدرت اللہ نمودہ بمانیں۔ مضامین را بآئین رنگین در سلسلہ نظم پابند میکند۔ ازوست:

جاں آتش و تن آتش و یہ داغ دل آتش کی عشق نے لے وائے عجب مشتعل آتش
یہاں تک میرے سر پر اس کا سنگ امتحاں ٹوٹا کہ جس کو دیکھنے کے تئیں زمیں اور آسماں ٹوٹا
ڈرنا ہی مناسب تھا خونخوار کی آنکھوں سے مارا نہ مجھے آخر کس پیار کی آنکھوں سے

۲۰۶/۱۰ میر محسن، محسن تخلص دولت زباندانی از خرمنہ محمد تقی، میر اندوختہ و چراغ سخنوری از فروغ استعدادش افروختہ۔

یوسف مصر پہنچتا ہے کوئی تجھ سے دلبر عزیز دلہا کو
حرف، تیرے عزیز لب کا صنم زندہ کرتا ہے نام عیسیٰ کو
مرا رنگ رو اس قدر زرد ہے کہ یاں زعفراں زار بھی گرد ہے
اگر شیخ دوزخ میں گرمی ہے زر مرے پاس بھی اک دم سرد ہے
کیا جانیے وہ شوخ کدھر ہے کدھر نہیں ہم کو تو تن، بدن کی اپنے خبر نہیں

۲۰۷/۲۷ محمد علی خاں، مشتاق خلف ہاشم قلی خاں، داروغہ توپخانہ، نواب ہیبت جنگ مرد بسیار خوش اختلاط و عاشق مزاجست در عظیم آباد بسر می برد۔ گویند دیوانہای ریختہ شاعران ہندوستان و عظیم آباد و مرشدآباد بتلاش تمام جمع نمودہ و پیوستہ مشتاق اشعار و حالات شاعران این زبانست و اشتیاق تالیف تذکرہ در سر دارد۔ شاعر زبردست و ناظم معانی رس است و مضامین تازہ میجوید و اشعار طرحی فوراً میگوید۔ نمی دانم کہ خوشہ چین خرمن کیست۔ این چند اشعارش کہ مسموع شدہ بالفعل در جریدۂ سینہ محزون بود مرقوم میشود۔

یہ دم کب تک مرا ہمدم رہیگا ——— یہاں کوئی کم رہا ہے کم رہے گا
اس عالم کی تو ہے کیا بات لیکن ——— خط آنے پر بھی اک عالم رہے گا
کیا دکھاویں گر نہ وفا کو ہم ——— چشم میں نام کو بھی نم نہ رہا
ہم نے دیکھا ہو اس کی مکھڑی کو ——— ایک دم جن نے دیکھا دم نہ رہا
پرسش کو آیا اس دم جب دم رہا نہ دم میں ——— خانہ خراب کر کے خانہ خراب آیا
ای جنوں جا خبر لے داماں کی ——— اب گریباں تو پارہ پارہ ہوا
کون سا نالہ تھا کہ سر نہ کیا ——— آہ دل میں تری اثر نہ کیا
گو تری طنز کی لائق نہ یہ نالائق تھا ——— غیر کی روبرو کہنا مجھے کیا لائق تھا
کس کی بات تو سنو صاحب ——— بن سنے ہی خفا ہوا لو صاحب
کیا سمجھ ہو اس دل کو جو ہو ساتھ ہمارو ——— دشمن ہو کہ پہلو میں ہو دن رات ہمارے
خواہش جاہ و حشم کچھ نہ مجھے ہو نہ مجھو ——— واقفی اس سے کچھ حاصل نہ مجھے ہو نہ مجھو
ہمیں روکیں تو روکیں منہ پہ اس کے آستیں رکھ کر ——— کسی کا منہ نہیں جو منہ پہ آئی دیدۂ تر کے
بجلی ہی یا کڑا چمکتا ہی ——— پاؤں میں کیا پڑا چمکتا ہی

۱۲/۲۰۸ میر باقر مخلص علی خاں مخلص تخلص در مرشد آباد است غزال افکارش در کمال حسن و جمال و لو زسان اشعارش در نہایت غنج و دلال، از ظرفای زماں و خوش گویان دوراںست مخلص نازنینان معانی و شفق پری رویان وادی سخندانی از وست:

آئینہ روکر دل میں کوئی راہ کیا کرو ——— دم مانگنے کی بات نہیں آہ کیا کرو
نام تیرا ورد ہو اس دل کو یا مشکل کشا ——— کر تو آساں میری ہر مشکل کو یا مشکل کشا
کیا عبث میں علاج داغ کروں ——— خانۂ دل کو بے چراغ کروں
یار بن کس کو ہوس جینے کی ہے اے جلاد ——— گر جدا سر کو جو کرنا ہو تو کر، بسم اللہ
مجھو قاتل ترے سر کی قسم ہو ——— نہ چھوڑوں گا قدم جب تک کہ دم ہو
کبھی نہیں ہو لیتے بندوں سے اپنے ——— بتاں کی میں عجب دیکھی خدائی

۴/۲۰۹ میر ماشاء اللہ مصدر تخلص چوں اسم خود ماشاء اللہ مصدر فضائل پسندیدہ و معدن خصائل سنجیدہ، در زکت فہمی و حاضر جوابی یگانہ زمانہ و در ہنرمندی و سخندانی یکتای دوراں. قامت قابلیتش بخلعت اوصاف آراستہ و چہرۂ استعدادش

بزیور علم و ہنر پیراست۔ در علم طبابت مہارت کلی دارد و در علم حکمت حذاقت بنہایت. فوصوابش شفا بخش اذہان سقیم و اشارات روح افزایش در قانون نجات بخشی از امراض بنہایت مستقیم جرعہ کش مصطبۂ زبان آور لیست و بادہ نوش محفل لسانی و سخنوری. لیکن حیف کہ غبار زیادہ گوئیش آئینہ جمال کمالش را مکدر ساختہ و از خود نمائی کہ دارد سخنش از پایۂ ایقان اعتقاد افتادہ و عمر خود را قریب صد سال می گوید لیکن بر چہرہ اش دلالت نمی کند کہ این قدر مرد سال خوردہ باین قوت و توانائی باشد تا حال در چشم بینندگانِ جوان معلوم می شود۔ از لطافت کلمات اوست کہ ہر کہ در خاندان او صد سالہ شدہ می میرد او را می گویند جوان مرد۔ اکثر از جودت طبیعت اشعار نامربوط منتظم میسازد و بیت ہزاری و دو ہزاری چہار و پنج و علی ہذا القیاس نام می گزارد۔ لہذا اشعارش کہ خالی از چاشنی و لطافت نیست آن ہم بے اعتبار گردیدہ۔ حقا کہ در بعضی اشعار فارسی مضمون خوب می بندد۔ روزی در لکھنؤ اتفاق تلاقی رو دادہ بود در اثنائے آن ابیات چہار ہزاری و پنجہزاری این چند اشعار خواند کہ پسند طبع افتادہ:

قاصد اشک نہ استاد کہ پرسم خبری	گرم از وادی دل آمد و بیتاب گذشت

باز دل شد اسیر دام کسے	رفت از خویش و گفت رام کسے

نیم بسمل گذاشت صیادم	وای بر کار نا تمام کسے

اشعار ہندی وی نیز از ہمی قبیل است. غرض این ہم بس غنیمت است۔ مدتی در بنگالہ در سرکار ناظمان آنجا بکمال عمدگی میبود. بعد برہمی وضع بنگالہ بطرف ہندوستان رفت و در سرکار نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ مرحوم اقتدار کلی و تقرب بحد بہم رسانید. مدت حیات نواب مرحوم باو بکمال تقرب بسر میبرد. بعد وفات نواب چندی در سرکار خلف وی نواب آصف الدولہ بہادر نیز زمانہ را گذرانید. آخر الامر امسال کہ سنہ یکہزار و یکصد و نود و چہار ہجریست کشیدہ خاطر شدہ رو بہ لشکر نواب ذو الفقار الدولہ میرزا نجف خاں بہادر کہ قدر شناس اہل فضل و کمال است آوردہ نمیدانم کہ در آنجا کجا ہست:

تیرے نقش قدم کو لائیے گا	کعبا اپنا الگ بنائیے گا

مستی کی دھڑی اور کیا پان کی لالی ہے	شب خون کے کرنے کو یہ وضع نرالی ہے

این وقت این بیت بخاطر گذشتہ. معلوم نیست از کیست. لیکن مضمونش بنہایت نازکی دارد:

مسی پر سرخی پان دیکھ میری عقل بھولی ہے	کہ ہے خورشید تاباں اور اس پہ شام پھولی ہے

۲۸/۲۱۰ خواجہ محترم خاں محترم، خلف خواجہ محمدی خاں برادر خواجہ عاصم خاں شور ماجرای بود یاش ہر دو برادر یکیست لہذا تکرار ناگوار آمد۔

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد	طبیعت را ملال انگیز باشد

او نیز درین فن شاگرد حضرت عشق است کہ از حسن خلق و تواضع معزز و محترم زیست میکند:

دل حلقہ بگوش ہو گیا ہر چند سنبھالا	کیا طوق محبت ہے ترے کان کا بالا

کیوں کر مرا افسانہ کسو کو پسند ہو　　سمجھے وہ دردِ دل جو کوئی دردمند ہو

لے چشم مری موتیوں کا ہار نہ ٹوٹے　　یہ اشک مسلسل ہی رہے تار نہ ٹوٹے

جو دل سے گرا اہلِ دلوں کے سو کدھر کا　　دنیا کا نہ دیں کا نہ ادھر کا نہ اُدھر کا

ہمدم نہ فکر کر، کہ مرا کام ہو چکا　　جو دل نہیں ہے تو مجھے آرام ہو چکا

بستا ہے تو میری یار جی میں　　بس پر بھی نہیں قرار جی میں

سر کے تئیں ہاتھ سے ہم اپنے قلم کرتے ہیں　　یہ تو رستے ہے نہ ہو یار جو ہم کرتے ہیں

دل ہی افسردہ ہوا، شادمانی پھر کہاں　　ہم تو وہ ہی ہینگے لیکن نوجوانی پھر کہاں

مجبور ہو گیا ہوں میں سخت دل کے ہاتھوں　　دیکھا نہ تھا سو دیکھا کمبخت دل کے ہاتھوں

گن کے قدم رکھے تھا یار یک دو سہ چار پنج و شش　　مر گئے ہم نے خاکسار یک دو سہ چار پنج و شش

محترم کیا ہوا تری دل کو　　دم میں روتا ہے دم میں ہنستا ہے

مشفقوں نے مری کہا اس سے　　کہو تو محترم کو یاں لا دیں

کہنے لگا کہ شرط کر لو تم　　اپنی مجلس میں ہم جو بلوا دیں

رونہ دیوے کہ اس کے رونے سے　　ساری مجلس کے نہ جیسے جاویں

۸/۲۱۱　عبداللہ خاں ساری مسافر تخلص نمازی پوری جوانیست اثیار ہندوستان و مستمند مخلصان، اکثر جہت تلاش معاش مسافر می باشد و گاہ گاہ فکر ریختہ میکند، از وست:

اے بلبلو نہ پوچھو کچھ جورِ باغباں کا　　خس بھی رہا نہ باقی گلشن میں آشیاں کا

غنچے جو تنگ دل ہیں گلشن میں کیا سبب ہے　　شاید کیا صبا نے کچھ وصف تجھ لباں کا

کس کس کی کشمکش کے عہدے سے کوئی بر آوے　　یہ جورِ باغباں کا وہ ظلم گلرخا ں کا

تو نے مسافروں کو اتنا کبھی نہ پوچھا　　آتے ہو تم کدھر سے اور قصد ہے کہاں کا

۱۲/۲۱۲　میر قمر الدین منت تخلص از مصاحبان نواب عماد الملک غازی الدین خاں بود، در مجلس نواب با سخنوران ہم سخن بود و زبان آوران ہم نشیں. قمر سپہر سخنوریست و نجم برج زباں آوری از خوش گوئیش سخن مرہون منت شدہ و از ادا بندیش مضمون ممنون فصاحت گشتہ بعد انقلاب روزگار از نواب رفاقت و اگذاشتہ جہت تلاش روزگار در لکھنو رسیدہ مدتی در آں دیار بسر بردہ اکنوں ندانم کجاست:

مدعی اس سے سخن سازی پہ سالوسی ہے ۔ پھر تمنا کو یہاں مژدۂ مایوسی ہے
عوض درد مزہ سیتی بھری ہیں پیاری ۔ جس لب زخم ز شمشیر تری چوسی ہے
آہ اے کثرت داغ دغم خوباں کہ تمام ۔ صفحۂ سینہ مرا جلوۂ طاؤسی ہے
ہے مری طرح جگر خون ترا مدت سے ۔ اے حنا کس کی تجھے خواہش پابوسی ہے
تہمت عشق عبث کرتے ہیں مجھ پر منت ۔ ہاں یہ سچ ملنے کی خوباں سے تو نک خوسی ہے

پیش ازیں از اکثر مردم شنیدہ بودم کہ ایں ریختہ از نتائج فکر گنا بیگم، حرم نواب موصوف است واو ہم منت تخلص می‌نماید لیکن چوں در عظیم آباد تذکرہ این معنی بمرزا فدوی درمیان آمد گفتند کہ منت تخلص میر قمر الدین است نیز ایں اشعار زادہ‌ای طبع اوست. لہذا ایں اشعار در ذیل احوال میر قمر الدین نوشتم من بعد المراجعت چوں اتفاق ورود بلدۂ فرخ آباد رو دادہ از میرزا مقبول خلف یقین کہ مدتے در حرم نواب پرورش یافتہ معلوم شد کہ گنا بیگم در اوائل منت تخلص می‌کرد، چوں از میر قمر الدین منت مطلع شد ایں تخلص موقوف نمودہ از آں زماں در مقاطع اشعار ہیچ تخلص نمی‌آورد و بیگم ہم اشعار خوب دارد چنانچہ می‌آید۔

۱۶/۲۱۳ میر غلام حیدر مجذوب خلف رشید میرزا رفیع سودا شاعریست بسیار عضبوط و با شاہدان معانی مربوط اگرچہ در شعر گوئی کم گوئی شعار ساختہ، اما ہرچہ می‌گوید ناخن بدل می‌زند طبع رسای سخنوراں بسوی کلامش مجذوب و کرادای زباندناں باستماع کلامش مرغوب:

اشک آنکھ میں ہو عشق سرتا دل میں غم رہے ۔ یہ گھر ہے وہ خراب جو آتش سے نم رہے
تنگ ہم اس طرح جہاں سے چلے ۔ یاد بھی کچھ نہیں کہاں سے چلے
چاہوں مدد کسی سے نہ اغیار کے لیے ۔ میں بھی تو یار کم نہیں دو چار کے لیے
آہ میں اپنی اثر ڈھونڈے ہے اے مجذوب تو ۔ سرو میں ہم نے نہ لگی اب تک پھلیاں دیکھیاں

۴۰/۲۱۴ شیخ ولی اللہ، محب اصلش شاہجہاں آباد است. جہت سعی روزگار از آنجا در فرخ آباد آمدہ، مہربان خاں رند کہ مہربان حال شعرا و محب بلند طرفا بود بکمال مہربانی بتفقد احوالش پرداختہ بعد بر ہمی طبقۂ دولت احمد خاں چوں مہربان خاں از آں دیار برآمد و در لشکر نواب ذوالفقار الدولہ آورد وی بسبب پابندی عیال از وجدا شدہ در فرخ آباد ماندہ، اشعار دلچسپ و پرمضمون دارد۔ ایں چند اشعار در فرخ آباد بطریق ہدیۂ دوستانہ بنظر مؤلف گزرانیدہ۔

نہ مال و زر کی منعم، داغ کو چھاتی پہ دھر لیجا ۔ چلا تو جب کہ دنیا سے، تو نیکی کا ثمر لیجا
خریداری جو ہو منظور جنس رستگاری کی ۔ بجائے گنج گوہر ساتھ اپنے چشم تر لے جا

جہاں میں کون ہے اپنا نہ جاں اپنی نہ تن اپنا   نگہ ہے بعد اپنے یادگار اپنی، سخن اپنا
سبکدوش اس قدر دنیا میں ہوں بار علائق سے   کہ جوں گل ہے لباس زندگی اپنا، کفن اپنا

دل مومن خدا کا گھر ہے، یاں عشق بتاں پایا   غلط ہے یہ، کسی کے گھر میں کوئی گھر نہیں کرتا

تو اور تری چاہ پوچھنا کیا   صدقے تری، واہ پوچھنا کیا

ہم دل جلوں کو شوق کہاں سیر باغ کا   کرتے ہیں دید اپنے ہی سینے کے داغ کا

ہم سے ملنے کی اس قدر خواہش   وہ بت بے وفا نہیں رکھتا
جانتا ہے کہ نقد دل کے سوا   یہ محب مال و زر نہیں رکھتا

دوستی چھوڑ چھڑا دے کسی کو کس طرح   بند ہوتا ہی نہیں رستہ دلوں کی راہ کا.

دل تو پہلے لے چلا اب کیا ہے مطلب آپ کا   بے تکلف وہ بھی کہہ دیجیے کہ ہے سب آپ کا

دیکھو جلوہ اس کی قامت کا   فتنہ انگیز ہے قیامت کا

قطرہ اگر پیے مے گلگوں کے جام کا   پھر محتسب مبالغہ ہووے حرام کا

صحرا میں چار باغ گل و گل ہیں بو ہوا   جس رنگ میں نمود ہوا یار تو ہوا
اس بزم میں کسی کو ملا غم، کسی کو عیش   ساغر کو خندہ، گریہ نصیب سبو ہوا

قطرۂ اشک جو اس دیدۂ تر سے نکلا   ایک سے ایک فزوں قدر گہر سے نکلا

آ آ آج گلستاں میں بہ بہ (وقت) صبح لے جا   تہ تہ تیری بو سے گل کا، پہ پہ پیرہن کیا وا

جہ جہ جی میں ہے کسی کے جیہ جیہ چھوڑتا نہیں ہے   حہ حہ حال میرے دل کا خہ خہ خال تیرے لب کا

شب فراق میں تجھ بن جو ماہ نکلے ہے   فلک تلک مرے سینے سے آہ نکلے ہے

محب اس کے آنے کا وعدہ تو کل ہے   سویاں آج ہی آن پہنچی اجل ہے

۲۱۵/۱۴، مقبول نبی، مقبول تخلص خلف انعام اللہ خاں جوان مقبول دلہا و سادہ مزاج بے ریاست دریں ولا در فرخ آباد است. از گردش روزگار در کمال پریشانی بسر می برد و باوجود کمال خوش نویسی و خطاطی در چشم اہل روزگار بے قدر است. اشعار اساتذہ قدیم و حال ہزارہا از بر دارد و محبت ذکر با شعرای زبان ریختہ جبلی است، منازل بشوق تمام شعر اطلاع مینماید. چوں پدرش در خرد سالی ذائقۂ شربت مرگ چشیدہ، وی از دولت صحبت پدر محروم ماندہ مشق سخن از شیخ ولی اللہ محب مینماید. از دست:

پھیرے خدا رقیبوں سے جی میرے یار کا   اتنا ہی مدعا ہے دل بے قرار کا

آئینے کے سوا کرے کس کی طرف نظر — وہ مبتلا ہے اپنے ہی نقش و نگار کا

اگر عزم بالجزم ہے قتل کا — تو نصر من اللہ فتح قریب

میرے پہلو میں رہ کے کیا لے گا — تو بھی جا دل جدھر کہیں ہے چشم

اس گل کو ہم سے ملنے میں ہے ننگ اب تلک — جوں غنچہ ہر سحر ہے یہ دل تنگ اب تلک

تڑپے ہیں کئی طالب دیدار تمہارے — یک حشر بپا ہے سر بازار تمہارے

وہ مردمک دیدۂ عشاق ہے واللہ — جو خال ہے چہرے پہ نمودار تمہارے

۲۱۶/۸، گنا بیگم منت تخلص، حرم خاص نواب عماد الملک صبیۂ علی قلی خان والہ داغستانی بعہد خود در حسن ملاحت بے نظیر بود و در سخنوری و فصاحت عدیل خود نداشت، شہرۂ خوبروئی وی خوبرویان جہان را در دریای خجالت انداخت و آوازۂ خوشگوئی از خوشگویان زمان را حیران ساخت. خلقے باستماع حسن خداداد آن خورشید سیما ذرہ وار والہ و مفتون شدہ و علی الشوق دیدن آن لیلای ماہ لقا مجنون صفت از خود رفتہ. بیش از آن کہ آن گل گلزار ملاحت غنچۂ ناشگفتہ و گل جیب نادریدہ بود، مثال نسیم بوی از آن بمشام نظارہ بازان گلہای چمن خوبروئی رسانده، دہر یکے را ہوای شمیدن شمائم وصالش بدماغ جا گرفتہ امرای اطراف را پیوستہ تمنا بدست آوردن آن گلدستۂ رعنائی بدل می گردید و خار خار این شوق در صفائح سینۂ عمدہ ہای اکناف می خلید ولیکن دہر باغبان تقدیر بلا منت و احسان آن گلدستۂ تر و تازہ را بدست قسمت نواب عماد الملک بہادر نہاد و نسائم وصالش را در نصیب وی ساخت. پس مدتہا طالب و مطلوب بکام دلہا رسیدند و پیوستہ ساغر عشرت پیمودند و از غم زمانہ فراغت گزیدہ بکمال سرور بسر می بردند. آخر الامر در ایامی کہ نواب از جرگۂ گوہد می آمد و کنیز چون جان با جسم ہمقرین نواب بود، اتفاقاً در نور آباد کہ ما بین گوہد و گوالیار واقع است بسواری بیگم قدری پیشتر از سواری نواب رسید بیگم از آبدار آب طلبید تا تشنگی فرونشاند، آبدار از چاہیکہ بر سر راہ بود قدری آب برآوردہ گذرانید. خوردنش ہمان بود و جان دادنش ہمان. خدا داند کہ دران آب چہ زہر ہلاہل و زہر قاتل آمیختہ بود کہ بمجرد گذشتن از حلق جان عزیز آن نازنین را بیرون برد. نواب بعد حلقش بر سرش رسید ہر چند سر بر سنگ زد ولی ہیچ حاصل ندید. آخرش نعش وی را ہمان جا امانت گذاشتہ بگوہد آمد بعد مدتی از آنجا نقل نمودہ بدہلی فرستاد. الغرض بیگم در سلیقۂ شاعری زیب النسای مجالس نکتہ دانی بود و در شیوۂ حاضر جوابی نورجہان ثانی. طبیعتش بغایت موزون و فکرش نہایت دلچسپ و با مضمون. در اوائل منت تخلص می کرد چون شنید کہ منت تخلص شخصے دیگر است اب منت نیاوردہ موقوف نمودہ. در اشعار وی بسیار اختلاف است. مردم اشعار میر سوز را اکثر بنام وی میخوانند. روزی مذکور این معنی از میرزا مقبول نبی نمودم. وی بیاض مسودۂ دست بیگم آوردہ بمن نمود این چند اشعار از وی برچیدم:

جس طرح لگی دل کو مری چاہ کسو کی — اس طرح نہ لگیو مری اللہ کسو کی
اب زلف درازاپنی کو ظالم نہ گرہ دی — کیا فائدہ جو عمر ہو کوتاہ کسو کی
ہر ایک پہ تم جو رجو کرتی ہو پیاری — دھڑکی ہی مرا دل نہ لگی آہ کسو کی
نہ نامہ نہ پیغام نہ زبانی نہ نشانی — حالت سے کوئی کیوں کہ ہو آگاہ کسو کی

بلبلو تم کو وہ گلزار مبارک ہووی — ہم کو وہ سایۂ دیوار مبارک ہووی
رات دن جس لیے روتی ہو سبح اللہ کو — انکھڑیو تم کو وہ دیدار مبارک ہووی

ایک تو رسوا کیا عالم میں تیری نیہ نے — دوسرے سننے پڑے لوگوں کے طعنے مہنے

ہم سے بیزار ہوا خوب ہوا لو پیارے — اب تمہیں صحبت اغیار مبارک ہووی
سیکھ لی تم نے طرح ناز وادا کی ظالم — اب ہوئی پوری طرحدار مبارک ہووی
آہ ایسی نہ ہوئی کوئی گھڑی قسمت میں — کہ ہماری بھی شب تار مبارک ہووی

اس کا پیغام مجھے کیوں کہ زبانی آوی — نام سنتے ہی مرا جس کو گرانی آوی
جھوٹ کہتا ہی ارے قاصد یہ زبانی پیغام — مجھ کو باور نہیں جب تک نشانی آوی
دین و دنیا سے سروکار ہی کس کافر کو — رات دن فکر یہی ہی کہیں جانی آوی
ناصحا کہنے سے تیرے تو کروں منع شراب — شرط یہ ہی جو اگر پھیر جوانی آوی

اشک امڈا ہو (تو) پھر ضبط سی کم رکتا ہی — ناصحا اٹھ مری بالیں سی کہ دم رکتا ہی

زلف کا کھولنا بہانہ ہی — مدعا ہم سی منہ چھپانا ہی
اب تو جاتی ہو اس طرح ہم سی — کبھو پھر بھی تو منہ دکھانا ہی

شب کو طلب میں تیری میاں ہم جھنک جھنک — جوں حلقہ در پہ دی گئی سر کو پٹک پٹک
میرا بھی مشت خاک کا تک پاس ہی ضرور — ای جان یوں چلیو نہ دامن جھٹک جھٹک

یوہیں جو تپش دل پہ ہر اک آن رہی گی — پھر کاہی کو اس دکھ سی مری جان رہی گی

جس کا جی چاہی ادا تجھ میں میاں سو تو نہیں — گل تصویر میں گو رنگ ہوا بو تو نہیں

شمع کو چہرۂ دلدار سی کیا نسبت ہی — کیوں کہ وہ ہی رخ خنداں وہ یہ فانی صورت

دکھ دی چلی ہو مل کی مری جان واہ واہ — اچھی نکالی تم نی یہ پہچان واہ واہ

مت کر خیال دل تو رخ و زلف یار کا
دن اور رات صبح ہوا ری کہاں کہاں

کل تم جو میری پاس سے فی الفور اٹھ گئے
فرمایئے یہ آپ سدھاری کہاں کہاں

داغوں کو میری سینہ کا مت پوچھ کچھ شمار
گنواؤں تجھ کو عرش کی تارے کہاں کہاں

یہ ہوا اور ابر باراں سر پہ چھایا ہی طرح
یار بن برسات آنکھوں نے دکھایا ہی طرح

اس وعدہ خلاف کا نہ آنا
جانا کہ کیا صرف بہانا دے؟

ہماری خاک پہ جب یار نے گزار کیا
دم مسیح نے سر سے آشکار کیا

آیا نہ کبھی خواب میں یہ وصل میسر
کیا جانیے کس ساعت بد آنکھ لگی تھی

عرق گرتا ہے اس کی زلف سے اور دل سہمتا ہے
کہ شب تاریک ہے اور ٹوٹتی ہیں دم بدم تارے

بسان شمع جلتی ہوں کہ جوں جوں صبح ہوتی ہے
تجھے اٹکھیلیاں سوجھیں ہیں میری جان جاتی ہے

گویند روزے عماد الملک در خواب بود بر بالیں وے بیگم آمد چوں غافل دید برگشت ناگاہ نواب بیدار شد و ایں مصرع بدیہہ خواند: "آکر ہماری لاش پہ کیا یار کر چلے" بیگم فی الفور گفت: "خواب عدم سے فتنے کو بیدار کر چلے" بعد ازیں ریختہ را تمام کرد:

میری دل حزیں کو جو افگار کر چلے
اے واہ واسیاں یہ بھلا پیار کر چلے

کیا سر تھا نہ جانیے گلشن میں آن کر
بلبل کو گل کی شکل سے بیزار کر چلے

آباد رہیو پیر مغاں اب یہ میکدہ
ہم بھی ہوں کو یاں تراب اک بار کر چلے

جاتی جو ہو سپہر ہی ہو گرد و غبار سے
تیر نگس کے دل کی یہ مسمار کر چلے

ہم سے کرتی ہے تری زلف کجی کیا کیجے
دل مرا لی کے یہ کہتی ہے زنجی کیا کیجے

دیکھیں تیری بغیر اب تو نہیں رہتی چشم
اس کی تدبیر کہو اب تو اجی کیا کیجے

۲/۲۱۷ یار علی خاں، مستمند تخلص یار باش و مستمند عاشق مزاج و دردمند معلوم می شود از وست:

لگی ہے جس طرح میری دل بیتاب میں آتش
نہ دیکھی ہوگی تو نے شمع ایسی خواب میں آتش

۲/۲۱۸ مجنوں تخلص نو سلے است نبیرۂ راجہ کشن ناتھ کہ دیوان محمد شاہ بود. سر و پا برہنہ مجنوں وار در کوچہ بازار لکھنؤ می گردد و در حالت مستی گاہ بگاہے فکر ہم میکند:

نہ محبت نہ ترحم نہ وفا تجھ میں ہے
کوئی دلداری کی بھی بات بتا تجھ میں ہے

دیکھ لے آپ ہی میں یار کا جلوہ اے دل
مثل آئینہ اگر نقش صفا تجھ میں ہے

نعیم اللہ میرزائی بسیار خوش معاش و خوش اختلاط ہست ودر فیض آباد کہ در عہد شجاع الدولہ بہادر رشک نعیم بود توطن برگزیدہ احال در ہمونجا بکمال رعنائی و میرزائی بسری برد، ایں رباعی بنام او مسموع شدہ:

جو کوئی کسی کو یار کلپاویگا یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پاوے گا
اس دور مکافات میں سن ای غافل بیداد کریگا آج کل پاوے گا

۲/۲۲۰ مرزا علی نقی محشر تخلص کشمیری نژاد است، در لکھنو استقامت دارد وازیں قیامت تخلص کہ یافتہ در مجلس شاعران شور محشر برپا ساختہ ہمیں یک بیت ازوی یاد بود:

دریا میں لیکے لاش کو میری بہا دیا قاتل نے میرے قتل کا یہ خوں بہا دیا

۴/۲۲۱ محمدی بیگم بنت شیخ ولی اللہ، محب می گفت وی زنی بود فاحشہ، عیاش در لشکر نواب شجاع الدولہ بہادر در رسالۂ اسمٰعیل خان بسری برد، بدیہہ گو و حاضر جواب دیدہ ودر مجمع جوانان ظریف ویاران حریف ومنزل گاہ او مرجع ظریفان تماشابیں و حریفان رنگیں نہایت بادماغ وکشیدہ مزاج کمتر پرتو التفات بجانب آیندگان می انداخت ودو ناز وادا خود را بجدی می آراست در عالم عیاشی آن قدر بی التفاتی وکم توجہی از خاص او بود۔ روزی از برای دیدنش رفتم ودر ملاحت و نزاکت زیادہ از شنیدہ دیدہ و سخن آرائی و بدیہہ گوئی احدی نظیر او نشنیدم۔ اشعار فارسی و ہندی اساتذہ ہزارہا از برداشت و برمحل بدیہہ میخواند خود ہم فوراً اشعار پرمضمون و رنگین موزوں می ساخت۔ آئین نزاکت وزنانہ وضعی را بہ حسن روش می آراست از وست:

اگر میری تری لب کے مقابل ہو چبا جاؤں تری آنکھوں سے ہمچشمی کرے بادام کھا جاؤں

و نیز می گفت کہ ایں بیت من است:

قفس میں مر گئی بلبل ترستی نہ دیکھی ہاے پھر گلشن کی بستی

لیکن مقبول طبائع افتادہ از عدم شہرت کسی مرا نشناختہ بدیگراں منسوب میکنند، اشعار من ہست از اشتہار اشعار خود بنام دیگراں عار ندارم محب می گفت کہ اد عا را از ذکار او بعید ندیدم شاید از وباشد۔

۶/۲۲۲ منشی غلام احمد منشی ساکن نارنول از شاگردان مرزا مظہر در انشا پردازی و منشی گری سلیقہ درست دارد۔ از چندی گاہ در لکھنو گاہی در فیض آباد بسری برد۔

چرا لیتا ہے نقد حسن کو آئینہ آنکھوں میں خدا کے واسطے تک کر حیا کو پاسباں اپنا
مگر پیاسا ہے زخم دل تری بیداد کا ظالم کہ تر کرتا ہے آب تیغ سے ہر دم دہاں اپنا

۱۶/۲۲۳ حافظ علی، ممتاز تخلص در میان شاعراں در شاعری ممتاز و شہرہ بحسن تراش با انداز و ساز از شاگردان میرزا

سوداست۔ پیش ازیں در دہلی بود اکنوں بطرف دکھن رفتہ:

میں تیری داغ کو رکھتا ہوں اس لیے دل میں — کہ آشنا کا دیا آشنا کرے تعویذ

۲۲/۲۲۴ شیخ فتح، منصف تخلص عمادی پوری خلف شیخ معشوق علی خداوند حقیقی او را در عین جوانی جامع صفات آفریدہ، مردلیست بسیار منصف بکمال خوبی متصف گرم اختلاط و یاباش عزیز دلہا و طبعش رسا و شیریں کلام و خوش تقریر و لسان بی نظیر پدر وی در عہد نواب صادق علی خاں ناظم بنگالہ مرشد آباد آمدہ، در سرکار وی خدمات عمدہ سرفراز شدہ و بعد وی در وقت نواب قاسم علی خاں نیز بکمال تقرب مباہات داشت۔ بعد برہمی دور عالی جاہی خانہ نشیں گشت۔ وسلمہ اللہ تعالیٰ نیز سپاہی پیشہ است۔ مدتی در سرکار نواب وزیر علاقہ روزگار داشت با مؤلف بسیار مربوط است۔ اشعار فارسی خوب پر مضمون منظوم می سازد۔ گاہگاہ بریختہ نیز می گوید از وست:

جب میں وہ چمن میں یار ہووے — شرمندہ گل و ہزار ہووے
مت دیکھیو اس کی چشم نرگس — آیا نہ وہ پر خمار ہووے
وہ فتنۂ چشم زاہدوں سے — یارب نہ کہیں دوچار ہووے
ہر تیر قیامت اس نگہ کا — لگتے ہی جگر کے پار ہووے

جب تیری گلی سے جائیں گے ہم — واللہ کہ پھر نہ آئیں گے ہم
اس جور و جفا کو تیرے پیارے — ہرگز نہ زباں پہ لائیں گے ہم
کیا تجھ کو کہے گا، ہائے ظالم — جس کو یہ جگر دکھائیں گے ہم
جس دن کہ ملیں گے یار تجھ سے — سب ہجر کے غم سنائیں گے ہم
تو رحم کرے و گر ستم ہی — عاشق ہی ترے کہائیں گے ہم
پوچھے گا جو کوئی ہم سے قاتل — منصف ہیں تجھے بتائیں گے ہم

شتابی لے خبر ظالم کہ میرا کام ہو دیگا — تری دیکھے سے اب دل کو مرے آرام ہو دیگا
کہا لوگوں نے اس سے دیکھ کر یوں ناتواں مجھ کو — کہ اس کے خون سے قاتل عبث بدنام ہو دیگا

کل در پہ ترے جو ہو گئے ہم — دیکھا نہ تجھے تو کھو گئے ہم
بیتابی دل سے گرچہ دم میں — جوں ابر بہار رو گئے ہم
کر غور نظر جو خوب دیکھا — اپنے ہی تئیں ڈبو گئے ہم

جو نقش کہ تھا سوای تیرے ___ منصف ہو جگر سے دھو گئے ہم
یار جو تیری گلی کا منارہ ہو ___ اپنی آنکھوں میں وہی گلزار ہو

۱۴/۲۲۵ میرزا ابراہیم مشتاق از خاک بنارس، خیلی ظریف طبع و رسا معنی یاب و عقدہ کشا بود۔ در عنفوان جوانی مالی خولیا دماغش را در اختلال آوردہ، ہر چند بزرگانش کوشیدند ہیچ سود نکرد، آخر ہمدراں شورش آوارگی اختیار کردہ رفت، معلوم نشد کہ چہ شد۔ ایں چند اشعار وی بر السنۂ مشتاقان مشہور است:

نہ پایا مجلس خوباں میں اتنا اختیار اپنا ___ کہ جوں فانوس کرتے شمع کو ہمکنار اپنا
لوگ کہتے ہیں کہ اب مشتاق دیوانہ ہوا ___ کیا کرے کوئی عزیزاں، دل کہ لگ جاوے کہیں
ای پریزاد تری زلف کی ہو عمر دراز ___ جس کہ اب ہاتھ ہوا حال پریشاں میرا
موے دام محبت میں تو اپنی داد کو پہنچے ___ نہ کر افسوس ای صیاد ہم فریاد کو پہنچے
جلے کو گھر رقیب کا جلتا ہے دل مرا ___ ای برق آہ تجھ میں بھی شرط وفا نہیں
کہاں قسمت ہے ایسی ہم شہیدوں کی کہ آپ آکر ___ جنازے کے اوپر وہ قاتل مغرور رو دیوے
غزالو تم تو واقف تھے کہو مجنوں کے ماتم میں ___ دوانا مر گیا جس وقت جنگل نے پہ کیا گزرا

۳۲/۲۲۶ میر مہدی اگرچہ مؤلف از احوال وی کما ینبغی اطلاع ندارد، لیکن سید پاک نژاد و از قید دنیا و مافیہا آزاد معلوم میشود کہ مولد و منشاء وی شاہجہان آباد است، مدتہا در آں مکان فردوس نشاں بفراغبالی بسر بردہ، بعد خرابی دہلی بمعۂ اطفال و عیال وارد الہ آباد شدہ دست بدامن تقوی زدہ خانۂ توکل را از آلایش دنیوی پاک رفتہ در دامن رضا بقضا انزوا گزیدہ، چاشنی لذت فقر و فنا حاصل کردہ، و بر جفای زمانہ صابر و شکیبا شدہ و عمل بر قول " عز من قنع و ذل من طمع " نمودہ بر عطایای واہب العطایا کہ مقسوم قسمت اوست اکتفا نمودہ۔ در علوم ظاہری خصوص فن طبابت حذاقت کلی دارد و در معرفت توحید و تصوف مہارت بغایت۔ ناظم فارسی و ریختہ است۔ تمام دیوان حضرت لسان الغیب حافظ شیرازی را تتبع کردہ و غزلی برابر غزلی از وگفتہ و دریای معانی سفتہ، شاگرد میاں مضمون است۔ برادر مہین وی میر محمد عسکری سلمہ اللہ تعالی کہ در مرشد آباد بکمال عزت و امتیاز ہستند۔ صنادر و کبار است۔ صاحب طبع لطیف و ذہن ظریف سراپا بحلیۂ مکارم اخلاق و بمکارم اشفاق آراستگی دارد۔ سخن شیرینش گلو سوز نبات است و کلام آبدارش بگو ارائی آب حیات در علم طبابت مسیحائی میکند۔ وقت ورود در مرشد آباد در لقای وی غنچہ خاطر افسردہ شگفتگی میشد۔ لیکن سخت حیرانم کہ دریں ہمہ علو رفعت و جاہ و ثروت چرا از حال مہین برادر خود ایں قدر غفلت دارد۔ زبانی میر موصوف شنیدہ ام کہ وی نیز شعر فارسی برجستہ و خوب می گوید، ایں شعر از وست:

چرخ خونخوار کو لوہو میں ڈبو نہ دیا   ناصحوں نے مجھے دل کھول کے رونے نہ دیا

این چند اشعار نتائج میر مہدی ست :

کہیں رحم انے آوے ، ہے بے رحم وہ ظالم   اے اشک ذرا اس کے تو آگے تو ٹپک جا

گر طالع ہوں امشب مرے بیدار اے مہدی   تو یاد میں اس کی نہ مری آنکھ جھپک جا

اس عشق کے کوچے سے ذرا دل تو الگ جا   یاں آگ ہے ہر بز کی تری دامن کو نہ لگ جا

اگر وہ سرو قد مجھ گھر کھلے بندوں شتاب آوے   چمن میں رشک سیتی قمریوں کو پیچ و تاب آوے

یہ مری دل کا داغ جلتا ہے   لوگ جانیں چراغ جلتا ہے

شمع وجب سے تری ساتھ مری لاگ لگی   تب سیتی شمع کے دل بیچ عجب آگ لگی

نکلے ہو جبھی رخسار مل کے   چمکے یوں ہیں جو رخسار جھلکے

یہ مستی کے سوا ہے کس کی قدرت   کریوے کام تجھ سے ہونٹ مل کے

ترا دل کیوں کہ ہیلے اے مہدی   صنم کرتا ہے وعدے آج کل کے

جھوٹ یا سچ ... لوگ مجھے کہتے ہیں (کذا)   اس میں بھی شک ہے مجھ تیری میاں ہے کہ نہیں

رہٹ کے طور پھرتا ہے یہ کس کی چاہ کے اوپر   عبث اب چرخ میں رہتا ہے ڈانواڈول لیرا

روزی کے واسطے اب کہتا ہے تجھ سے مہدی   مانند آسیا کے پھرتا ہے کیوں تو گھر گھر

کریلے بیچنے کا جھن ارے لے   یہ کھیتی پھرتی ہے کوئی کرے لے

کوئی طرح ملنے کی بھی یار ٹھہرے   کہ تا غم سے کوئی دم یہ بیمار ٹھہرے

نگاہی فقط دیکھنے قابل ہے (کذا)   تری چشم بھی مردم آزار ٹھہرے

مرا احوال سن فرہاد روئے   وہ اپنا کھو دنا پتھر کو کھو دے

۲۰/۲۲۷ محمد علی نالاں تخلص در مرشدآباد معتبری می گفت کہ وی ہندوستان نژاد است و بخوبان سخن آشنا در عنفوان سپہگری بسر می برد. دیوانش بنظر فقیر درآمدہ :

خدا چاہے گا جب ، دنیا میں میرا تب بھلا ہوگا   بغیر از ناخن لطف اس کے یہ عقدہ نہ وا ہوئے گا

سوا ذات علی ہیں اور وسیلہ یاں نہیں رکھتا   مرا کونین میں حاجت روا مشکل کشا ہوگا

ندیم دیار ہیں اب نالہ و آہ و فغاں میری   سوا ان کے نہیں غمخوار ہے کوئی یہاں اپنا

میں اس کے ہاتھ سے فریاد کس کے پاس لیجاؤں ——— ہوا جب دشمن جاں آہ یار مہرباں اپنا

یار جب دشمن ہوا نالاں تو نہیں اس کا علاج ——— زور کیا تقدیر سے چلتا ہے اپنا نصیب

پوچھا میں اپنے دل سے کہ نایاب کیا ہے یاں ——— بولا وہ دو سب ملے ہے نہیں آشنا پرست

گر عدو میری بدی کرتا ہے خاص و عام میں ——— میں اسے رسوا کروں گا باندھ کر دیوان میں

در دیوان وے ایں شعر بنظر آمدہ لیکن بیت حاتم است. شاید غلطی کاتب باشد یا توارد شدہ:

کارواں عمر کا مرے نالاں ——— ہے دیونہی ا روز و ہ شب ذاں فسوس

جفائے یار، تپش دل کی، طعنۂ اغیار ——— عدم سے آکے میں دیکھا اس جہاں کا لطف

مست محفل کو کریں گے مجھے منہ لگنے دو ——— یار دے کہتی ہے یہ بات کھری شیشے میں

۱۸/۲۲۸ میرزا امام بخش، مہیاں تخلص پسر مرزا فوج علی، اصل وطن پدرش دہلی است، در (زرونی) در بلدۂ مرشدآباد آمدہ. ظہور بناں از نہانخانۂ عدم در ملک بنگالہ شدہ. نازنین جوانیست ظریف طبع رنگیں وضع با میرزا ظہور علی ظہور قرابت خویشی دارد مشق سخن در اوائل بخدمت شیخ فرحت اللہ فرحت می نمود، بعد انتقال وے اشعار خود بمیرزا ظہور علی می برد. باوجود نوجوانی و نو مشقی مضامین تازہ میبندد:

چشم یار ہم تو تجھ کو گھوریں گے ——— مست تو ہے تو ہم ہیں دیوانے

کون ساقی یہاں سے جاتا رہا ——— ساری ٹوٹی پڑی ہیں مینائیں

لخت دل اپنے ڈھانپ رکھ اے چشم ——— ہم نے کھائے ہیں یہ بہت کھانے

وصل میں اتنا داغ جلتا ہے ——— دن کو بھی یہ چراغ جلتا ہے

حال جن نے مرا سنا ہوگا ——— ان نے سنتے (ہی) رو دیا ہوگا

گر یہی جور اور جفا ہوگا ——— کوئی کیا تم سے آشنا ہوگا

عید آئی سب خوشی ہوئی از شاہ تا گدا ——— پر میرے گھر میں بن ترے رمضان ہی رہا

ذکر ہر ایک آن ہے تیرا ——— دل میں ہر دم دھیان ہے تیرا

تو نہ تا آئینے کو دیکھ شک ہے لیک ——— یار رو درمیان ہے تیرا

۱۲/۲۲۹ مولوی جان محمد، ناتواں، خلف شیخ غلام مصطفیٰ جونپوری اصل وطن اجداد وے غزنی است. آبای وے از آنجا آمدہ، در یکی از قصبات جونپور استقامت نمودہ سلسلۂ آبای او بحضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرسد تحصیل کتب درسی بخدمت مولانا محمد حسین محزون، نور اللہ مرقدہٗ نمودہ لیکن از قدیم وارستگی در مزاجش بود. او تعالیٰ خاک او را از آلایش مکروفات مبرا آفریدہ

باسنن دنیاداری شناسائی ندارد بجز خداپرستی و خداشناسی مذکور خاطرش نیست، خود را بکمال فروتنی بمدی عاجز و ناتواں میداند و از غایت انکسار و نفس شکنی کمترین خلائق میداند بسبب کشش آب و دانہ بعظیم آباد آمده، بخدمت حضرت شاہ حسن رضا که از خلفای قدوۃ الابرار حضرت شاہ منعم قدس اللہ سرہ است ارادت پیدا نموده در حلقہ مریدانش درآمد، اکنوں اوقات عزیز خود در عبادت و ریاضت بسر می برد، گاہگاہ بمقتضای بزرگی در زبان فارسی و ریختہ اشعار معقانہ می گوید روزی استدعای اشعار او نمودم ایں چند بیت انشاد فرموده، بپاس حقے کہ بر مؤلف دارد خالی بودن ایں تذکرہ از ذکر وی گوارا نکردم چوں شعر گوئی شعار او نیست، اشعارا و از عیب مبرا است۔ یک شعر فارسی نیز روزی بنام خودمی خواند۔ فی الحقیقت ایں یکبیت برابر ہزار بیت است:

آفریں بر ہمت خس دامنش ہر کو گرفت ———— یا سلامت بر کنارش بردیا ہمراہ رفت

جب تلک ہے جی بدن میں نقش ٹک یاد حق ———— پھر یہ نقارہ بجھ سے بجایا نہ جائیگا

ہوتی در یغ مت کر دہر گز فقیر سے ———— پھر ایک دانہ تم سے اٹھایا نہ جائیگا

از اشعار فارسی اوست:

مخور نان خطائی را سوزاں ہیچ دل ہر گز ———— کہ می آرد نیاں در شبہ ایں نان و کباب آخر

۱۴/۲۳۰ محمد شاکر ناجی تخلص بمیدانم کیست۔ او تعالی او را ناجی کند کہ از کلام وی بسیار راضی میشویم:

ہر نگہ ظالم کی نہیں فتنہ سے خالی الحفیظ ———— کیا بلا ہے جس پہ تیغ برنگالی الحفیظ

خون کا پیاسا خامیر ہے جس کھلا ہے بھوپن ———— کیا بلا لاوے گی تیرے لب کی لالی الحفیظ

دیکھ تیرے قد کو تجسیں فاختہ بیتاب ہو دکذا ———— سرو پہ گرتی پھرے ڈالی بہ ڈالی الحفیظ

۱۶/۲۳۱ محمد قائم نیاز تخلص وطن او دہلیست کہ وقت ورود بلدۂ اکبر آباد اکثر کتب فارسی بخدمت شاہ محمد علیم بیتاب سلمہ اللہ تعالی تحصیل نموده، استفادۂ سخن نیز از وکرده دریں ولا در عظیم آباد بشیوۂ سلطی بسر میبرد۔ مشق سخن از میرزا فدوی میکند و با وی نیاز دانی دارد از وست:

وہ آفتاب طلعت مشہور ہے ہمارا ———— اس کو چھپا لکیں ہیں مقدور ہے ہمارا

کیا پوچھتے ہو اس کو اے ہمدم کہوں کیا ———— مدت سے دل بغل میں رنجور ہے ہمارا

میں نے کہا کہ پیارے نت گالیاں ہی دو گے ———— کہنے لگا کہ چپ رہ دستور ہے ہمارا

نظر آیا ہے سنا عشق کی آتش میں کام اپنا ———— سپند آسا تڑپتا ہے دل مضطر مدام اپنا

نیاز ان کے قدم کی خاک کو سر کی کیوں نہ ———— جنھوں کی چشم سے منظور کہنا دے ہے سلام اپنا

آستانے کو ترے چھوڑ کدھر جاؤں گا　　جاؤں گا تب ہی میاں جس گھڑی مر جاؤں گا

تو ایسا ہی ہمیشہ تند خو تھا　　کبھی آگے بھی ہم سے دو بدو تھا

دماغ سیر تھا جب کہ صبا کہہ　　جہاں میں گشت اپنا کو بکو تھا

۸/۲۳۲ خواجہ محمد اکرم، زار تخلص از شاگردان میر تقی است، گویند مردلیست در محبت پریزاداں زار و نزار۔ کلامش بحدی دلچسپ و آبدارانہ دوست:

کیا پرسش احوال جگر سوختۂ عشق　　اس مملکت حسن میں دستور نہیں ہے

۱۰/۲۳۳ نعیم اللہ نعیم تخلص مرد کشیدہ مزاج و دیر آشنا شنیدہ می شود:

صبا جن دنوں جستجو تھی کسی کی　　تلاش ہم کو بھی کو بکو تھی کسی کی

مجھے گل سے یہ رشک آتا ہے بلبل　　اسی طرح ہنسنے کی خو تھی کسی کی

۶/۲۳۴ میر عبد الرسول، نثار تخلص شاگرد تقی میر ساکن اکبر آباد جوانیست پری رویان بدل نثار و در تلاش معانی تازہ بیقرار:

اکثر ہیں دلفگار ولیکن نہ اس قدر　　کتنے ہی ہیں بیقرار ولیکن نہ اس قدر

۴/۲۳۵ شیخ نظام الدین، نادر تخلص ساکن شاہجہان آباد است اشعار تازہ و مضامین نادر دارد۔ از دوست:

بد وضع کو کون چاہے گو کہ ہو اشراف وہ　　کون لیتا ہے وہ نافہ جس میں آدی بوئی شیر

راست رو ہے تو اگر نادر تو کجرو سے نہ مل　　دیکھ تو کج سے کماں کے کس طرح بھاگے ہے تیر

۴۱/۲۳۶ محمد وارث، نالاں تخلص، ساکن عظیم آباد، وارث اشعار رنگین، واقف رموز خوش آئین، کلامش دلہای ساسعاب را نالاں می سازد و اشعارش خاطرہای حاسداں را پریشاں می سازد:

گر نہ ہوتا قافلہ ہمراہ اشک و آہ کا　　پہنچنا معلوم تھا اس تک دل گمراہ کا

دیر و کعبہ پہ نہیں موقوف شیخ و برہمن　　کون سی جا ہے جہاں جلوہ نہیں اللہ کا

دی جگہ تجھ کو خانۂ دل میں　　اس سے بہتر کوئی مکان نہ تھا

مار ڈالا غریب نالاں کو　　بیمروت یہ امتحان نہ تھا

کیوں کر نکل کے دام سے پرواز کیجیے　　صیاد تو گلے کا مرے ہار ہو گیا

نالاں جو ایک دن میں کہا اپنے یار سے　　ملنا بھی اب ترا مجھے دشوار ہو گیا

میری زبان سے ہو نہ پایا سخن تمام　　بولا ہے وہ جھڑک کہ بہت یار ہو گیا

نالاں خموشش درد کو میری بیاں نہ کر — راز نہفتہ خلق میں ظالم عیاں نہ کر

اشک اس چشم کو سفید نہ کر — دیدۂ اس کو نا امید نہ کر

مہربانی کی ٹک نظر رکھنا — اپنے بندوں پہ ای غریب نواز

ہیں جمع آج ناوک مژگاں کے شوق سے — تیری شکارگاہ میں صید حرم تمام

رو نہ کام کرنہ پوچھا باعث — کیوں کر میں کہوں کہ یار تجھ د. بن ہا

مرتا ہوں گو کہ آرزوئے وصل یار میں — لیکن ملی ہے زور مزا ہجر یار میں

ای چشم، راز عشق کو افشا نہ کیجیو — ناحق کسی غریب کو رسوا نہ کیجیو

اپنے دل کا تو ایک حال نہیں — کہیے کیا کیا کسی سے یا اللہ

سو گئے طالع بیدار مری ای یا رب — یار بالیں پہ جب آیا مری تب آنکھ لگی

نالاں خیال روئے صنم جسکے دل میں ہوئے — رکھ کر بغل میں اپنی وہ قرآن کیا کرے

رحم نہ بھی چاہے ستم کیجیے — ہم سے ملاقات نہ کم کیجیے

غیر کم ظرف کی شادی ہو مجھے کیا نالاں — ایک دن مجھ کو بھی اس بزم سے اٹھ جانا ہے

جس وقت تو پسند کرے یہ مکان چشم — و وہیں نکل کھڑے ہوں مردمان چشم

در اشعار ریختہ بہتر ازیں کم شعر بسمع رسیدہ، لیکن ہمیں بیت از محمد عابد دل باین روش شنیدہ شدہ:

آوے اگر پسند تمہیں یہ مکان چشم — وہیں نکل کھڑے ہوں مردمان چشم

واللہ اعلم ازکیست، شاید توارد رو دادہ باشد یا غلطی ناقل اتفاق تحقیق نیفتادہ:

۶/۲۲۷، ز تجن ہندی بود، عطار پیشہ دہلی نژاد بجدی قابل وقار، در فن طبابت ہم مہارت داشت، در وقت حکومت نواب فضل علی خاں از شاہ جہاں آباد وارد غازی پور شدہ و مدتے در سرکار نواب در شیوۂ طبابت سرفرازی یافت بعد بہمی نواب راہی لکھنو شدہ وہمانجا فوت کردہ ازوست:

اس وقت ای اسیر دتم کو یہ بیکسی ہے — جانا تمہاری جی کا صیاد کی ہنسی ہے

شتابی کر جفا ہو یا عطا ہو — ہماری حق میں اب جو کچھ رضا ہو

ان دنوں میں کچھ نہیں ہے اور بیماری مجھے — ایک کافر سے ہوئی ہے یاد گرفتاری مجھے

۱۲/۲۲۸ مبارک علی، مدآ تخلص خلف شاہ قدرت اللہ جوانیست والا نژاد وقت تالیف مسموع شدہ بود کہ والا تخلص

وارد و بعد از آن از نواب علی ابراهیم خان خلیل به تحقیق رسیده که واله میکند. والله اعلم بالصواب. قابل و آشنا پرست واله تلاش معانی و شیفتهٔ فکر خوش بیانی از وست:

ستم گر سے ہوا دل سرد میرا | ہنیں پوچھے ہے ہرگز درد میرا
مری اس درد دل کی قدر جانے | جو پیدا ہو کوئی ہمدرد میرا
آج اس دھج سے مری قتل کو آتا ہے شوخ | تیغ لے ہاتھ میں اور باندھے کمر سے دامن
تب فراق مری جان کو جلاتی ہے | اے مری جان شتاب آکے جان جاتی ہے
روے سب حال پر مری لیکن | ایک وہ شوخ چشم تر نہ ہوا
یار غیروں کا ہوا یار خدا خیر کرے | ہم کو دینے لگا آزار خدا خیر کرے

۲۳۹/۱۸ محمد ولی، ولی تخلص مظهر کمالات خفی و جلی، مجمع فضائل کماهی، عارف اهل دل ولی کامل در دکهن پرتو ظهور گرفته و از بدو شعور در آن ممالک کوس یکتائی نواخته گویند بشاهجهان آباد نیز آمده و در خدمت شاه گلشن که گلشن اخلاق و اوصاف بود ارادت بهم رسانیده روزی پارهٔ از اشعار خود روبروی آن بزرگوار خواند و محظوظ ساخت. ایشان فرمودند که مضامین فارسی بسیار بیکار افتاده اند تو در زبان ریخته بکار ببر که آن از محاسبه خواهد گرفت. راست و دروغ بر گردن راوی. الغرض اصل ریخته از دکهن است و در آن دیار ولی موجد این ایجاد تازه شد. بعد از آن سخنوران هندوستان گفته گفته باین روش آراسته تاهم کلامش تا حال بر صفحه روزگار ثبت است و استادیش بر صفحه دلهای سخنوران ثابت اشعارش از اشتهار بحدی رسیده که گوش احدی را از آن بهره نیست. لیکن تبرکاً چندی از آن بتحریر می کشم:

ترا مکھ مشرقی حسن انوری جلوہ جمالی ہے | نین جامی جبیں فردوسی و ابرو ہلالی ہے

۲۴۰/۸۰ شاه محمد واقف، واقف تخلص از زاد بوم وی چندان واقف نیستم مرولیت قلندر مشرب درویش وضع عاشق مزاج و رنگین طبع اکثر اوقات در سیاحت بسر برده وقتیکه اله آباد از قدوم حضرت خاقان دار الخلافت و منزل السرور بود. بطریق سیر وارد آنجا شده اکثر در مجالس مشاعره حاضر می شد و یاران را محظوظ می ساخت. گویند در همون ایام از نیرنگی روزگار در بند محبت مغل بچهٔ خوش صورت که در حسن و صباحت زبانزد خلق و منظور نظر عالمی بود گرفتار شده از حسن اتفاق (و) موافقت ایام یارش بوی موافق شد پس بمواره از بادهٔ وصالش جام عشرت می پیمود و غافل از گردش زمانه شب و روز خوش میبود چون آن بت ستمگر رام وی شد، همراهانش از راه غمازی پدرش را که از آنجا چند مفاصله بود اطلاع کردند که او را حمیت دامنگیر شده پسر را نزد خود طلبید. بر واقف شاه که از قصهٔ مهاجرت واقف نه بود. بلای ناگهان بر سر آمد و کمال پریشانی و آشفتگی

بخاطرش راہ یافت و شوریدگی و منزاجش غالب آمد و درآں زمان اشعار بدیہہ حسب حال بسیاری گفت از آنجاست:

جس سے کچھ اس شہر میں پہلے تھا دل سو بھی گیا   دیکھیے واقف کی کون اب آکے دلداری کرے

مل رہے ہیں دل سے دل آنکھوں سے آنکھیں جی سے جی   گو بظاہر یار سے واقف جدا افتادہ ہوں

یہی انصاف ہے اے چرخ دوں پرور ترے گھر میں   رقیبوں کا بسے گھر اور ہمارا خانماں اجڑے

جو کوئی سامنے سے میرے یار گزرے ہے   تو ہی خیال میں بے اختیار گزرے ہے

الغرض بعد چندی از الٰہ آباد برآمد چوں درآں زمان فیض آباد مطاو کرم شجاع الدولہ مرحوم رشک فردوس ارم و مجمع گلرخاں با شکوہ و حشم بود دراں گلشن رسیدہ و بسبب مجمع سخنوران اہل دل و اہل دلان کامل مقیم آنجا گردید۔ از آں زمان تا حال ہمانجا است، کلامش ناخن بدل میزند این چند اشعار زادہ فکر اوست:

دیکھ قاصد کو جو وہ شاد ہوا ہووے گا   پہلے دشنام ہی ارشاد ہوا ہووے گا

جب تب حق میں مرے لطف و کرم کرے گا   کوئی ستم تازہ ہی ایجاد ہوا ہووے گا

شب کو واقف تو نہ دیکھے میں ستارے ٹوٹتے   ایک مجھ سے دل جلے کی آہ بے تاثیر ہے

شعلۂ آہ نہ دے آگ، جگر جلتا ہے   اشک جلدی سے خبر لیجیو گھر جلتا ہے

جل کے پہنچا ہے کہاں عاشق جانباز ترا   جس جگہ جلتے فرشتے کا بھی پر جلتا ہے

سوز فراق، آتش عشق، تپ جنوں   در پے ہیں آہ اس مرے دل داغدار کے

ساقی پہنچ کہ باغ میں جوں تاک مے کشاں   انگڑائیوں سے مر گئے مارے خمار کے

یاران ہمنشین و رفیقان دوستدار   سب آشنا ہیں زندگی مستعار کے

جب مند گئی یہ آنکھ تو اے دوست بعد مرگ   پھٹکے ہے کون گرد کسی کے مزار کے

جوں نقش پا رہے سو رہے پھر نہ اٹھ سکے   واقف کی طرح آہ گرے کوے یار کے

تم جو شب وعدے پر اپنے گھر سے چل کر رہ گئے   صبح ہوتے ہوتے ہم جوں شمع جل کر رہ گئے

کیا کہی اے شمع آخر شب صبا سے تو نے بات   اڑ گیا رنگ اور اشک آنکھوں سے ڈھل کر رہ گئے

لے گیا دل سامنے ہوتے ہی باتوں میں وہ شوخ   آخر کار آہ ہم یاں ہاتھ مل کر رہ گئے

کروں میں شکوہ اگر تیری بے وفائی کا   جہاں میں نام نہ لے کوئی آشنائی کا

سمجھ کے رکھیو قدم دیر میں تو اے زاہد   ہر ایک بت کو ہے دعویٰ یہاں خدائی کا

کب مانتے ہیں یہ بت گمراہ کسی کی — یاں ہیش نہ بادی کبھو واللہ کسی کی

جب کہ وہ رخ اوپر نقاب چھپا — ہوگئی شام آفتاب چھپا

ایک ہووی داغ اس دل کا تو کوئی دھو سکے — روز و شب کی شست و شوای چشم کس سی ہو سکے
جاگتے ہی جاگتے آنکھوں میں کٹ جاتی ہی رات — آہ جس کو درد ہو ایسا، وہ کیوں کر سو سکے
صبح تک ہم اور بھی مہماں ہیں اس بزم میں — رو لے بالیں پر مری اے شمع جتنا رو سکے
کون پہنچاوی مرا پیغام واں تک اے صبا — کام واقف کار کا ہے تجھ سے ہو تو ہو سکے

یا رب آہ کس طرح گزرے — آہ صد آہ کس طرح گزری
شب دیجور تاریک فکر راہ دراز — قصہ کوتاہ کس طرح گزری

غریب دل یہ تجھے کس بلا نے گھیرا ہی — کہ آہ و نالہ ہے اور اس گلی کا پھیرا ہے

آرام نہیں دیتے ہیں یہ چشم (د) دل اس بن — بیگانے کا کیا دوس جو دشمن ہوئی گھر کے
کوئی علم پہ نازاں ہی کرامات پہ کوئی — اک روسیہ ہم ہیں نہ ادھر کے نہ ادھر کے

جنبش ابروی ایماں لے گیا بت ای خدا — طاق پر رکھنے کو دی تھی کیا مسلمانی مجھے

نہ جا ای نور چشم آرزو ٹک دور آنکھوں سے — یہ واقف کیوں کہ دیکھے گا تجھ اس کی آنکھوں سے

ناہے اور مسجد و بانگ نماز ہے — ناز بتاں ہے اور ہمارا نیاز ہے

نقش قدم کی طرح رہے ہم جہاں رہے — ہے الوداع ہمسفراں ہم تو یاں رہے

دوستاں اب جیب سینے کی عبث تدبیر ہے — دست چالاک جنوں اپنا گریباں گیر ہے
سوچ کر رکھیو قدم ای دل نواح عشق میں — چشم مجنوں بستیاں ہر حلقۂ زنجیر ہے
خرمی اہل فنا کو بے فنا ہی سے مدام — خندہ بخشی شمع نت خمیازۂ گلگیر ہے

۸/۲۴۱ نیر بخشی وحشی تخلص متوطن دہلیست از چندی در عظیم آباد بسر می بردو از بخشش الٰہی دحشیان معانی را باین روش در دام نظم می کشد:

ان دنوں بے قرار ہی یہ دل — کیا ہوا کس سے یار ہی یہ دل
اپنے ملنے سے منع مت کر تو — اس میں بے اختیار ہی یہ دل

یاد کچھ یار کا رہے مذکور — باتیں ہم اور کم سمجھتے ہیں

اتنا نہیں کوئی کہ خبر دیوی یار کو   دشوار زندگی ہے دل بیقرار کو

۲۰/۲۴۴ شاہ محمد وارث، وارث تخلص از شاگردان حضرت مصیب قدس اللہ سرہٗ پیوست، در خدمت حضرت بسر بردہ وار فیض کرمت مصیب وراثت مملکت زبان آوری یافتہ ہمراہ آنجناب بزیارت مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ شرف اندوز شدہ بعد انتقال آں ستودہ ایزد متعال با جمیع رفقای دی بوطن برگشتہ در زبان فارسی و ریختہ گفتہ و در آں تلاش معانی تازہ نمودہ وداد سخنوری دادہ اکثر در مقاطع اشعار بشاگردی آنحضرت افتخار و مباہات میکند چنانچہ میگوید:

کب شعر و شاعری میں مجھے تھا دل و دماغ   وارث یہ سارا فیض ہے حضرت مصیب کا

پڑا ہے سنگدلوں سے معاملہ دل کا   نہ ٹوٹ جای میں ڈرتا ہوں آبلہ دل کا
صدای نالہ و آہ جگر کو لے ہمراہ   چلا ہے کیسے تجمل سے قافلہ دل کا
نہ گھر میں رہنے دے مجھکو نہ کوہ و صحرا میں   بھلا میں کس سے کہوں جا کے اب گلہ دل کا
نہ ظلم چرخ نہ جور صنم سے ہوں میں خفا   مجھے ان انکھوں سے شکوہ ہے اور گلہ دل کا

لاکھوں لو دگو ہر کے تئیں دیکھا اٹھا لیکن   جو گرا دیدہ و دل سے سو اٹھایا نہ گیا

ہم تو ہستی میں سبک مثل صبا رہتے ہیں   بانفاطر نہ کسی کے نہ غبار دامن

قیامت ہے ترا کہنا اجی کا   مرا جی ہے تصدق تیری جی کا
چمن میں دیکھ اس غنچہ دہن کو   کلیجا پھٹ گیا گل کی کلی کا
ہماری جب سے دنیا میں کھلی چشم   نہ دیکھا ایک دن ہرگز خوشی کا
تجھے اعدا سے کیا دہشت ہے وارث   جو تو بندہ ہوا حضرت علی کا

کیا آہ ناتواں مری اس کو اثر کرے   اک عمر چاہیے کہ یہوں تک گزر کرے

سحر ہے کچھ اس کی حکایات میں   لگے نہ جی کیوں کہ ملاقات میں

کہیں نہ ملا دل کو میں ڈھونڈا بہت   دیر و حرم اور خرابات میں

ہم کو باتیں تری ہیں سب سہنا   کر لے جو کچھ کہ ہو تجھے کہنا
اے صبا میری خاک کو لے کر   دلربا کے دیار میں بہنا
غنچۂ دل کھلے ہیں جب دلبر   پہن آیا ہے پھول کا گہنا

سخت دل گیر ہیں چل کر کہیں دلشاد کریں   جلیا بان میں دل کھول کے فریاد کریں

تجھ کو غیرت نہیں آتی مری قاتل صد حیف ـــــ ہم تری ہوتی ہوئی منت جلاد کریں
اس معتدل ہوا میں اور ابر خوشنما میں ـــــ کیا ہو جو آوے ساقی لے جام اور مینا
انگشتری پہ تیری قاتل مرا لہو ہے ـــــ اس کو نہ تو سمجھنا یاقوت کا نگینہ

۱۲/۲۴۳ میر ولایت اللہ خان، ولایت تخلص در دہلی از منصب داران اردوی معلیٰ بود، اصل وطن ولایت ایرانست لیکن نشو و نمائی وی در شاہجہان آباد شدہ، صاحب ولایت سخن و قدر شناس صاحبان این فن. گاہ گاہی بمقتضای جودت طبع فکر سخن ہم کرد۔ این ریختہ از وی بسمع رسیدہ:

نہ تنہا ہی تن بلکہ جاں بیچتا ہوں ـــــ اس ہستی کی ساری دکاں بیچتا ہوں
زمیں آسماں تک ہر سب چیز ارزاں ـــــ ولے ایک دل کو گراں بیچتا ہوں
مواسا میں کرتا ہوں دل کا عزیزاں ـــــ جو ہو اہل دل سو وہاں بیچتا ہوں
ارے یارو کہیو خبر عارفاں کو ـــــ کہ یہ گنج پنہاں عیاں بیچتا ہوں
ولے ایک مشکل ہر سوداگروں کو ـــــ کہ بے شرط سود و زیاں بیچتا ہوں
ولایت تجھے کون تجھ بن خریدے ـــــ اور میں بھی تو تجھ کو کہاں بیچتا ہوں

۲۲/۲۴۴ مرزا محمد علی ولی تخلص ولد میرزا عسکری وطن اصلی پدر وی اصفہانست، از آنجا در دہلی آمدہ بسبب قدردانی امرایان آن مکان را مدتی زمانہ بخوبی بسر بردہ. بعد بر ہمی و برگشتگی از اہل آن دیار رو بہ بنگالہ آوردہ و در مرشدآباد توطن گزیدہ، در سرکار ناظم بنگالہ اقتدار کلی بہم رسانیدہ و در ہموں شہر فوت شد. ولی بعد رحلت پدر ولیعہد وی گشتہ در بنگالہ نشو و نما یافتہ و مشق سخن در خدمت مرزا فدوی نمودہ. اگرچہ ندیدہ ام لیکن تعریف از اہل مرشدآباد بسیار شنیدہ. وقت ورود در مرشدآباد وی چند اشعار خود را بوساطت دوستے بطریق ہدیہ ارسال نمودہ، الحق اشعارش بس دلپذیر است از آنجملہ:

کیا مقابل اس کے رخ کے ماہ کنعاں ہو سکے ـــــ .... (مصرع ثانی ندارد)
سد رہ مژگاں خوں آلودہ کب ہو اشک کی ـــــ سیل دریا کا نہ حائل دست مرجاں ہو سکے
بزم میں اس آئینہ سیما کی یہ تاثیر ہے ـــــ مستعد واں بولنے کو طوطی تصویر ہے
ناقصوں کو صحبت روشن دلاں ہر کیمیا ـــــ خاک کو کرتا ہے پرتو مہر تاباں کا طلا
حسن کو شرم و حیا رکھتی ہے چشم بد سے دور ـــــ شمع روشن کو نہیں فانوس میں بیم ہوا
نظر میں پشم ہر صاحب دلوں کی بال ہما ـــــ انھوں کے کوچے کی ہے ہر مگس مثال ہما

وہ کرے سیر گل باغ جہاں شبنم کی طرح   جو سراپا چشم دیدم ہو بلبلاں شبنم کی طرح
اس چمن میں مبتلائے درد و غم ہیں سب مگر   ہم کو خوش آتی ہے اے بلبل یہاں شبنم کی طرح

ہیں چشم اہل دید میں اغیار و یار ایک   ہے آگے ان کے رو دگل و شکل خار ایک
کس طرح اس چمن میں ولی آشیاں کروں   یاں ہے نوائے زاغ و صدائے ہزار ایک

خوش آوے کب گلوں کا تبسم ہزار کو   جب دیکھے مسکراتے لب لعل یار کو

۲۴۵/۱۲ وحشت تخلص معلوم نیست کہ کیست تا حال از احوال او خبری بہ مؤلف نرسیدہ۔ یک غزلش مسموع شدہ کلامش شوق آمیز، وحشت انگیز است از وست:

مرے سامنے گر وہ اک آن ٹھہرے   تو آنکھوں میں آ کر مری جان ٹھہرے
نظر بھر کے دیکھوں اسے میں عزیزو   مرا اس کے آگے جو اوسان ٹھہرے
تری عقل ناصح بتا کیوں گئی ہے   بھلا کون دل دے کہ نادان ٹھہرے
عجب یہ جنوں ہو کہ ہاتھوں سے اسکے   نہ دامن رہے نہ گریبان ٹھہرے
کہا میں نے رونے سے وحشت نہ دیکھا   جو یکدم تری چشم گریان ٹھہرے
لگا کہنے میں ضبط کرتا ہوں لیکن   کہاں تک جگر میں یہ طوفان ٹھہرے

۲۴۶/۲۲ ہدایت اللہ، ہدایت تخلص بہ ہدایت صحبت حضرت میر درد پے بہ تیز معانی بردہ و راہ بہ شہرستان سخن یافتہ۔ این چند اشعار از وبسمع رسیدہ:

عزیزاں مرا کوئی ماتم نہ کیجیو   مرے بعد مرنے کا تم غم نہ کیجو
میں اپنے تئیں آپ ہی رو لوں گا قاتل   مری لاش پر دیدہ پرنم نہ کیجو
ہدایت مری اس سے الفت ہے زیادہ   مری یاد دیکھو کبھی کم نہ کیجو

عاشق تری گلی سے موا بھی نہ ٹل سکے   جی نکلے پر نہ جی سے محبت نکل سکے

کشتۂ غمزۂ صد نرگس بیمار تھے ہم   شوخی و ناز کے سو جی سے گرفتار تھے ہم
یکطرف ہم بھی پڑے رہتے چمن میں جوں خار   باغباں کیا تجھے اتنے بھی نہ درکار تھے ہم
وے زمانے بھی گئے آہ جو بلبل تم سے   ایک مدت تئیں دیوار بہ دیوار تھے ہم
تو نے گرفتار کیا ہم کو بہت خوب کیا   ہاں میاں سچ ہے کہ ایسے ہی گنہگار تھے ہم

اے ہدایت تو ہی تنہا نہیں اک سودائی — اس بلا میں تو کئی شخص گرفتار رہے ہیں
بھلا بتا تو مری جان کچھ ہدایت نے — تمہارے جور کا شکوہ بھلا کیا ہوگا
مگر یہی نہ کہ بے اختیار ہو کے کبھو — جو کچھ کہ بس نہ چلا ہوگا رو دیا ہوگا

۲۶/۲۴۷ انعام اللہ خاں، یقین تخلص، خلف اظہر الدین خاں بہادر مبارز جنگ نبیرۂ شاہ احمد سرہندی، نواسۂ نواب حمید الدین خاں از امرزادہا ذوی شان و ذی قابل و قابل پرست از کتم عدم بعرصۂ ظہور رسیدہ، از عطای الٰہی و انعام غیر متناہی و ی در عنفوان جوانی بفضائل کامل رسیدہ مقبول دلہای صاحبان فضل و کمال گردیدہ از امداد بخت منظور نظر حضرت میرزا شدہ بود از فیض صحبتش شہباز فکر وی بعید معانی پنہاں بلند پروازی کرد کہ طائر خیال سامعان بمسافت کنہ آں در نیم راہ باز ماند و ہمای اندیشۂ وی بر قلۂ کوہ سخن بطور پر افشانی نمودے کہ طبع رسای سخنوران بامید رسائی در پرتو سایہ اش ہر چند دوید و لے از تیز پروازیش بجای نرسید کہ زباں آوراں از مضامین رنگین اشعارش رشک خوردہ، انکار می نمودند و سخنوراں از معانی تازہ و خوش آئین کلامش متحیر شدہ بجانب حضرت میرزا مظہر منسوب می کردند لیکن تجسس کنندگان و بہ تفحص جویندگان آخر خود مقر شدہ اند کہ ایں اشعار یقین زادۂ طبع یقین است۔ حق تعالیٰ سخن او را بحدی حسن قبول بخشیدہ و دیوانش در چہار طرف ہندوستان اظہر من الشمس گردیدہ، آخر کار بدبختے او را باشارۂ پدرش شربت شہادت چشانیدہ وجہت قتلش را بعضے گویند کہ بر یکے از کنیزان پدر مفتون شدہ بود لہٰذا پدر او را مقتول ساخت و آخر کار مصداق آں مقطع خودش کرد:

یقیں مارا گیا جرم محبت پر نہ بے طالع — شہادت اس کو کہتے ہیں سعادت اسکو کہتے ہیں

ایں چند اشعار یقین در سفینۂ سینہ منقوش بود، مرقوم می شود:

ہے ترے داغ سے پُر سینۂ سوزاں میرا — آب و رنگ آگ سے رکھتا ہو گلستاں میرا
ہمیشہ کھینچتا ہوں اشک خوں کو دار مژگاں پر — اگر رونے کو میرے دیکھتا منصور رو دیتا
خدا دیتا مجھے گر میر سامانی خدائی کی — تو میں ان بلبلوں کو گلشنوں کا باغباں کرتا
نہیں معلوم اب کے سال پیمانے پہ کیا گزرا — ہماری توبہ کرنے سیتی میخانے پہ کیا گزرا
برہمن سر کو اپنے پیٹتا تھا دیر کے آگے — خدا جانے تری صورت سے بتخانے پہ کیا گزرا
یقیں سوز و گداز اپنے کو گر اظہار میں کرتا — خدا شاہد کہ دوزخ کا بھی زہرہ آب ہو جاتا
سر پر سلطنت سے آستان یار بہتر تھا — ہمیں ظل ہما سے سایۂ دیوار بہتر تھا
آنکھ سے نکلے پر آنسو کا خدا حافظ یقیں — گھر سے جو باہر گیا لڑکا سو ابتر ہو گیا

اُس قدر غرق لہو میں یہ دل زار نہ تھا — جب حنا کو تری پاؤں سے سروکار نہ تھا

ہے زخم مرا کاری اس سینے سے کیا ہوگا — اب مرنا ہی بہتر ہے اس جینے سے کیا ہوگا

نہ کہتی راز دل تو آتی رسوائی بلا ہستی — غنیمت کر کہ مجھ کو اس زباں کے ہاتھ کیا آیا

مرا ان آنسوؤں نے کھو دیا نور البصر میرا — یہ یوسف بیچ کر اس کارواں کے ہاتھ کیا آیا

جو کچھ کہیں ہیں تجھ کو سزا تیری ذہ یقیں — بندہ جو تو بتوں کا ہوا کیا خدا نہ تھا

تری آنکھوں کی کیفیت کو میخانے کیا نسبت — نگہ کی گردشوں کو نو پیمانے سے کیا نسبت

منہ اپنا نہ دیکھا کر ہو جاوے گا دیوانہ — آئینے کو کہتے ہیں اے شوخ پری خانہ

کچھ مجھ میں نہیں باقی، ساقی تو شتاب آ جا — ڈرتا ہوں چھلک جاوے لبریز ہے پیمانہ

۲۲/۲۴۹ میر عزت اللہ، یکدل تخلص مرد با عظمت و جلال صاحب عزت و کمال بود، در دہلی برفاقت نواب ناظر خواجہ سرائے کہ در عہد محمد شاہ، بادشاہ و خلف وی احمد شاہ نور اللہ مرقدہما تقرب اقتدار کلی داشت. بسر بردہ. با ہر یکے از یگانہ و بیگانہ یکدل و یکرو بود. این چند شعر وی از زبانی میر رحمت اللہ سعید اخلف وی در مرشد آباد مسموع شدہ بود:

پھرا بتخانہ و مسجد، ٹھہرنے کی نہ جا پایا — بھٹکتا اس گلی آیا تمہیں پایا، خدا پایا

دیکھو جس آگ سے جلتی ہے شمع گل گل کر — اسی آتش سے پروانے کو مجھ جاں فدا پایا

جگر کے دیکھ گلنے کو لگی جب آگ ہر تن میں — بہت ڈھونڈا بدن میں دل کو میں آخر جلا پایا

ادھر منہ اس طرف آنکھیں بنائی بات میں باتیں — نہ تھا کوئی اور مرنے کو ہمیں تم نے بھلا پایا

درگاہ مرتضیٰ کو کیا سب میں برتری ہے — گلیم جس کے در کا خورشید خاوری ہے

لا فتا شاہد ہے یعنی دوسرا ایسا نہیں — لفظ ثانی کو جہاں پاؤں تو اس کو لا کروں

ہوش رکھ ہر بات میں یہی بات ہے — جو صفت دیکھو علی کی ذات ہے

ایک ڈالی نے کیا ہے سب ظہور — ڈال ہے پھل پھول کانٹا پات ہے

رخ پھر اگھوڑا نہ چل پیادہ ہو رہ — عشق بازی میں سراسر مات ہے

دیکھ دل کو یوں پکارا زلف نے — اب کہاں جاتا مسافر رات ہے

عشق میں یکدل جدائی سخت ہے — جوں کہ کلے کے اوپر پھر لات ہے

۶/۲۵۰ یاد تخلص ولد عابد خاں، برادر حقیقی مخلص علی خاں، شاگرد میر محمد حیات حسرت درین ولا در عظیم آباد بسر می برد.

اضافہ

مخطوطۂ خدابخش سے

غلام حسین خاں خلف نواب عماد الملک غازی الدین خاں، عیاش تخلص، نوجوانے است عیاش وخوش معاش آشنا پرست ویار باش مقتضائے جودت طبیعت گاہ بگاہے شعر ہم می گوید۔ از وست

ہے شب و روز ہمیں نالہ و افغاں سے کام   جس طرح قیس کو تھا دشت و بیاباں سے کام
دل میں آتا ہے کہ اب کیجیے ترک اسباب   بے سر و پاؤں کو کیا ہے سر و ساماں سے کام
خاکساری کا مجھے مرتبہ بس ہے عیاش   نہیں اس عاریتی منزلت و شاں سے کام

چھا لیے ہے ابر روئے زمیں سبزہ زار ہے   ساقی جو تو بھی آوے تو کیا ہی بہار ہے
دیکھا جو میں نے حسن خط سبز گلرخاں کا   گلزار کی خرابی کے در پے بہار ہے
عیاش پاس کیا ہے، کرے نذر جو تری   اک نقد دل ہے سو تو وہ تجھ پر نثار ہے

/

محفوظ علی ہمدم خلف میر محمد حیات حسرت مرشد آبادی جوانے است با سخنوران ہمدم و با زبان آوران قدم بہ قدم در ریختہ گوئی خوش فکر و شیریں بیان است۔ از وست۔

گور میں نہ کھولیں جیب کفن ہمارا   کچھ واں بھی کر رہیگا، دیوانہ پن ہمارا

سخت مشکل ہے آشنا ہونا   بے وفاؤں سے بے وفا ہونا

ملے ہے دیدہ و دانستہ سب سے   اٹھایا ہے . . .

تو نے گر اپنا ہمیں جانا نہیں   دوست دشمن، آہ پہچانا نہیں

/

مزید اشعار جو مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہیں

شاعر کے انتخاب کلام کے **انتخاب** میں اختصار مدنظر رکھتے ہوئے قاضی صاحب نے جو اشعار متن کو نقل کرتے ہوئے کم کر دیئے تھے وہ یہاں دیئے جا رہے ہیں تاکہ مکمل متن سامنے رہے۔

آرزو (ص ۴)

جان کچھ تجھ پر اعتماد نہیں　　زندگانی کا کیا بھروسا ہے

میخانہ بیچ جا کر شیشے تمام توڑے　　زاہد نے آج دل کے اپنے پھپھولے پھوڑے

کھے سپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے　　چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

اجمل (ص ۵-۶)

ہو گیا خون ناب آنکھوں میں　　تھا یہاں تک کہ آب آنکھوں میں

شب فرقت میں تیری اے ظالم　　ہو گیا خواب خواب آنکھوں میں

شاد تھا دل سب طرف سے بزم میں جب جانانہ تھا　　ہائے کیسی رات تھی جس رات وہ ہمخانہ تھا

ہو گیا تھا کہتے کہتے ان دنوں میں ہوشیار　　پھر جو کل دیکھا میں اجمل کو وہی دیوانہ تھا

آبرو (ص ۷)

جدائی کے زمانے کی میاں کیا زیادتی کہیے　　کہ اس ظالم کی ہم پر جو گھڑی گزری سو جگ بیتا

بوسہ لباں سے دینے کہا کہہ کے پھر گیا　　پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

قول آبرو کا تھا کہ نہ جاوے گا اس گلی　　ہو کر کے بے قرار، دیکھو آج پھر گیا

مشتاق عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا ہے　　یہ روٹھ روٹھ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

کرتے تو ہو تغافل پر حال آبرو کا　　دیکھو تو تم بھی پیارے، بے اختیار رو دو

یوں آبرو بناوے دل میں ہزار باتیں　　جب روبرو ہو تیرے گفتار بھول جاوے

منک چلنا چمن کا ہو تا نہیں اب ملک مجھ کو　　طرح وہ پاؤں رکھنے کی مری آنکھوں میں پھرتی ہے

کون چاہے گا گھر بسے تجھ کو　　مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح

اشتیاق (ص ۱۱)

بتاں جو ہجر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں	کچھ ان کا دوش نہیں یہ خدا کی باتیں ہیں

اثر (ص ۱۱)

کہاں روز و شب مرا دل سخت بے آرام رہتا ہے	اسی حالت میں اکثر صبح سے تا شام رہتا ہے
کیا پلک گیا میں کیا کہوں اس دل کے ہاتھوں سے	ہمیشہ کچھ نہ کچھ اس میں خیال خام رہتا ہے
حال میرا نہ پوچھیے مجھ سے	بات میری تو معتبر ہی نہیں
کر دیا کچھ سے کچھ ترے غم نے	اب جو دیکھا تو وہ اثر ہی نہیں
وہی میں ہوں اثر وہی دل ہے	اب خدا جانے کیا ہوا مجھ کو
کیا کیجیے اختیار نہیں دل کی چاہ میں	ہیں سب دگرنہ تیری یہ باتیں نگاہ میں
اثر کیجیے کیا کدھر جائیے	مگر آپ ہی سے گذر جائیے
کبھو دوستی ہے کبھو دشمنی	تری کون سی بات پر جائیے
بس ہو یا اب امتحان کہیں	یا نکل جائے اب یہ جان کہیں
صرف غم ہم نے نوجوانی کی	واہ کیا خوب زندگانی کی
بے وفا تجھ سے اب گلہ ہی نہیں	تو تو گویا کہ آشنا ہی نہیں
یوں خدا کی خدائی برحق ہے	پر اثر کی تو ہم کو آس نہیں
عاشقی اور عشق کی باتیں	سب جہاں سے اثر کے ساتھ گئیں
آہ کے ساتھ جی نکل نہ گیا	آہ ملے آہ یہ خلل نہ گیا

امین (ص ۱۱-۱۲)

دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا	نزدیک ہمارے نہ یہاں کا نہ وہاں کا
جی نکلتا ہے پہ لب یاد میں جلتے ہیں تری	مرتے مرتے بھی ترا نام لیے جاتا ہوں
مجھے تو کبھی عمر بھر غم نہ ہو	ملاقات تیری اگر کم نہ ہو
یار بھی اب لگا گلہ کرنے	یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی

اظہر (ص ۱۲)

ساقی بہار آئی، میرا ایاغ خالی
انصاف بھی ہے ظالم ہنت کر دماغ خالی

اب تو ہر یک سے طلب کرنے لگے چاہ نئی
ہے یہ آئین وفا میں ہمیں ہے راہ نئی

نہیں سایہ مردمک چشم، ساتھ آنسو کے
نکل کے داغ جگر جم رہا ہے آنکھوں میں

آثم (ص ۱۳)

مثال آئینہ ہم نے سبھی نقش جہاں دیکھا
جہاں دیکھا، بہر صورت، تجھے قالب میں جاں دیکھا

قیامت کی عقوبت ساری ہجر یار میں گزری
وہاں تھا دیکھنا جو کچھ، سو سب ہم نے یہاں دیکھا

احسن (ص ۱۳-۱۴)

جو دل اُدھر گیا سو وہ ماٹی میں مل گیا
تیری گلی میں خاک کریں جستجوئے دل

لطف سے کیجیے ادھر بھی تو نگاہ گاہے
شاد ہر لحظہ نہیں کرتے تو گاہے گاہے

اب تو غمازوں نے وہ بات بھی کھودی یارو
گھر کر بیٹھتے تھے جو سر راہے گاہے

محروم ہم ہوں، محرم اسرار ہو کوئی
خلوت میں ہو کوئی پس دیوار ہو کوئی

دل کو نہ رکھوں سینے میں تو کیا کروں احسن
جس جنس کا خواہاں نہ ہو نا چار بغل میں

انشا (ص ۱۳)

گالی سہی، ادا سہی، چین جبیں سہی
یہ سب سہی، پر ایک نہیں کی نہیں سہی

یوں سب سے نہ مل، کہا، تو بولا
تیرا ہی تو مجھ کو در (ڈر) بڑا ہے

میں کہا ٹک چلیے میرے گھر کہا باعث سنوں
کس سبب کس واسطے، کاہیکو، کیوں کچھ کام بھی

حاشیہ پر (ق ۱۵ الف ب)

سادگی کا تری یا جلوہ گری کا عالم
کیا بیاں کیجیے بس خیر، بری کا عالم

رات کی بے ادبی کیجیے معاف آپ، کہتا
نشۂ مے سے مجھے، بے خبری کا عالم

جام بھر منہ سے لگاکر عجب ہوتا ہے
مے گلرنگ سے یہ لب پہ تری کا عالم

ربط کر بوئے گل و باد سحر سے پیدا
آخر اے ہوش یہ ہے ہمسفری کا عالم

تا لب بام قفس، اڑ نہ سکے ہم صیاد
اب تو پہنچا ہے یہ بال و پری کا عالم

آج سد چند ہوا جوش جنوں اے انشار　　دیکھ بوئے گل و بادِ سحری کا عالم

کہتے ہو تم تو دم لے پرے ہٹ ابھی نہیں　　اور آنہ جائے کوئی مرے جی میں تابی نہیں

ہاں ہاں ہے سب ہے اور نہیں ہے نہیں سو کیوں　　کیوں کر نہیں نہیں نہیں کیوں ایسے جی نہیں

گر یار مے پلاوے تو کیوں کر نہ پیجیے　　زاہد نہیں نہ میں شیخ نہیں، کچھ ولی نہیں

میں نے کہا کبھی تھے ہمارے بھی کوئی تم　　بولے کبھی نہیں، مرے تم کوئی بھی نہیں

ذرا سی بات پر ہے انشاؔ سے کیوں خفا　　کیا جانے کیا بلا ہے، تو کچھ آدمی نہیں

اکڑ کے پنجوں کے بل پہ چلنا، نہ کرشمہ کیوں کر ہوں اس ادا کا　　سجا سجایا، لک لکایا، یہ دھج تو دیکھو غضب خدا کا

شب انگڑائیوں کا تری تصور، خیال تیرا مجھ کو اس قدر تھا　　کہ بوئے نرگس سے پر ہے اب تک، کنار دامن مری دعا کا

فزوں ہے وہم و قیاس سے بھی، کروں جو تعریف اس صنم کی　　جوان رنگیں، بحسن توبی، پری کا عالم، خوش گدا کا

بہ رنگ گل کے جیالا میں کب تک کروں نہ جیب شکیب ٹکڑے　　کنار میں اس کو تنگ کھینچے، ہوا یہ مقدور اب قبا کا

گھٹا یہ کالی جھکوں کی یہ لو، خروش برق اور رعدان　　پلا نہ بھر بھر کے جام ساقی، سمجھ تو انداز ٹک ہوا کا

بجز شمیم نگار اے گل، شگفتہ غنچہ نہ ہووے دل کا　　بہار گر لاکھ رنگ لاوے، اٹھاوے یہ بار کب حیا کا

نگہ یہ طلسم و کرشمہ آفت، قیامت اس پر یہ قامت انشار　　ملاحت ایسی بلا کہ توبہ، یہ عالم اپنے ہے دل ربا کا

آگاہ (ص ۱۳)

نہیں ممکن کہ لیں منت یہ عاشق سے　　اپنے کوچہ میں بھی گر خاک بسر دیکھیں تو

افسوس (ص ۱۴)

اس قصہ کو تو ہمدم کاہے کو سناتا ہے　　وہ بھولی ہوئی باتیں کیوں یاد دلاتا ہے

کہا میرا مطلق نہیں مانتا ہے　　تو جو یا ستاتا ہے جی جانتا ہے

جس کو تیر نگہ لگا ہوگا　　ایک دم میں وہ مر گیا ہوگا

اس کے اٹھتے ہی جی پہ آن بنی　　دیکھیے آگے آگے کیا ہوگا

صحبت کرتا ہے یہ دل اشکباری بیشتر　　ہو سحر کو خانۂ ماتم میں زاری بیشتر

احسن (ص ۱۳-۱۴)　یہ ہے مضمون خط کا احسن اللہ　　کہ حسن خوبرویاں عارضی ہے

تتمہ-۱

ایں چند بیت ازو یاد بود:

کوئی کچھ کہے مجھ کو یاد نہیں ــــــ یہ عاشق کا خوں ہے مباد نہیں
جب ملک تلخ ہوئی ہر آن زندگی دکھا ــــــ معلوم تجھ بغیر میری جان زندگی
ہم یار سر دو چار رہی، رات ساری رات ــــــ مژگاں بگے کے پایہے، رات ساری رات

۱۲/۲۵۱ غلام محی الدین، یحییٰ تخلص برادر کوچک شاہ محمد علیم بیتاب الٰہ آبادی جوانیست عاشق مزاج، خوش اختلاط درخدمت برادر کلاں خود، حضرت بیتاب تربیت یافتہ وازفیض صحبت وی در زبان آوری بمرتبۂ استادی رسیدہ۔ اشعار دلچسپ وابیات پر مضمون دارد، بسبب فرزندی شاہ خوب اللہ قدس اللہ سرہ کہ اسم مبارکش محمد یحییٰ بود، یحییٰ تخلص می نماید و در زبان فارسی و ریختہ طبع آزمائی می کند۔ در ینولا خدمت قضا، سدبور کہ در توابع گہ غازی پور است، متعلق باو شدہ لہذا در آنجا می باشد۔ ایں چند اشعار ازوست:

صبا کا اگر اس طرف بار ہوگا ــــــ یہ غنچہ مرے دل کا گلزار ہوگا

دریں زمیں شیخ فتح علی، منصف غازی پوری مطلع خوب بہم رسانیدہ وقت تحریر منصف حاضر بود بمرک ترقیم شدہ:

جو تو رونق افزای بازار ہوگا ــــــ میاں ایک عالم خریدار ہوگا
ہر چند میں جگہ دی اس کو دل او جگر میں ــــــ پر کچھ اثر نہ دیکھا اس آہ بے اثر میں
بخشے بے فائدہ کیا ناصح تری نصیحت ــــــ صحرا نوردہ ہیں ہم دل کب لگے ہے گھر میں
نہ دن کو چین نہ راتوں کو نیند ہے تجھ بن ــــــ غرض میں کیا کہوں جینا عذاب ہے تجھ بن
شتاب آ کہ بھروسہ نہیں ہے جینے کا ــــــ لبوں پہ جان بسان حباب ہے تجھ بن
وعدے پہ وعدے چاند کہ ہونے لگے غروب ــــــ آیا نہ یار مفت میں جاتی ہے چاندنی

۲۲/۲۵۲ مصطفیٰ خاں، یکرنگ، ہمعصر میاں آبرو گویند مرد بسیار شوخ و شنگ و خوش اختلاط و آشنای یکرنگ بود، اشعار وی بکثرا ایں چند بیت یاد نبود:

یار کا جب خیال آتا ہے ــــــ ہوش میرا تمام جاتا ہے
لب شیریں سے بیزبانوں کو ــــــ بولنا تلخ کام ہے تیرا
ہاتھ اٹھا جو راہ چلاوے تو ــــــ یہی تیرا سلام ہے گویا
سنتا نہیں ہے بات کسی کی تو اے سجن ــــــ تجھ کو ترا غرور نہ جانوں کریگا کیا

زبان شوق ہو منہدی کی ہر پات   کہ خوبوں نے لگایا ہے ہمیں ہات
مسخر حسن کے شاہ و گدا ہے   رکھیں ہیں خوبرو نہ ظاہر کرامات
خیال چشم و ابرو کر کے تیرے   کوئی مسجد پڑا، کوئی خرابات

سچ جو کوئی کہے سو مارا جائے   راستی ہیگی دار کی صورت

یکرنگ کی بساط میں کچھ اور نہیں سخن   رکھتا ہے وو نہیں جو کہو تو نہ (کذا) کرے

کیوں کھینچتے ہو تیغ سخن ہم میں دم نہیں   پنہاں نظر تمہاری بھی دپتی سے کم نہیں

پارسائی اور جوانی کیونکے ہو   یک جگہ پر آگ و پانی کیونکے ہو

برگ حنا او پر لکھو احوال دل مرا   شاید کبھی جو جا لگے دلربا کے ہاتھ

لگے ہے خوب آنکھوں میں تبالے   سخن یک تنگ کا، گویا نگہ ہے

نہ تو ملنے کر اب قابل رہا ہے   نہ مجھ کو دماغ او نہ دل رہا ہے

۲/۲۵۳ یکرو تخلص شاگرد میاں آبرو فکرش برجستہ و کلامش صاف و شستہ. در شیوۂ دوستی حاضر و غایب یکساں یکرو بود:

دل پر مرے ہیں داغ تری ہجر کے کئی   گننے میں جن کے عمر مری سب گزر گئی

۶/۲۵۴ (دلوتس) از حالات وی کماہی اطلاع ندارم، لیکن این قدر از کلامش دانم کہ نجم برج سخنوری است و گوہر درج مضمون پروری از رقائم صحائف صفائح اوست:

سو گیا جب سے جگایا تھا مجھے   بخت میرا جاگ اٹھا وہ سو گیا
ہے مطراب ملک سحر اہتمام   اس میں اوپر کوئی کیا بو گیا

تمت تذکرۂ مسرت افزا

دانشمندان دیدہ ور و دیدہ وران دانش پرور یاد آور کنند کہ مؤلف در سال یکہزار و یکصد و نود و سہ ہجری در اثنا سفر کلکتہ باکمال تشتت و اختلال کہ لازمۂ سیاحت است، این تذکرہ مشتمل بر حالات سخنوران چند کہ اسامی شان بطرز تازہ در ضمن دیباچہ بیان شدہ است، ترتیب نمودہ بود، چون در سنۂ نود و چہارم باز اتفاق مراجعت و ورود بلدۂ لکھنؤ رو داد احوال اکثر نکتہ پردازان این زمان اطلاع دست داد، تذکار شان درین تذکرہ کہ معیار احوال این گروہ ہست مناسب دید و استلزام انحصار کتاب بذکر شاعرانیکہ اسامی شان در خطبۂ مذکور است برہم نمودہ، اکنون از ناظران عیب پوش و سامعان عذر نیوش التماس آن دارد کہ اگر در انشا پردازی و محاورہ گوئی کہ منظور از آن استکمال

خود در عبارت آرائیست، نہ اظہار فصاحت و کمال، قصوری بینند معذورم دارند چہ از ذخائر پیشینیان خوشہ چینی نمودن و درہای پراگندہ را در سلک ترتیب آراستن خیلے دشوار است خردہ گرفتن و پریشان ساختن چہ قدر کار۔

ہر کہ سخن را بسخن ضم کند　　قطرۂ از خون جگر کم کند

از خوردہ گیری مردم خردہ بین غبار بر آئینہ خاطر می نشیند چہ عیب جوئی تنگ چشمان تنگ ظرف تازہ نیست سابقان این میدان در بلائے من صنف فقد استہدف مبتلا بودند داغ اندوہ را بخاک بردند بشنو۔ وشن ضیاء کمال الدین محمد بن نصیر مرہمے برین جراحت می نہد قطعہ۔

چوں صاحب سخن زندہ باشد سخن　　بنزد ہمہ رایگانی بود
یکے رابود طعنہ بر لفظ او　　یکے را سخن در معانی بود
چو صاحب سخن مردہ باشد سخن　　بہ از گوہر نغز کانی بود
زہے حالت خوب اہل سخن　　کہ مرگش بہ از زندگانی بود

ولا عرفی شیرازی داد این معنی میدہد:

افغان چہ سود کہ بعد از وفات من گویند　　کہ بودہ است فلان داماسے مہ استاد

اگر در توصیف بعض شعرا جہت رعایت نام و تخلص وی مبالغہ رفتہ یا در تعریف بعضی بواسطہ عدم علم بر احوال و تحقیق نا رسیدہ مجمل بیانہ شدہ باشد چہ در آن طبع نو آموز نقد قابلیت را بر محک امتحان می زند و بین دست اعتذار لا علم لنا الا ما علمتنا فرا می کنند ہیچ وجہ اثبات و انکار را در آن مدخلے نیست، و در تصحیح اشعار و ترقیم آن تحت احوال ناظمانش اہتمام عظیم بکار بردم ولی چوں اتفاق تطبیق از دواوین شان نیفتاد اگر شعر یکے در شعر دیگرے مذکو شود معذور نا قبل است۔ نقیہ مؤلف۔

حسب ذیل اشعار کسی نہ کسی سبب سے درج نہ ہو سکے حاشیے کے ہندسوں سے یہ معلوم ہوتا کہ کن شعرا کے اشعار ہیں۔

خوب تیری شکل کر سکتا نہیں تصویر میں　　مدتیں گزریں مسافر کھینچتا ہے انتظار[۲]
بستے ہیں دل میں مصرع دلچسپ کیطرح　　گھر بار ہے سرو قدوں کا برای بیت
کہاں نہ دوں مرا دل سہتا آلام رہتا ہے　　اسی حالت میں لے کر صبح تا شام رہتا ہے[۱۱]
گالیاں دو دیں سو دیں سب دے چکے　　سن چکے ہم جب تلک مقدور تھا[۱۶]
یا رو وہ صنم کیوں کے کرے کام کسی کا　　رام اس کا خدا ہے وہ نہیں رام کسی کا[۱]
دل بھر کے اپنے کو کس طرح نہ کیجے خالی　　اس کی غیرت نے نہ دی رخصت لبوں تک آگیا

راتوں کو اس کے کوچے میں جاتا تو ہوں ولے
دھڑکا ہے دل مرا کہ نہ بیدار ہو کوئی

میں کہا شب خوب آئے بولا تو گھر میں تھا
ایک تو وعدہ خلافی دوسرے الزام بھی

جب میں نے کہا میری طرف تو دیکھو
دیتا ہوں وگرنہ جی کو دیکھو دیکھو

جھنجھلا کے لگا وہ کہنے ایں کیا معقول
خوبی خلطے کی واہ منہ تو دیکھو

۲۱ منہ دیکھو اپنا سیکھو ابھی رسم چاہ کی
باتیں بنا بنا کے کرو ہو نباہ کی

۲۲ کیا ہے تیری انکھیوں نے کچھ مجھ پر ستم خالی
ہوئے ہیں جان سے نرگس کے قالب یکقلم خالی

۲۳ بزم میں اس کی نہ ہنستے ہیں نہ روسکتے ہیں
چھپکے بیٹھے ہوئے ہر ایک کا منہ تکتے ہیں

پھر ہجر ہے وہی اور وہی دن پہاڑ سا
وصل صنم تو رات کو اک خواب ہو گیا

دل کو تجھ عشق میں قرار نہیں
اب تلک تجھ کو اعتبار نہیں

سدا بیدار رہ غفلت سے تو بس
مثل مشہور ہے سویا سو چوکا

میں تو لکھا تھا اک خط بیرنگ
اس تغافل شعار نے نہ پڑھا

۳۴ قفس کے در کو والے بلبل اب صیاد کرتا ہے
خدا جانے کریگا ذبح یا آزاد کرتا ہے

۳۸ تری زلفوں نے کیے پیچ سکھلا
دل بے کل کو راتوں رات لے گئے

۴۳ اپنے مذہب میں ہے اک شرط طریق اخلاص
کچھ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے کام

۴۷ مری لوح تربت پہ یارو کھدانا
کسی سنگ دل سے نہ کوئی دل لگانا

بیخود جو ہوا آتا تو دیکھ کے میخانہ
حیراں ہوں میں کیوں کر کے پیئیگا تو پیمانہ

زنجیر کے کرنے سے کرتا ہے جنوں دونا
دیکھا نہیں اے آج تجھ سا کوئی دیوانہ

۵۰ ایک دن ہاتھ لگایا تھا ترے داماں کو
آج تک سر خجالت سے گریباں کے بیچ

ہائے بیداد سے ملا کیوں تھا
آگے آیا ترا کیا تیرے

کوئی سنتا نہیں ہے داد بیداد
کوئی سنتا نہیں فریاد فریاد

۶۲ میں چاہتا ہوں عشق چھپاؤں پہ کیا کروں
رسوا کرے ہے خلق میں یہ چشم تر مجھے

۶۸ دل میں سو بات تھی پر اس نے جو پوچھا احوال
مجھ سے کچھ درد دل اظہار ہوا کچھ نہ ہوا

کس کا ہے جگر جس پہ یہ بیداد کروگے
لو دل تمہیں ہم دیتے ہیں کیا یاد کروگے

وہ دن گئے کہ گلشن تھا بود و باش اپنا   اب تو قفس میں بھولے نقشہ بھی گلستاں کا

چھوٹا نہ واں تغافل اس اپنے مہرباں کا   اور کام کر چکا یاں یہ اضطراب جاں کا

کام کیا زور ہی حجام نے   شیخ کی داڑھی کو قصر کر گیا

پتھر پہ ہے سر اور سر پہ پتھر   رہتا ہے یہ کاروبار تجھ بن

تار طنبورے نے وہیں وہ صدائے مطرب   ہر زباں میں ہے صنم تیرا ہی مذکور سدا

جان سے ہو گئے بدن خالی   جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا

کہسار میں جا گرا ہے ناحق کے تئیں   پرویز سے آ بھڑا ہے ناحق کے تئیں

کوئی ٹکر پہاڑ سے لیتا ہے   فرہاد کا سر پھرا ہے ناحق کے تئیں

ہے غم سے رقیبوں کے مرا دل ناشاد   اس دھڑکے سے جلتے ہیں ہمیشہ برباد

پرویز کے شیشہ خانۂ عشرت پر   سنگ آ لگا ایک سخت آیا فرہاد

دل میں ہر ایک دکھ سودا ہے خریداری کا   یوسف مصر مگر تو ہی ہے اے جان عزیز

وہ لوگ کہاں جو یار باشی کیجیے   وہ وقت کہاں جو خوش معاشی کیجیے

ایک گوشے میں بیٹھ کر دوانے تنہا   اب ناخن غم سے دل خراشی کیجیے

درد دل اور درد لے تیری افزود ہوا   بس طبیب اٹھ مری بالیں سے سو بے سود ہوا

جب سے آیا ہوں میں دنیا میں یہی سنتا ہوں   آج یہ نیست ہوا آج یہ نابود ہوا

شب جو اس ماہ سے روشن مری آغوش ہوئی   شمع یاں تک ہوئی شرمندہ کہ خاموش ہوئی

در پر ترے آہ پھر چلے ہم   جو ہم سے ہوا سو کر چلے ہم

بس یار یہ کب تلک تغافل   ٹک دیر ادھر کو مڑ چلے ہم

دل کسو کے ہنسی ہی میں پیارے   گھر سے ترے چشم تر چلے ہم

کیا ہو گئے وہ تپاک ظالم   برہم نہ ہوا اس قدر چلے ہم

الفت نے گلی سے اس کی راسخ   جانے نہ دیا جدھر چلے ہم

بن ترے کس کو نیند آتی ہے   روتے ہی روتے رات جاتی ہے

غیر بھی گالیاں ہمیں دیویں   تجھ کو یہ بات کیوں کے بھاتی ہے

کیا کہیں ہم تری جدائی اب — جو مصیبت ہمیں دکھاتی ہے

چھپتا ہے کوئی آہ یہ آزار محبت — کس کس سے کہوں میں نہیں بیمار محبت

بیزار نہ ہو مجھ سے مرا جرم نہیں کچھ — ہے دیدۂ تر باعث اظہار محبت

مرا داغ دل رشک باغ ارم ہے — تماشا گہ خلق یہ چشم نم ہے
کسے دل دیا ہم نے ہیہات جس میں — نہ مہر و وفا ہے نہ لطف و کرم ہے
نہ رکھو مرے سر پہ تم ہاتھ جاؤ — سمجھتا ہوں میں بھی جو قسم ہے
نہیں جام جم کی ہوس دل میں کچھ — مری چشم تر ہی مجھے جام جم ہے

دمبدم دل کو اضطرابی ہے — بن ترے آہ یہ خرابی ہے
کیوں نہ ہوئے کباب دل اپنا — غیر ہے، تو ہے اور گلابی ہے
دور میں چشم مست کے تیری — جس کو دیکھے ہیں ہم شرابی ہے

بیگانہ ہے ہر دم مرے تئیں سمجھاتا — وحشت زدہ ہونا صحرا میں اور یہ ویرانہ
کیا کیا نہ کہیں اس سے گر یہ بھی کہا جائے — اپنی تو یہ صورت ہے منہ دیکھ کے رہ جانا

سرگذشت چشم نم کس سے کہیں — کون سنتا ہے یہ غم کس سے کہیں
چھوڑ ہم کو غیر سے تو جا ملے — کیا ستم ہے یہ ستم کس سے کہیں

اضطرابی کوئی جاتی ہے دل ناکام سے — یہ تو رہنے کا نہیں زیر زمیں آرام سے
دیکھ ٹک تو آئینے میں منہ پہ خط بھی آ چکا — ننگ ہے ظالم تجھے اب تک ہمارے نام سے
غنچۂ گل کیوں گریباں چاک رکھتا ہے صبا — کس کے غم میں صبح تک روتی ہے شبنم شام سے
یا الٰہی کب ملے گا یار وہ یادش بخیر — دن ہمارا کب پھرے گا گردش ایام سے

بہار (ص ۱۸)

وہی یک ریسماں ہے جسکو ہم تم تار کہتے ہیں   کہیں تسبیح کا رشتہ، کہیں زنار کہتے ہیں
اگر جلوہ نہیں ہے کفر کا اسلام میں ظاہر   سلیمانی ذکے ہ خط کو دیکھ کیوں زنار کہتے ہیں

دیکھ کر کیوں کر نہ ہووے دل رقیبوں کا، کباب   کس ادا سیتی صنم دیتا ہے، ساغر، واپھرے

سبھی کرتے ہیں دعویٰ خوں کا قسمت ہے تو دیکھینگے   صف محشر میں کس کا ہاتھ دامن ہوگا قاتل کا

کرے وہ سلطنت، یہ عشق میں شیریں کے سر دیوے   تکلف برطرف خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

تڑپتا ہے پڑا جیوں نیم بسمل خاک (و) خوں میں دل   عقوبت ہے جو کچھ اس صید پر، صیاد کیا جانے

جو کچھ جا کر گلستاں میں کیا ہے کیوں چھپاتے ہو   عیاں ہے آستیں کی چیں سے دو غ خوں گل لالا

خوش سخن کا حرف، دل کو لاتا ہے کیا حال بیچ   یہ غلط کہتے ہیں، کچھ لذت نہیں ہے قال بیچ
منظور سیر لالہ جو ہو اس بہار بیچ   پھولا ہے خوب، دیکھ دل داغدار بیچ

بے رنگ (ص ۱۸)

یار کا جب خیال آتا ہے   ہوش میرا تمام جاتا ہے

نہیں مطلب مجھے کچھ باغباں اور   دوانا ہوں میں گل کی رنگ و بو کا

ہے ہاتھ ترا خوں سے عاشق کے گر آلودہ   مہندی سے سجن مت کر بار دگر آلودہ
مفلس کی خبر کب ہے اے سیم بدن تجھ کو   افشاں سے ترا ماتھا رہتا ہے زر آلودہ
فرہاد کو محنت کی تلخی نہ کبھو ہوتی   شیریں کا جو یک بوسہ ملتا شکر آلودہ

پیام (ص ۱۹)

بات منصور کی فضولی ہے   ورنہ عاشق سے کو آہ سولی ہے

بسمل (ص ۲۱)

لبوں پہ رہ گیا بسمل وگرنہ — ملاتا اپنے تئیں وہ خاک و خوں میں

بیان (ص ۱۹)

وہ بھی کیا دن تھے کہ ہم آغوش ہم سے یار تھا — در کے باہر مدعی جیوں صورت دیوار تھا
اس تجاہل پر پڑا میں یہ سمجھا ہوں گور میں — وہ کہ جس کی چشم کا میں عمر بھر بیمار تھا
دیکھ کر تابوت کو بیمار داروں سے مرے — پوچھنے لاگا کہ اس مردے کو کیا آزار تھا

کوئی کسی کا بتاں آشنا نہیں دیکھا — سوائے اس کے ان آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا
یہ لوگ مت جو کرتے ہیں عشق سے مجھ کو — انھوں نے یار کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا

ہمارا ضعف بصارت ہے مانع دیدار — وگرنہ سامنے آنکھوں کے یار ہے موجود

قمار عشق کی بازی ہی کچھ دنیا سے باہر ہے — اسے کہتے ہیں جینا، جو کوئی یاں نقد جاں ہارے

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی — ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی

مت آئیو اے وعدہ فراموش تو اب بھی — جس طرح کٹا روز، گذر جائیگی شب بھی

یار وہ تمہاری دوستی سے یہ بعید ہے — میں یار سے بعید ہوں کیسی یہ عید ہے
جا کہو کوئے یار میں کوئی — مر گیا انتظار میں کوئی
وہ بھی کیا رات تھی کہ سوتا تھا — سر رکھے اس کنار میں کوئی
کیوں بیاں ہو سیر باغ کی نزہت — نہیں دیتا بہار میں کوئی

یار نے جب سے اٹھایا اپنے چہرے سے نقاب — طعن کرنے سے مرے آئے ہے ناصح کو حجاب
کل تو آویگا ہی آخر غرۂ ماہ صیام — آج تو پی لیجیے من مانتی ساقی شراب

اس قدر تو ہے بھروسا مجھ کو اپنی آہ پر — کہ فلک لیجیے اٹھا یک نالہ جانکاہ پر

جھگڑتے تجھ سے تو پہلے ہے حجاب آتا ہے — وگرنہ بات کا تیری جواب آتا ہے

جو نہ ہو اس شمع رو کے عشق کا سینے میں داغ — کون مجھ بے کس کی تربت پر کرے روشن چراغ

کب تلک اس کی شکایت ہو نہ لیت آشنا — ایک بیگانہ ہے مجھ سے اور سب سے آشنا
غیر کے کہنے پہ مت بیگانہ ہو یکبارگی — دیکھیو تو اے شوخ میں تیرا ہوں کب سے آشنا

کیوں آج سماتا نہیں سینے میں خوشی سے — پہنچا ہے مگر دل کو ترے پیغام کسی کا

قفس میں ہیں رہائی کیلیے کیا کیا نہیں کرتا — سپر ٹکتا ہوں، تڑپتا ہوں، کوئی پروا نہیں کرتا

میں بسکہ خاک میں ترے کوچہ کی مل گیا — تس پر بھی تیرے دل میں رہا ہے مجھ سے غبار حیف

ہوئی آہ اب اس قدر نارسا — کہ سینے سے آتی نہیں لب تلک

بیکل (ص ۲۰)

سرو کو رتبہ ترے آگے نہیں اے سبز پوش — اسکے تجھ بازار خوبی کا ہے، وہ سبزی فروش

بنیاد (ص ۲۰)

محبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیا اے ہمنشیں راہیں — کہ خوباں یوں ہمیں دکھ دیں ہم ان کو اسطرح چاہیں

جی میں ہے اس کی بات میں، اب پھر نہ بولیے — لیکن کسی طرح جو یہ کافر زباں رہے

رباعی:
یاں آکے ہم اپنے مدعا کو بھولے — مل مل غیروں سے آشنا کو بھولے
دنیا کی تلاش میں گنوائی سب عمر — اس مس کی طلب میں کیمیا کو بھولے

تاباں (ص ۲۳)

ہے سوز عشق یاں تئیں، مجھ میں کہ بعد مرگ — پروانہ، مرغ روح ہو شمع مزار کا

مرا بس ہو تو ہرگز خط نہ آنے دوں ترے لیکن — لکھا قسمت کا کوئی بھی مٹا سکتا ہے کیا قدرت

لے میری خبر، چشم میرے یار کی کیونکر — بیمار عیادت کرے، بیمار کی کیونکر

خزاں تک تو رہنے دے صیاد ہم کو — کہاں پھر چمن اور کہاں آشیانا

ساقی ہو اور چمن ہو، مینا ہو اور ہم ہوں — باراں ہو اور وہ ہو، سبزہ ہو اور ہم ہوں

مری گور پر لوگ رکھتے ہیں گل کو — تری دلربائی کی غیرت کہاں ہے
بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی — مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے

جفا تو چاہیے اے شوخ، مجھ پہ یاں تک کر — کہ سب کہیں مجھے رحمت تری وفا کے تئیں

دیکھنا ان ماہ رویاں کا تو اے تاباں نہ چھوڑ — چاہتا ہے گر ہمیشہ نور بینائی کے تئیں

کاٹے ہیں بتاں تاباں، جیوں شمع زباں میری — یاں بات کے کہنے کی ہوتی ہے گنہگاری
گلی میں مجھ کو روتا دیکھ مجھ کو وہ لگا کہنے — کہ کچھ حاصل نہیں ہوویگا ساری عمر رو بیٹھا

تو مے پی اس قدر ظالم کہ مجھ کو کیف کم ہوئے
تیرا بے ہوش ہو جانا ہمارا ہوش کھوتا ہے

بتاں کے شہر پر بساں میں کب کوئی داد کو پہنچے
مگر وال اپنے بندوں کی، خدا، فریاد کو پہنچے

قیامت مجھ پہ کل کی رات اس کے ہجر میں آئی
نہ آیا یار میرا آج بھی، وہ رات پھر آئی

ثابت (ص ۳۰)

یہ سچ کہو کہ کیا کہتے بدگماں تم کو
غبار میری طرف سے ہے اے بتاں تم کو

ہم اپنے جانتے، سو اس سے عرض کر لیتے
ہمارا حال نہ کہنا تھا، دوستاں تم کو

ثاقب (ص ۳۱)

ثاقب کی نعش اوپر قاتل نے آکے پوچھا
یہ کون مر گیا ہے کس کا ہے یہ جنازہ

جوشش (ص ۳۲)

عاشق کو کب ہے جلوۂ معشوق کی طاقت
مہتاب کو دیکھے نہیں مقدور کتاں کا

اس گلشن ہستی سے نکل راہ عدم لے
بے رنگ نظر آوے ہے کچھ رنگ یہاں کا

ہمچشم کیوں کہوں میں اسے لالہ راز کا
عالم ہی کچھ جدا ہے دل داغدار کا

دمبدم آلودہ رہنا خون سے عشاق کے
جوہر ذاتی ہے یہ جوہر تری شمشیر کا

اتنا تو کچھ گناہ نہ آیا ظہور میں
کیا بات ہو گئی کہ وہ بیزار ہو گیا

نہ چھوڑ نزع میں جوشش کو، جلد ہو اے مرگ
مریض عشق کوئی دم، جیا جیا نہ جیا

تعلقات جہاں سے خبر نہیں رکھتا
ہزار شکر کہ میں درد سر نہیں رکھتا

اس ادا کا ہوں تیری دیوانا
دیکھنا مجھ کو اور چھپ جانا

نہ کام باغ سے ہے نہ بہار سے مطلب
رکھوں ہوں اپنے دل داغدار سے مطلب

درخت خشک ہوں میں باغ دہر میں جوشش
غرض نہ برگ سے مجھ کو نہ بار سے مطلب

اگر ایک دم تو ہم آغوش ہو
تو عیش دو عالم فراموش ہو

ملال دہر کب روشن دلاں خاطر میں لاتے ہیں
نہیں ممکن کہ خاکستر سے آئینہ مکدر ہو

اے رفوگر تو رفو کر کے پشیماں نہ ہو
یہ تو ہے چاک جگر چاک گریباں نہ ہو

کثرت داغ اس قدر سینے میں ہے
دل کے بھی رہنے کو جوشش جا نہیں

توانائی جدا کرتی ہے اب آغوش سے مجھ کو   کرامت دیکھو اے ناتوانی دوش سے مجھ کو

دل میں ہے لب، قرب میں آئینہ سا پیدا کروں   وہ مجھے دیکھا کرے اور اس کو میں دیکھا کروں

جیوں آئینہ یہ ستم رسیدہ   رہتا ہے مدام آب دیدہ

فصاد ڈھونڈتا ہے لہو اب کہاں تلک   نشتر پہنچ چکا ہے مرے استخواں تلک

پرستاروں میں تجھ لب کی نہ ہوئے گفتگو کیونکر   نہیں ممکن کہ بن بولے رہیں میخوار آپس میں

جفا و جور کے مشتاق ہیں ہم تجھ پہ مرتے ہیں   ڈراتا کیا ہے ہم کو، ہم کوئی مرنے سے ڈرتے ہیں

ایک عالم کی جاں خراش ہے یہ   آہ ہے یا قلم تراش ہے یہ

سوے حرم یا طرف میکدہ   الغرض اے شیخ جدھر جائیے
دونوں جگہ جلوہ گہ یار ہے   خواہ ادھر، خواہ ادھر جائیے

کبھی نہ کسی کا دل میں لایا جوشش   ان سنگدلوں سے دل لگایا جوشش
نہ کہنے میں دل ہے لب، نہ ملتے ہیں بتاں   جیسا میں کیا تھا ویسا پایا جوشش

جرأت (ص ۳۲)

کیا سحر کیا ہے یار دل کو   تجھ بن نہیں جو قرار دل کو
آنے کی خبر ہے اس کے لیکن   آتا نہیں اعتبار دل کو
تب زخم تو اس کے بھرنے پاویں   جب صبر ہو اس فگار دل کو

نالہ و آہ و فغاں، تیرا ہی دم بھرتے ہیں   آپ کا جان کے سب مجھ پہ کرم کرتے ہیں

اے ستم ایجاد، کب تک یہ ستم دیکھا کریں   تو کرے غیروں سے باتیں اور ہم دیکھا کریں

ہم کچھ، اسیر ہوتے ہی خاموش ہو گئے   سب چہچہے چمن کے فراموش ہو گئے

چین اس دل کو نہ اک آن ترے بن آیا   دن گیا، رات ہوئی، رات گئی دن آیا

کیوں نہ کرتا ہے جو کچھ ٹھانی ہے، دل میں تو نے   دل میں سب میرے عیاں ہے تجھے معلوم نہیں

حاتم (ص ۳۲)

آزاد کو بھلا ہے رہنا جہاں میں ننگا   بیگانہ لباس میں جن نے لباس رنگا

حاتم بیکس کا تجھ بن کون ہے   کون ہوگا جو نہ ہوگا تو مرا

لیا اس گلبدن کا ہم نے بوسہ   تو کیا جو مار رقیبوں نے ہمارا

حزیں (ص ۳۳)

ویراں ہوا خزاں سے یہاں تک چمن کہ ہم   چاہیں جو جل مریں تو کہیں خار و خس نہیں

بہار آئی ہے جیسے یاد کر کے گلستاں اپنا   قفس میں ہائے بلبل کس طرح جیتی ہے جاں اپنا

یہ آہو رام تھے مجنوں کے سب لیلیٰ کی خاطر سے   دگرنہ ان پری زادوں کو دیوانے سے کیا نسبت

کریں کیوں کر نہ ہم مجنوں کا ماتم   کہاں ملتے ہیں اپنے فن کے استاد

حشمت (ص ۳۳-۳۴)

جب آ خزاں چمن میں ہوئی آشنائے گل   تب عندلیب رو کے پکاری کہ ہائے گل

حسن (ص ۳۴)

ہم نے ایسی ہی تو کچھ چوری نہ کی تھی آپ کی   بے سبب جو آپ اب ادھر کے آنے سے رہے

آہ کس کس بے وفائی کا میاں کیجے شمار   اور تو سب اک طرف منہ بھی دکھلانے سے رہے

حیراں (ص ۳۴)

ہوا ہے اب تو نے دوستوں سے ربط دل   تمہیں اب آنے کی فرصت ہمارے پاس کہاں

کٹے شب کس توقع پر ہماری جینے سے حیراں   اب آیا دم میں آیا دن تو ان باتوں میں کتنا ہے

حسرت (ص ۳۵)

تم جو کہتے ہو کہ حسرت کو   آہ و فریاد یاں کیا نہ کرے

آپکا اس میں کیا بگڑتا ہے   درد دل کی کوئی دوا نہ کرے

دل میں سو بات تھی پر اس نے جو پوچھا احوال   مجھ سے تو درد دل اظہار ہوا کچھ نہ ہوا

حسن (ص ۳۶)

چھوٹا نہ واں تغافل اس اپنے مہرباں کا   اور کام کر چکا یاں یہ اضطراب جاں کا

کہا میں کہ بھرتا ہوں دم آپ کا   لگا کہنے صاحب کرم آپ کا

صیاد کی مرضی ہے کہ اب گل کی ہوس میں   نالے نہ کریں مرغ گرفتار قفس میں

رہنے نہ دیگا اس بن یہ دل تو ایک دم بھی   کیوں لو تو کہ ہم اپنا کھو دیں عبث بھرم بھی

غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو   کیا غضب کرتے ہو ادھر دیکھو

دیکھنا زلف و رخ تمہیں ہر وقت　　شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو
پہنچے نہ کبھی منزل مقصود کو ہم اور　　آخر ہوئے سب زیست کے ایام سفر میں

حسرت (ص ۳۷)

بحق آں علی زین عباد　　قدوۂ سالکان راہ رشاد
نامۂ زشتی عمل در پیش　　نمک زخمہائے سینۂ ریش
یہ آنکھیں نہ بپتیاں ہماری　　نت رہتی ہیں اشکبار تجھ بن

حسرت (ص ۴۳)

زلف و رخِ یار دیکھتا ہوں　　کیا لیل و نہار دیکھتا ہوں

خاکسار (ص ۴۵)

تیری زلف سیہ سے اے پیارے　　مجھ کو یک سر ہزار سودا ہے
تیغ قاتل سے ہوئے محروم بے تقصیر ہم　　روز محشر سے اٹھیں گے، گو رہے دلگیر ہم
خاکسار عاشق میخوار کو تقوی سے کیا　　ابھی دیکھا تھا میں اس رند کو میخانے میں
قیامت بھی ہو گی تو میری بلا سے　　مجھے داد خواہی کی طاقت کہاں ہے
عشوہ و ناز کو ترے پیارے　　یہ ترا خاکسار جانے ہے
شانہ آہستہ کیجیو حجام　　تار اس زلف کا رگ جاں ہے

درد (ص ۴۶)

اکسیر پر مہوش اتنا نہ ناز کرنا　　ہے کیمیا سے بہتر دل کا گداز کرنا
جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا　　تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
نالہ، فریاد، آہ، اور زاری　　آپ سے ہو سکا جو کر دیکھا
ان لبوں نے نہ کی مسیحائی　　ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا
دیکھیے اب کے غم سے جی میرا　　نہ بچیگا، بچیگا، کیا ہوگا
دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں　　کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا
دل بھی اے درد قطرۂ خوں تھا　　آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا
عاشق بے دل ترا یاں تک تو جی سے سیر تھا　　زندگی کا اس کو جو غم تھا دم شمشیر تھا

دردِ اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے آہ کیا کرے

اگر یوں ہی یہ دل ستاتا رہے گا
تو اک دن مرا جی ہی جاتا رہے گا

میں جاتا ہوں دل کو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھ کو دلاتا رہے گا

خفا ہو کے اے دردؔ مر تو چلا تو
کہاں تک غم اپنا چھپاتا رہے گا

اے دردؔ یہ دردِ دل سے کھونا معلوم
جیوں لالہ یہ داغ دل سے دھونا معلوم

گلزارِ جہاں ہزار پھولے، لیکن
میرے دل کا شگفتہ ہونا معلوم

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھو سکا
میں چاہوں اور کو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکا

گو نالہ نارسا ہو، نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو درگذر نہ کی، جو مجھ سے ہو سکا

مژگانِ تر ہوں یا رگِ تاکِ بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں، سو ہوں، غرض آفت رسیدہ ہوں

فرصتِ زندگی بہت کم ہے
مغتنم ہے یہ دید، جو دم ہے

دین دنیا میں تو ہی ظاہر ہے
دونوں عالم کا ایک عالم ہے

اپنے نزدیک باغ میں تجھ بن
جو شجر ہے، سو نخلِ ماتم ہے

دردؔ کا حال کچھ نہ پوچھو تم
وہی رونا ہے، نت وہی غم ہے

روندے ہے نقشِ پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمرِ رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

دل دے چکا ہوں اس بتِ کافر کے ہاتھ میں
اب میرے حق میں دیکھیے اللہ کیا کرے

دانا (ص ۴۹)

بہر صورت خدا کو دیکھنا عنوان ہے میرا
یہی توحید میں مصرع سرِ دیوان ہے میرا

نہ چلنے خون کو جس روز میرا، اس کو فاقہ ہے
رگِ گردن ہے میری اس کے خنجر کو علاقہ ہے

دیوانہ (ص ۴۹)

وے لوگ کہاں جو یار باشی کیجے
وے وقت کہاں جو خوش معاشی کیجے

اک گوشہ میں بیٹھ کر دلِ تنہا
اب ناخنِ غم سے دل خراشی کیجے

راسخ (ص ۵۲)

ہوں ہم آغوش، تجھ سے سب کوئی
کس طرح دیکھے یہ غضب کوئی

اس ستم گر کے سامنے جا کر
حال میرا کہے جب کوئی

ہو کے برہم بہت وہ کہتا ہے
ذکر اس کا کرے تو اب کوئی

حیف راسخ کی تو نہ سمجھا قدر
تھا مری جان وہ عجب کوئی

سر کو رکھ، نقش قدم پر، ترے مر جاؤں گا
مرتے مرتے بھی غرض ایسے ہی کر جاؤں گا

بعد مدت جو ملے ہو سر رہ، ٹک ٹھہرو
تم ادھر جاؤ گے آخر۔ میں ادھر جاؤں گا

ہمرہاں چھوڑ گئے، مجھ کو اکیلا آخر
کس خرابی میں پڑا اب میں کدھر جاؤں گا

دیکھوں میں کب تئیں رہتا ہے تو گھر سے نکل
آج تو دیکھ ہی کر، تجھ کو، میں گھر جاؤں گا

غم سوا عاشق کی تیرے کون غم خواری کرے
کون اس کے پاس آوے کون دلداری کرے

نے توقع وصل کی، ظالم، نہ امید وفا
کس بھروسے پر کوئی یہ ناز برداری کرے

دل وہ تیر لے گیا راسخ بہت بہتر ہوا
ہے یہی اس کی سزا جو ایسے سے یاری کرے

اب تک تجھے راسخ سے وہی بے خبری ہے
جا دیکھ شتابی، وہ چراغ سحری ہے

گلگیر کی مانند کروں چاک، میں کیوں کر
یارب میرے سینے میں یہ کیا آگ بھری ہے

جیوں شمع تری بزم میں ہم سر کٹا چلے
جو ہم سے ہو سکا سو تجھے ہم دکھا چلے

منظور گر یہی ہے ترے پاس ہم نہ ہوں
تابع تری خوشی کے ہیں، لے بے وفا چلے

کیوں ہم سے تم اڑو ہو میاں کچھ نہ کچھ تو تھا
راسخ سے راہ میں، جو کل آنکھیں چرا چلے

شیخ خدا کے واسطے مان یہ اب مرا کہا
کعبہ کو جا نہ جا، ولے دل میں کسی کے راہ کر

راسخ دل فگار کی، یار خبر شتاب لے
تیرے فراق میں وہ شب کاٹے ہے آہ آہ کر

جس طرح سے آئے تھے اسی طرح چلے ہم
اس باغ میں جیوں سرو، نہ پھولے نہ پھلے ہم

غلط ہے، مرا کون غم خوار ہے
یہ دل بھی اسی کا طرف دار ہے

مجھے کیا، جلا دل کو، گھر ہے ترا
خوشی تیری تو جان مختار ہے

راقم (ص ۵۲)

یاں تک قبول خاطر کیجے تری جفا کو
تا سب کہیں کہ راقم رحمت تری وفا کو

میرے اعضا میں بجز کمر ہے میاں
فرق ہرگز نہیں سر مو کا

ابر ترے چشم گریاں کم نہیں   موج دریا ہے، شکنج آستیں
لت باغباں نہیں ترے گلشن سے کچھ غرض   مجھ کو قسم ہے، توڑوں اگر برگ و بر کہیں
اتنا ہی چاہتا ہوں کہ میں اور عندلیب   ایسے میں درد دل کہیں ٹک بیٹھ کر کہیں
کس کے گلے کا قطرۂ خوں ہے زمیں دیرا   جیوں تکمہ لگتے ہیں گل اور نگ اب تلک
پہنچا نہ آہ درد کو میرے کوئی طبیب   یارب عجب طرح کا یہ آزار ہے مجھے
بیچوں ہوں میں، اس پاس، یہ دل، نیم نگہ کو   اس پر بھی ستم جو کہ خریدار نہ ہووے
کہتا تھا کون یہ کہ ہے، خوبی جہاں کے بیچ   اس بات کا تو یاں کوئی مذکور ہی نہیں

رنگین (ص ۵۳)

ایک موزلف کا رنگیں کو نشانی بھیجا   بعد مدت کے کیا یاد صنم نے بارے

رسوا (ص ۵۳)

وصل میں بے خود ہے اور ہجر میں بیتاب ہے   اس دوانے دل کو یارب کس طرح سمجھائیے
وہ کون سی زمیں ہے جو اشکوں سے نم نہیں   رسوا بھی اس زمانے میں، مجنوں سے کم نہیں

رند (ص ۵۳)

سینے سے داغ عشق مٹایا نہ جائے گا   ہم سے تو یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

روشن (ص ۵۴)

رسما اشمار میں آیا   کیا ہی کافر بہار میں بدلا
جی میں یہ تھا کہ جان کیجے نثار   ایکدم بھی وہ بے وفا نہ رہا
شکوۂ ظلم کبھی دل سے اٹھالے روشن   جب کہا اس نے کہ میں یار ہوں کن کان کا

راغب (ص ۵۴)

جل تھل کے تئیں بھر کے یہاں سا اڑایا   آنکھوں سے لگی میرے وہ آنسو کی جھڑی ہے

رضا (ص ۵۵)

سب خلق ہوئی دشمن جاں عشق میں تیرے   افسوس کہ تس پر تو مرا یار نہیں ہے
وعدے پر اپنے دلبر نہیں برقرار یارب   کیوں کر کے میرے دل کو ہووے قرار یارب

رند (ص ۵۶)

خلقت تمام گردش افلاک سے بنی ________ مالی ہزار رنگ کی اس خاک سے بنی
مجھ ساتھ تری دوستی جب ہو گئی آخر ________ دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر
حاصل تو ہوا وصل ہمیں رات، پر افسوس ________ اک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر

زکی (ص ۵۷)

جلا جیوں پھلجھڑی مجھ ناتواں کو ________ شرر لبریز کر ہر استخواں کو
جلا وحدت کی آتش سے دوئی کو ________ کہ بس ہے ایک چنگاری روی کو
مزید نعت۔ مقرر ہے کہ بزاز دوکاں دار ________ دکھلاوے جنس اول آخر کار
اسی سے جان ارفع اس کا پایا ________ کہ سب پیغمبروں کے بعد آیا
مزید منقبت۔ ہوا کعبہ سے نور اس کا نمایاں ________ کہ جیوں ظلمات سیتی آب حیواں
کیا معراج پر شیر از دھاوا ________ لیا افلاک پر چڑھ کر چڑھاوا
رسالت کی کرواں سیر گھر کا ________ بنا ہے زور ایواں پانچ در کا
قضا کے راج کی صنعت گری دیکھ ________ نبی کی آل کی بارہ دری دیکھ
نبی کے آل اوپر وار جانا ________ اسی بارہ پلے سے پار جانا
خدا تک پہنچنا کیا ہیگا مشکل ________ کہ بارہ کوس کی ہے ایک منزل
مزید در صفت معشوق۔ زبس گل برگ لب میں نازکی ہے ________ کٹوری میں پڑے ہے پھول کی مئے

سودا (ص ۵۹)

مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا ________ جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا
پردے کو تعین کے در دل سے اٹھا دے ________ کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا
پھرے ہے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے منہ موڑا ________ الٰہی ان نے اب ڈاڑھی سوا کس چیز کو چھوڑا
اس تیغ تلے کھیو رستم ہے کہ، سر دھر دے ________ پیارے یہ ہمیں سے ہو، ہر کا رے وہ ہر مر دے
معشوق کی الفت ہی بندہ کرے عاشق کو ________ کس گل نے خریدا ہے بلبل کے تئیں زر دے
کیوں اسیری پر مری صیاد کو تھا اضطراب ________ کیا قفس آباد ہو گئے کون سے گلشن خراب

یا تبسم، یا نگہ، یا وعدہ، یا گلہ ہے پیام — کچھ بھی اے خانہ خراب اس دل کے بہلانے کی طرح

جی تنگ تو دے کر لوں جو تو ہو کارگر کہیں — لے آہ کیا کروں نہیں بکتا اثر کہیں
ہوتی نہیں ہے صبح نہ آتی ہے مجھ کو نیند — جس کو پکارتا ہوں سو کہتا ہے مر کہیں

نہ کھینچ اے شانہ زلفوں کو، یہاں سودا کا دل اٹکا — اسیر ناتواں ہے یہ، نہ دے زنجیر کا جھٹکا

نہ جیا تیری صنم کا مارا — نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا

تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا ان دنوں — تو بھی ٹک اس کو جا کے ستمگار دیکھنا
نے حرف نے حکایت نے شعر وہ نے سخن — نے سیر باغ نے گل و گلزار دیکھنا
خاموش اپنے کلبۂ احزاں میں روز و شب — تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا
یا جا کے اس جگہ کو جہاں تھا ترا گزار — لے صبح تا بہ شام کئی بار دیکھنا

کس کے ہیں زیر زمیں، دیدۂ نمناک ہنوز — جا بجا سوت ہے پائی کہ تہ خاک ہنوز

عاشق کی بھی کٹتی ہے کیا خوب طرح راتیں — دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتیں

اتنا ستم نہ کیجیے، مری جان، جان جاں — یکساں نہیں رہے گا ترا مان، مان مان
گزرا ہے تو چمن سے کہ جلئے ترانہ آج — کھینچے ہے آہ مرغ گلستان، تان تان
دشنام جس کے لائے، وہ جدھر کا کھینچا — چبھتی ہے مرے دل میں وہی آن آن آن
پوچھا کسی نے مارا تو سودا کو کس لیے — بولا مجھے وہ گھورے تھا ہر آن آن آن

صدقے ترے یوں ہو ہے، مری خاک زمیں پر — جس طرح کلالوں کی پھرے چاک زمیں پر

غیر کے پاس یہ اپنا ہے گماں ہے کہ نہیں — جلوہ گر یار مرا ورنہ کہاں ہے کہ نہیں
دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لیے پھرتا ہوں — کچھ علاج اس کا بھی اے شیشہ گراں ہے کہ نہیں

اس درد دل سے موت ہو، یا دل کو تاب ہو — قسمت کا جو لکھا ہو الٰہی شتاب ہو
اس کشمکش کے دام سے کیا کام تھا ہمیں — اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

روا ہے کہ تو بھلا اے سپہر نا انصاف — ریائے زہد چھپے، راز عشق رسوا ہو

اس چمن کے سیر میں، آیا رپی لیں ہاک کہ گل — کیا بنایا صانع قدرت نے رنگیں گل کے گل
حل مشکل کس سے ہو سودا کی تجھ بن یا علی — کھول دے عقدے مرے مشکل کشا مشکل کے گل

الٰہی ہے سکت نعم البدل کے بتو کو دینے کی
مجھے اس کا عوض تو کچھ نہ دے بس پھیر لے دل کو

گوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے
ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

وہ شخص یار خاطر ہرگز نہ ہو کسی کا
جس کا ندیم ہووے اس کی نظر کو پرکھے

نہیں معلوم اس سینے میں کیا جوں شمع جلتا ہے
دھواں نوک زباں سے بات کرنے میں نکلتا ہے

مت ہنس مرے رونے پہ اماں میں کہتا ہوں
ٹپکے ہے ابھی کوئی قطرہ اثر آلودہ

سودا جہاں میں آکے کوئی کچھ نہ لے گیا
جاتا ہوں ایک میں، دل پر آرزو لیے

کہتا ہے بتا گوشہ تیری زلف کے آگے
اب صبح قیامت میں مری شام ہی ہے

زاہد چلا ہے کعبے کو اور برہمن کنشت
بندے ہیں اس کے صنم جو کہ دل میں گھر کرے

جگ میں شراب خوار کی تشہیر کے لیے
سودا جو محتسب ہو تو زاہد خبر کرے

یوسف تجھے کہ بیٹھے زلیخا تو کہوں کیا
عاشق ہوئی وہ واں کہ جہاں جائے ادب ہے

سراج (ص ٦٣)

رفوگر کو کہاں طاقت کہ زخم عشق کو ٹانکے
اگر دیکھے مرا سینہ رفو چکر میں آجاوے

پتھر بھی نہیں ہے شرر شوق سے خالی
بیتابی نبض رگ خارا کی خبر لو

مجھے مصری ستی بیزاریاں ہیں
وہ شیریں لب کی باتیں پیاریاں ہیں

نہ پوچھو آسماں پر کم ستارے
ہماری آہ کی چنگاریاں ہیں

غزل خوانی چمن میں بلبلوں کی
ہماری تعزیت کی زاریاں ہیں

آہ سوزاں سے مری دامن صحرا میں سراج
قبر مجنوں کا چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

خواب میں بھی دیکھنا اس کا مجھے مشکل ہوا
بسکہ رہتا ہوں خیال یار میں بیدار رنت

نہیں ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانا
کہاں سراج، کہاں آفتاب عالمتاب

شکر للہ، ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا۔
شیوۂ جور و جفا فی الجملہ کم ہونے لگا

سلام (ص ۔ ٦٣)

جیتا ہیو، قسم ہے، تمھیں میرے صبر کی
مسلخ میں بعد ذبح تحمل نہ کیجیو

سوز (ص ۔ ٦٣)

تو نہ جا، یار ورنہ آوے گا
گریہ بے اختیار آنکھوں میں

سجاد (ص ۶۶)

یار کا جامہ ہمیں ہیگا عزیز　　　یوسف اپنا پیرہن تہہ کر رکھے

کافر بتوں سے داد نہ چاہوں کہ یاں کوئی　　　مر جا ستم سے ان کے تو کہتے ہیں حق ہوا

ساقی بغیر جام کا جی کا بچاؤ نہیں　　　جیوں فیل مست آوے ہے ابر سیہ پلا

جو دل ہے گلوں سے اٹکتا ہوا　　　وہ کانٹا ہے جی میں کھٹکتا ہوا

بتاں تو چاہتے سجاد تجھ کو　　　کریں پر کیا خدا نے جو نہ چاہا

اب جلا لے ٹک آن کر ساقی　　　عمر کا بھر چکا ہے پیمانہ

سجاد کوئی دیکھے بتیابیاں تو دل کی　　　ہے زندگی ہماری یہ موت کا نمونہ

لاسے ہو میرے آگے کیا دوا　　　خون دل اپنا پیوں میں یا دوا

دل میں تو خطرہ نہ لا ہرگز طبیب　　　دیکھ کر میرے مرض کو لا دوا

میں نہ جانا تھا قلم بند کرے گا دو حرف　　　شوق کے لکھنے کا سجاد نے دفتر کھولا

تیری شمشیر سے جدا ہو کر　　　سر مرا مجھ کو تن نہیں دیتا

قاتل کی تیغ آگے جاتے ہیں ہم ندھڑکے　　　ہرگز ہمارے دل میں سر کا نہیں ہے دھڑکا

شتابی بلا لے کہ جاتا ہے ابر　　　جو کچھ باقی ساقی رہی ہو شراب

چین دے ہے نہ چین لے ہے آپ　　　دل ہمارا ہوا ہے جی کو پاپ

بند میں مت رہ دوانے عقل کے　　　کر گریباں چاک چھاتی کھول کر

جن نے چمن کے بیچ بٹھائے ہیں نونہال　　　تعظیم تیری کرتے ہیں سب اٹھ کے سرو قد

کیا جانا تھا مجھ کو رسوا کریں گے سب میں　　　یہ طفل اشک میرے آنکھوں کے بیچ پل کے

تجھ ساتھ رات بسکہ کوئی نہیں رہا شگفتہ　　　ہر صبح دم پیالے کہتے ہیں یار کل کے

اس فصل گل میں جوش جنوں کا ہوا ہے قہر　　　جنگل میں جا بھرا ہے نکل کر تمام شہر

لخت جگر ہمارا باتوں کے ساتھ کھا کر　　　کرتے ہو ہم سے باتیں اب تم چبا چبا کر

جس خوبرو کے دل میں نہ عاشق سے ہو نفاق　　　کہتے ہیں سارے اس کے تئیں حسن اتفاق

ایک دل رکھتا ہوں سو چاہے سو لے جاوے لیے　　　خواہ زلفیں، خواہ ابرو، خواہ مژگاں، خواہ چشم

اب تو ہم نے کیا گریباں چاک ______ تیرے دامن کو کس طرح چھوڑیں
برابر اپنے سجن بندگی کے کاموں میں ______ نہیں میں دیکھتا صاحب کوئی غلاموں میں

کس طرح کوہکن پہ گزریں گی ______ ہجر کی یہ پہاڑ سی راتیں

ہیں شیشیاں شراب کی پیالے بھری ہوئی ______ آنکھیں نشہ کے بیچ تمہاری گلابیاں

جب کہ سے ہے ترے دہن کا بیاں ______ منہ سے غنچے کے پھول جھڑتے ہیں

صیت شراب مرا ہوا ہے بلند ______ شاعروں کو کہو کہ فکر کریں

اے صنم زنار پہنی بت وفا کے واسطے ______ ورنہ کوئی کافر نہیں ہوتا خدا کے واسطے
عاشقوں کا سجن لہو پی پی ______ دمبدم تیری تیغ لگتی ہے

سعادت (ص ۶۹)

واللہ جو سر لوح ترا نام نہ ہوتا ______ ہرگز کسی آغاز کا انجام نہ ہوتا

یار سے جو رقیب لڑتے ہیں ______ یہ ہمارے نصیب لڑتے ہیں

اہل زر کے سیم تن ہوتے ہیں رام ______ صید ہوں میں جس جگہ دیکھے ہیں دام
پپیہے کی طرح دارو کی شیشی ______ زبان حال سے کہتی ہے پی پی

سید (ص ۷۰)

خدا کے واسطے صیاد نہ کر اب تو دام اپنا ______ کہ گلشن سے لیا ہے، تو نے خاطر خواہ کام اپنا
سوز شب باقی ہے دل میں تس پہ آئی ہے بہار ______ دیکھیے کیا کیا شگوفے اب کے لاتی ہے بہار

سلیم (ص ۷۱)

پڑھائے عشق نے جب ہم کو نکتے علم مستی کے ______ پریشاں ہو گئے اوراق سب دیوان ہستی کے
سلیم اس لیے کس سے ہائے زیر خاک جاتا ہوں ______ کہ رو دینگے لگا منکر نکیر، آغوش سے مجھ کو

سوزاں (ص ۷۱)

زبسکہ ذکر ترا، گرم، سب بیاں میں رہا ______ طپش جگر میں رہی اضطراب جاں میں رہا
اگرچہ کعبہ نہ پہنچے تو کیا ہوا اے، شیخ ______ بتاں تو دل میں رہے اور دل بتاں میں رہا
مت دل لگا بتوں سے کہنے پہ جا کسی کے ______ ہرگز ہوے نہ ہونگے یہ آشنا کسی کے

خوبی ہے کیا ستم گر اس ہفتہ دوتی میں   اپنا کسی کو کیجے، ہو بیٹے یا کسی کے

شوق (ص ۷۲)

دکھا دیا ارے پیارے، اک میں فرقت سے مرگزرا   مری فردائے محشر آج ہے، میں کل سے در گزرا

ماتم میں میرے کوئی نہ رویا تو غم نہیں   تربت پہ میری شمع کا ہنسنا بھی کم نہیں

کیا کیا ستم نہیں جو کیے چشم یار نے   جو سختیاں تھیں مجھ کو زمانہ دکھا چکا

مدت سے یہ بحث درمیاں ہے   پر علم نہیں کہ کمر کہاں ہے

آج ہی ملے تو بہتر وعدہ غلط ہے کل کا   جیوں طفل اشک میں تو مہماں ہوں گھڑی پل کا

شاعر (ص ۷۳)

خبر یارب ہمیں اصلاً نہیں ہے   کہ پیدا کش میں دل ہے یا نہیں ہے

گریباں پھاڑ کر کیدھر نکل جاویں ہم اے وحشت   ہوئی ہے زندگی ناحق گلے کا ہار، کیا کیجے

شاداں (ص ۷۳)

دیکھ اس کے منہ پہ زلف سیہ فام کے تئیں   کیا زیب دی ہے کفر نے اسلام کے تئیں

بس ہو چکی شفا ترے بیمار کے تئیں   اے کاش موت ہو ترے بیمار کے تئیں

شرف (ص ۷۴)

صاف دل کا مرتبہ ہے عرش و کرسی سے بلند   جلوہ گر ہے آسماں زیر زمیں آئینہ

صنعت (ص ۷۶)

غمزے سے مارتا ہے جلاتا ہے ناز سے   کیا ملک حسن کا جینا، تو حشر ہوا

سینے میں آہ، دل میں طپش، اشک چشم میں   شہرہ یہ عاشق کا مری جا بجا ہوا

ضیا (ص ۷۹)

باد بھی کھائی نہ تھی دل نے کہ مرجھانے لگا   آہ یہ غنچہ تو کچھ کھلتے ہی کمھلانے لگا

قیس دیوانہ ہوا اور کوہکن جس سے ہوا   عشق ہم کو بھی وہی احکام فرمانے لگا

کل کی رسوائی تجھے کیا کم نہ تھی اے ننگ خلق   اس کے کوچے میں ضیا پھر آج تو جانے لگا

دیکھیو اے دوستاں، چپکا ضیا کیوں ہو گیا   مر گیا بیتاب ہو یا روتے روتے سو گیا

برس لے ابر جتنا چاہیے اب تیری باری ہے　　کبھی دل تھا تو میں بھی رو رو اک دریا بہاتا تھا

جان کر زلف، دل نہ دھنس اس میں　　دام ہے دیکھ تو نہ پھنس اس میں

ہے قلمرو میں حسن کے سب کچھ　　اک نہیں ہے تو دادرس اس میں

ہوں تیرے بے صبر، رونے دو مجھ کو　　کچھ کہو مت اے ناصحو مجھ کو

تربت ضیا کی دیکھی کل رات دو بجے میں　　آئے نظر مجھے واں شمع و چراغ کتنے

جا کر جو آج دن کو دیکھا میں کر تفحص　　اک دل جلے ہے اس میں حسرت کے داغ کتنے

سب امید اپنی کر حصول گئے　　اک ترے در سے ہم ملول گئے

بھول کر بھی کبھو نہ یاد کیا　　ہم ترے جی سے ایسے بھول گئے

نہ کیوں محروم بوسے سے ہمیں قاتل کہ مرتے ہیں　　جو مانگے ہے اسے دیتے ہیں جس کو قتل کرتے ہیں

پلا دے آب خنجر ہم کو قاتل تشنہ جاتے ہیں　　جو کوئی مرتا ہے اس کے حلق میں پانی چلاتے ہیں

یہ ماتم کس دوانے کا ہے یارب آج صحرا میں　　کہ سیلیں روتی پھرتی ہیں بگولے خاک اڑاتے ہیں

کل جو، تو گلشن میں آکر، پھر چمن سے مڑ گیا　　چپکی لگ گئی بلبلوں کو رنگ گل کا اڑ گیا

کیا جور کیا تو ری، جو کچھ کرو بجا ہے　　بدلا ہے دل دیئے کا اس کی یہی سزا ہے

برعکس حال اپنا میں کیا کہوں عزیزں　　جوں جوں ادھر وفا ہے توں توں ادھر جفا ہے

یہ آرزو ضیا کے، دل کی بتاں خدا دے　　تم اس کو گالیاں دو اور وہ تمہیں دعا دے

کونسا زخم کا کھلا ٹانکا　　آج پھر دل میں درد ہوتا ہے

تم تو ہمارے پاس سے جاؤ گے کل یہاں سے　　اپنی نظر میں آج جہاں سب اداس ہے

نہ ہم ثمر نہ ہم نہال ہوئے　　اگتے ہی ہم تو پائمال ہوئے

ضاحک (ص ۷۹)

درپیش اگر روز اجل آہ نہ ہوتا　　قصہ تھا محبت کا کہ کوتاہ نہ ہوتا

کیا دیجیے اصلاح خدائی کو تو لیکن　　کافی تھا ترا حسن اگر ماہ نہ ہوتا

ظاہر (ص ۸۶)

پھر زلیخا نہ نیند بھر سوئی　　جب سے یوسف کو خواب میں دیکھا

تانے سے ٹک اٹھا نقاب کے تئیں ——— دور پردے سے کر حجاب کے تئیں

اے آہ، اس قدر، گر تو بے اثر نہ ہوتی ——— ممکن نہ تھا کہ اس کو، دل کی خبر نہ ہوتی

عارف (ص ۸۶)

ہزاراں معنی باریک آویں دل میں اے عارف ——— اگر زلف سیہ کا پیچ، ان کے منہ پہ کھل جائے

عشق (ص ۸۷)

آہ جاں سوز کو سر دفتر دیوان کیا ——— عشق نے، دیکھتے ہو پہلے ہی طوفان کیا

کہنے کو ادھر ادھر گئے ہم ——— تھے تیری طرف جدھر گئے ہم
تا جان نہ ہو عدو دل ہکمی ——— تو نے کہا مر، تو مر گئے ہم

خانماں کر چکا ہوں میں برباد ——— تس پہ وہ گھر مرے نہیں آتا

نہ دود دل ہے باقی نہ آہ نہ فغاں ہے ——— اے سوز عشق سچ کہہ تو ان دنوں کہاں ہے

دل سا جگر جو رکھے سو اس کے دوبدو ہو ——— منہ دیکھو آئینہ کا گر اس کے روبرو ہو

کیا کیا جفائیں ظالم ہم نے تری ہی سہی ہیں ——— تس پر شکایتوں سے لب آشنا نہیں ہیں

کہ بعد قتل مجھ کو، کس طرح چین آوے ——— جو حسرتیں تھیں دل میں سو جیوں کی تیوں ہیں

کعبہ میں بہت خاک اڑائی ہم نے ——— بتخانہ میں صورت بھی نہ پائی ہم نے
آخر میں کیا عشق نے ہم سے کچھ اور ——— دیکھا تو یونہی عمر گنوائی ہم نے

عاشق (ص ۸۷)

روز و شب تجھ سے، گو ملا کیجے ——— چین اس پر نہ ہو تو کیا کیجے

شمع کی طرح کون رو جانے ——— جس کے دل کو لگے ہے سو جانے

عمدہ (ص ۸۸)

نہ اپنے مبتلاؤں پر غضب اے نوجواں ہیے ——— انھوں کی دلبری کیجے انھوں پر مہرباں ہیے

مدام کیوں کر رہے میرا جی نہ صہبا میں ——— کوئی شراب سی شے دوسری ہے دنیا میں
یہ ٹوٹے ہے، سخن سخت سے، وہ پتھر ہے ——— مرے سے دل کی کہاں نازکی ہے مینا میں
چمن میں اس کے آنے نے متغص کر دیا مجھ کو ——— خلل صیاد نے ڈالا مری دھومیں مچانے میں

مرے تابوت پر حاجت نہیں پھولوں کی چادر کی ___ کہ میری نعش پر وہ، سرو گل رخسار پہنچے گا
تو نے ہمارے دل کو ستایا تمام عمر ___ کرتا ہے کوئی کسو سیتی اتنی برائیاں
نہ کبھو خاکساری بیچ گاہ لے عمد تو ہرگز ___ ملا کر آپ کو مانٹی میں ویرانہ نے کیا پایا
کسو کے سینے میں ہرگز، مرا سا داغ نہ تھا ___ مرے چراغ سا روشن کوئی چراغ نہ تھا
دل ہمارا دشت داموں کا ہے دیوانہ ہنوز ___ مر چکے ہیں تس پہ خوش آتا ہے ویرانہ ہنوز
حکم کیا ہے اسے راتوں کو ترے کوچے میں ___ دل مرا نالہ و فریاد کرے یا کہ نہیں
عمدہ اب ہم تو بہت یاد اسے کرتے ہیں ___ یاد ہم کو وہ پری زاد کرے یا کہ نہیں

عزلت (ص ۸۹)

نخل امید بے وفایوں سے ___ دل سلامت پھرے، تو پھل پایا
تجھ قبا پر گلاب کا بوٹا ___ دل بلبل کو یا ابھی لوٹا
ہوش و دل لے کر مارا، آپ تھے لیتے سلام ___ دے جواب اے بے مروت ہم نے تیرا کیا کیا

عاجز (ص ۹۰)

اے زرد پوش تم ہوئے گر شاخ زعفراں ___ عاجز بھی باغ عشق کا رنگیں ملنگ ہے
مجھ سے بیدل کی اگر تصویر کھینچا چاہیے ___ اے مصور صورت دل گیر کھینچا چاہیے

عزیز (ص ۹۰)

ملیں کیوں کر بھلا، اس شوخ طفل لاابالی سے ___ کہ سوتے سوتے جو چوکے ہے تصویر نہالی سے
دل بے مروت سے تار، پہلو، بیچ بہتر تھا ___ بغل میں کاش ہوتا سنگ اس مینائے خالی سے
دن کو تو گزرے ہے اشکباری کرتے ___ اور رات تمام آہ و زاری کرتے
گر روز فراق ہم کو ہوتا معلوم ___ واللہ کہ ہم نہ تم سے یاری کرتے
کرے نہ یار اگر دل کو صاف کینے سے ___ عزیز موت بھلی، پھر تو ایسے جینے سے

فغاں (ص ۹۷)

تو تو فغاں سے پیر دیر پاتے میں تجھ سے لطف سیر ___ کون جیے گا تجھ بغیر تو نہ مرے خدا کرے
نہ آنسو مری چشم میں کم رہے ہیں ___ خدا جانے کس واسطے تھم رہے ہیں

جنھوں سے کہ کہتے تھے احوال دل کا — نہ وے یار غم خوار ہمدم رہے ہیں
سفر کر گئے اہلِ دل اس جہاں کے — فغاں کن دنوں کے لیے ہم رہے ہیں

———

کئی داغ سینے میں رہ جائیں گے — یہ آنسو نہیں ہیں کہ بہ جائیں گے

———

کہتے ہیں فصلِ گل تو چمن سے گزر گئی — اے عندلیب تو نہ قفس ہی میں مر گئی
تنہا اگر میں یار کو پاؤں تو یوں کہوں — انصاف کو نہ چھوڑ مبت اگر گئی
آخر فغاں وہی ہے اسے کیوں بھلا دیا — وہ کیا ہوئے تپاک وہ الفت کدھر گئی
مجھ سے جو پوچھتے ہو تو ہر حال شکر ہے — یوں بھی گزر گئی، مری یوں بھی گزر گئی

———

قاتل کے دم تیغ سے یہ بوالعجبی ہے — بسمل کی زباں پر طپش تشنہ لبی ہے

———

نہ حیا چشم میں، نہ دل میں وفا رکھتا ہے — آپ سے تو نہیں رکھتا ہے خدا رکھتا ہے

———

رسوائے خاص و عام ہے جاؤں جہاں لیے — اس داغ دار دل کو، پھروں میں کہاں لیے
دل تھا مری بساط میں سو دے چکا فغاں — اب بھاگتا پڑا مجھے اپنی ہی جاں لیے

———

ایک دن تو آ، مرے خورشید، اپنے نام پر — دیکھتا کب تک رہوں، صورت در و دیوار کی

———

کیوں کر ہو زندگی مرے غمخوار مر گئے — جو باعثِ حیات تھے وہ یار مر گئے

———

میری بغل میں یار مرا صبح و شام ہو — وہ دن خدا کرے، کہیں یہ شب تمام ہو
جاری ہیں اشک صبح سے لے شام تک فغاں — اس قافلے کا دیکھیے کس جا مقام ہو

———

تقویت ہے داغ سے میرے دلِ بیمار کو — اے فلاطوں کیا مرض کہتے ہیں اس آزار کو

———

اے ہمسفر اں منزلِ ہستی سے عدم تک — خاموش چلے جائیو، یاں راہ نہ پوچھو

———

ہستی کی خرابی جو نظر آتی عدم میں — ہر گز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ہوتا

———

لاکھوں اذیتوں کے سزاوار ہو چکے — عاشق کہاں ہوئے کہ گنہگار ہو چکے

فدوی (ص ۹۹)

دل ہے اپنا نہ جسم و جاں ہے اپنا — اپنا کسے سمجھئے کہاں ہے اپنا
اپنی تو نظر میں، فدوی، اللہ سوا — یاں ہے اپنا نہ کوئی واں ہے اپنا

فدوی لاہوری (ص ۱۰۵)

ہاں میاں سچ ہے تم نے فدوی سے ______ ناروائی ہزار آنکھوں میں (؟)

مثنوی:-

یارو خدا ایک ہے دوسرا برحق نبی   صورت لوح و قلم جس کے لیے خلق کی
راست ہی ٹک بولیو، انکی ہی سوگند ہے   آج زباں ہے کھلی کل کے تئیں بند ہے
سننے سمجھنے کو بات، حق نے دیا ہوش گوش   حق بطرف جس کے ہو آپ نہ رہیو خموش
مرد کو سچ بولنا جزو ہے ایمان کا   جھوٹ کرے منہدم دین مسلمان کا
وارد احمد نگر ایک ہے مرد عزیز   فہم میں سر تا قدم اور سراپا تمیز
شعر پہ ہر ایک کے کرتے ہیں وہ اعتراض   جامی کے دیوان سے خوب جانتے ہیں اپنی بیاض
حضرت سودا ملک جو مرے استاد ہیں   شعر یہ ان کے ہیں اب ان کے یہ ایراد ہیں
شعر وہ ان کا سنا جاکے اعتراض کہیں   شیخ و برہمن کو جب جس میں کہ نسبت دی ہیں
اپنی سخن فہمی پہ کہتے تھے یہ ہوکے گرم   دین تو ہے شیخ کو اور برہمن کو دھرم
ان کا سخن پوچ ہے، آپ ہے وہ لوچ تر   شاعری و شعر سے کچھ نہیں رکھتا خبر
سن کے غرض میں یہ بات بولوں ہوں جل بھن کے اب   کھول کے ٹک گوش فہم، سن لیں یہ احباب سب
میری زبانی انھیں، یہ کہیں قرآن خواں   پوچھے تو اتنا کوئی تم میں سے اے مہرباں
آیت قرآن کی کیوں ولو ہوم (کذا)   کافروں کو ہے خطاب جس میں لکم دینکم
دونوں پہ اطلاق دیں از روئے قرآن ہے   خواہ برہمن کو ہے خواہ مسلمان ہے
دین اگر ہووے ایک جمع نہ ادیان ہو   وہی نہ سمجھے اسے انسان جو انسان ہو
ان کا اگر اعتراض دیکھو تو معقول ہے   بات جو معروف ہے، ان پہ وہ مجہول ہے
شعر کی ان کے سند دیکھ لو حق کا کلام   اپنی غلط فہمی پر لعن کرے سب مدام
سن چکے اے منصفو یہ تو سوال و جواب   آگے انھیں دیکھیو ہوتے ہیں کیا کیا خراب
ایک یقین جانیو، حق ہی ہے اس کا گواہ   ہو اگر اس امر میں ذرہ بھر اپنا گناہ
ان کو یہ لازم نہ تھا آن کر اس شہر میں   آنکھیں یہ اس شخص سے طاق ہے جو دہر میں
پھرتے کیے ساتھ یا اپنے ہی یاروں کے بیچ   ان کو بھی گنتا کوئی پانچ سواروں کے بیچ

اتنے لیے صاحبو آگے یہ اس سے اڑے — تا مجھے جانے کوئی یہ بھی ہیں شاعر بڑے
ہوتے ہیں وہی بڑے جن کو بڑا حق کرے — اپنے کیے سے بڑا آپ کو احمق کرے
اپنی زلیخا اگر اس لیے لائے یہاں — شاعروں کے زور کو اس پہ کریں امتحاں
اور زلیخا جو وہ خلق میں مشہور ہے — فہم و شعور ان کے سے سو تو بہت دور ہے
جو جسے تم میں سے مولوی جامی کا درد — پوچھے انھوں سے وہ زن ہے زلیخا کہ مرد
کہتے ہیں فخریہ سب اپنے یہ ایک سے — مجھ سا زباں داں ہے کون پوچھو ذرا نیک سے
شاعروں میں ہند کے میں گیا ایران تلک — سیکھی زباں ان کی بھی جا کے خراسان تلک
فارسی میں کون یہاں اب میرا ہم چشم ہے — ریختہ کہنا تو کیا آگے مرے پشم ہے
پر جو انھوں کا سخن پہنچے بگوش فہیم — خندہ زناں بولے ہے وہ کہ خدا ہے علیم
ایک خراساں کیا گو کہ یہ مکے ہو آئیں — جیسے گیا ویسے ہی جائیں ولے تا پھر آئیں
پوچ زباں ان کی سے شعر جو سرزد ہوا — کاتب بیچارہ مفت لعن کا مورد ہوا
شعر تو بے ربط پوچ کہنے ہی کا شوق ہے — تس پہ انھیں خلق میں شہرت ہی کا ذوق ہے
شعر میں شاعر جو ہیں وہ تو تخلص کو لائے — پر یہ تخلص بغیر نام نہ اپنا جتائے
اس پہ مجھے ایک نقل برمحل آئی ہے یاد — جو ہو سخن فہم دے مغز سخن کی وہ داد
بنئے کا دیوان بند ایک تر جندار تھا — اس کے ادا کرنے میں سخت وہ لاچار تھا
پیسے ٹکے پہ کہیں اس کو نہ تھی دست رس — سود میں اور مول میں اس کے تھا وہ پھنس
الو نصیبوں سے ایک ہاتھ کہیں لگ گیا — سوچ کے دل میں کہا بنیے کو دیجئے دغا
باندھی لتے بازی سر کو پنہائی کلاہ — ہاتھ پہ رکھ کر چلا کہتا ہوا واہ واہ
اور کیا بات سے بنیے کے عمداً گزار — دیکھ کے الو لیا بنیے نے اس کو پکار
ہنس کے لگا پوچھنے کہ ہے جی یہ جانور — پرکھا ہم نے کبھو لے چلے اس کو کدھر
خوش ہو تب ان نے کہا سب اسے کہتے ہیں باز — جس پہ کرم ہو اسے بخشتے ہیں بے نیاز
شاہ و امیر و وزیر کھیلے ہیں اس کا شکار — قیمت و قدر اس کی ہے سیکڑوں سے تا ہزار
سن کے کہا بنیے نے مرکب ہے نہ اچھے سانوں — سانچ کہو پرکھا باج ای کا ہے ناؤں

ان نے کہا ساہ جی، تم سے مجھے جوٹ بول — فائدہ کیا ہووے گا جوٹ سے کچھ دوگے تول

پھر وہ لگا پوچھنے، کیوں جی یہ جیوے ہے کیا — ان نے کہا دودھ بھات کچھ اور اس کے سول

بنیے نے اس سے غرض باتیں یہ تحقیق کر — مول لگا پوچھنے، باز کا یوں گھر بگھر

سانچ بتاو مجھے باج کا کی بہاؤ ہے — ایک کھریدار کو اس کا کتنا چاؤ ہے

مول جو کچھ باز کا ہووے ہے سب نے کہا — بنیے نے دل میں رکھا وہ جو کسی سے سنا

مول سن اس کا غرض سرد کیا یہ بنی (کذا) — باز کے لینے کی بات بنیے کے دل میں ٹھنی

کرنے لگا جورو سے رات کو یہ مصلحت — سنتی ہے پربھاوتی اس میں ہے کیا تیری مت

پیسے میرے کرج ہیں ایک سپاہی کے پاس — اس سے نقد ملنے کی مجھ کو نہیں ہے اب آس

باج بڑا ہی سا ایک دیکھا ہے میں اس کنے — اس کو کھریدوں ہوں میں کہ کو وہ جیون بنے

بولی بنینی یہ سن، اوت بچے کی ضیس ہے — اس کی رسوئی ہے پاس اس سے ہمیں بیر ہے

سن کے کہا بنیے نے، کی کہی یہ تیں نے بات — ناہیں رکی پربھاوتی، رام کیسو دودھ بھات

بولی جو یہ سانچ ہے لا کے اسے تیں بہو پر — تو نے سے کہنے کو سوچ، جوں بکے پسچ کسر

جورو نے جب یہ کہا بنیے نے بھی صبح دم — داب بغل میں بہی کان پہ رکھ کر قلم

آکے سپاہی کے گھر، بولا کہ مرجا جی آؤ — کر کے حساب آج تم لینی کو مری چکاؤ

سن کے سپاہی نے یہ کہنے لگا چل پرے — پیسے کہیں آج یاں، تیرے لیے ہیں دھرے

باز بکے گا تو میں تجھ سے کروں گا حساب — مفلسوں کو مت پکاؤ خیر سیں گھر جا شتاب

بنیے نے سن کر کہا کرج میں کچھ بیر ہے — کیر جو تبلائیو ہو آج تمہیں کیر ہے

سیل بھی مرجا جی، ہم ہم سے کرج لینے میں — تپتی ہوئے جلتے ہو کاہیکو اب دینے میں

ہے جو چکو نام را باج کے بکنے اوپر — باج ہی کو دو مجھے، سانچ سا کچھ بھاؤ کر

سن کے سپاہی یہ بات دل میں بہت خوش ہوا — لیک بظاہر یہ حرف تند ہو اس نے کہا

منہ ٹک اپنے کو دیکھ، لیوے گا یہ باز مول — یہ بھی ہوا تیل یوں لے ہے جسے تول تول

بول اٹھا بنیا، سن پرکھا کیا کھیر ہے — کرج کسو کا نہ دے کوئی عیب شہر ہے

بنیے کی یہ بات سن بولا سپاہی ہو نرم — قرض جو کچھ ہو ترا کہ جو ترا آوے دھرم

بنیے نے دکھائی تب کھول کر اپنی بہی
دو سو روپیہ اس کے نام لکھے تھے اس میں سبھی

مول کیا پانچ سو اس پر ہوئی قیل و قال
چلک چلکے جب تین سو جھگڑے کا کر انفصال

ابو جوالہ کیا باتوں کی میزاں میں تول
قرض کے دو سو بچے ، سو کی جڑی اور دھول

دے کے سپاہی دعا بنیے کو چلتا رہا
بنیے نے لاکر اسے جو روپے ہنس ہنس کر کہا

دیکھ تو پربھاوتی ، پرمکھا کی باج ہے
رام جی کے پھل آج ہمیں راج ہے

دیکھ کے ان نے کہا اوت تجھے کی ملوم
یہ تو چنا در ہے وہ ترک کہیں ہے جسکو بوم

نام نہیں لیتے ہیں پر حق میں اس کا سویر
کھویا کرج ساتھ ہیں نکدر و پونکا دہتر (کذا)

اڑ گئے جوں باز یہ سنتے ہی اس کے حواس
چاہا کہ اب پھیر دوں جلکے سپاہی کے پاس

سر کو دہ اور تو پیٹتا پہنچا جو واں
نام نہ اس کا سنا اور نہ دیکھا نشاں

سر کے اوپر خاک تب گلیوں کی کرتا ہوا
آیا بنیین کے پاس رو رو کے مرتا ہوا

کہنے لگا کہ ہائے وہ کیا ہی دگا دے گیا
سو نکد اور دو کی جنس گھر سے میت لے گیا

سوچ کے دل میں کیا ، بنیے نے یہ بھی خیال
کیوں نہ اسے بیچئے بات کو شہر میں ڈال

پاس میرے ہونے کی بات جو اس کے چلے
اور بھی شاید کوئی مجھ سا ہی احمق ملے

کھونٹی پر انو کو باندھ ، بیٹھے تھا دوکان پر
صبح سے لے تا بشام ، شام سے لے تا سحر

پوچھے تھا جس سودے کو ، جو کوئی ہے تیرے یہاں
لاوے تھا بنیاں وہیں ، تب یہ سخن بر زباں

سانچ بتا میرے باپ ، بینے پر کچھ تو بھی ہے
سب ہے دیا رام کا ، یہ بھی ہے الو بھی ہے

یاں غرض اس نقل سے ہے یہی اپنا مآل
ہو جب ایسی نقل کا ، سن لو ، انھوں کا بھی حال

چاہا تھا ، اس عقل پر باز معانی کا لیں
ملک یہ ملک آن کر اور اسے شہرہ دیں

مل گیا ویسا ہی ایک ان کو فروشندہ اور
فہم و فراست کا جب بوجھ لیا ، ان کے طور

سوزن کوری سے لے ، دیدۂ دل کو سیا
باز معانی بتا ، لا انھیں الو دیا

باز کی جا بوم باندھ چاہتے ہیں شہرہ پائیں
نام جو پوچھو فقط ، تو یہ تخلص بتائیں

باز کا جیوں بنیے کو ، الو اسے بتا دیا
حمق انھیں حق نے یوں ، شاعری کی جا دیا

دل میں اب ان کے یہی فکر ہے لیل و نہار
ان کے تئیں بیچ کر اپنے لیے یوں دلوں قرار

وارد ایسے شہر میں اپنے ہیں یک مہربان   رکھتے ہیں عطار کی رستے کے اوپر دکاں
بیٹھے یہ رہتے ہیں واں صبح سے لے شام تک   لکھتے ہیں اشعار کی جا، دو بہر روئی کو یک (کذا)
ادویہ میں سے جو کوئی، مالک دوکان سے   پوچھے تو یہ دیں جواب، وہ ہیں ہے قدی بھی ہے
ہوسکے شعر اور شہرہ پہ یہ دل دیا   اپنا تخلص ندان بنیے کا الو کیا
تھی جو بنیے میں عقل، اتنی بھی ان میں نہیں   بوم جو ہے اس کو باز سمجھے ہیں یہ اب تئیں
ایسا ہی اور ایک شعر حضرت استاد کا   جو قلم فہم سے خلق نے دل میں لکھا
سن کے انھوں نے پسند اس کا جو مضموں کیا   میں نے تب اس بحر میں یوں اسے موزوں کیا
تم نے جہاں وا کیے، بند قبا اپنی جاں   جا کے صبا نے، یہ باغ کھول دیے گل کی کان
سو یہ میاں قدی نے، کان کو لے گل کے توڑ   جلدی سے واں گرم گرم، آنکھ دی نرگس کی جوڑ

کہتے ہیں اب ہر طرف، بزم میں منہ پھیر پھیر   شعر وہ تھا سیر بھر، تو میں کیا ڈیڑھ سیر
کھول دیئے ناز سے، تم نے دو چشم اپنی جان   کھول صبا نے دیئے غنچہ نرگس کے کان
بات تو یہ ہے وہی، سمجھو تو اے صا جو   گوش ملک جان کے، تو کہ اب اس وضع ہو
سر تو سوا اس میں ہے ایک قیامت یہ اور   کون سے معشوق کا زیر فلک ہے یہ طور
باغ میں بیٹھا ہے آنکھ مت دے آٹھ پہر   کھول دے ہنگام ناز کرنے کو نرگس پر قہر
کان سے نسبت صدا گل سے چلی آئی ہے   صورت نرگس مدام آنکھ کی بتلائی ہے
شاعروں کی بات کا دیوے جواب اب وہ خاک   شاعری کی اپنے جوڑ کوں جسے کٹوائے ناک
ناک کا اور کان کا ان سے ہوا توڑ جوڑ   توڑنے میں ناک کے، جان بدوں ہوں میں چوڑ
ناک کوئی فہم کی، اب جو یہ انسان ہو   چاہیے نرگس کی طرح آگے انھیں کان ہو
کاٹیں نہ گل پھول یوں شاعری میں بے سند   شاعروں کے حق کے بیچ پھر نہ کہیں نیک و بد
بس چل اب آگے آنکھ کچھ انھیں شید خوش   کہتے جی اس سے سخن ہووے جسے ہوش گوش
کرتے پڑ کر منفعل اللہ کے ہو میرا خیال   سو دیہ غلط ہے کبھو ان کو نہ ہو انفعال

فرح (ص ۱۱۲)

گو ہوا شیریں تجھے خسرو کی دولت جاہ و مال   پر کہیں ہوتا ہے پیدا کوہکن سا آشنا

چشم سے نور گیا، تن سے تواں، جی سے صبر — عشق میں تیرا ہوا، مجھ سے جدا کیا کیا کچھ

قائم (ص ۱۱۲)

درد دل کچھ کہا نہیں جاتا — آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا
ہر دم آنے سے میں بھی نادم ہوں — کیا کروں پر رہا نہیں جاتا

یہ کہیو تو قاصد کہ ہے پیغام کسی کا — پر دیکھیو لیتا ہو کبھو نام کسی کا

گر ہو ایسے ہی مری شکل سے بیزار بہت — تم سلامت رہو بندے کے خریدار بہت
ہمدگر جب خفگی آئی تو جھگڑا کیا ہے — تم کو خواہندہ بہت، ہم کو طرح دار بہت

آئے خزاں چمن کی طرف گر میں رو کروں — غنچہ کرے گلوں کو صبا گر میں بو کروں

دہن کو تیرے پایا بات کہتے — ہماری جز کسی میں کیا سخن ہے

اٹھائے ستم یا جفا کیا کرے — بچارا یہ دل ایک کیا کیا کرے

قدرت (ص ۱۱۳)

کس کی نیرنگی، یہ برق خاطر مایوس ہے — جوش... دل سے اٹھا سو جلوۂ طاؤس ہے
حسن کو اپنے ہواداروں سے کاوش ہے مدام — ... یاں شمع کی، برق دل فانوس ہے
صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یاں سے کر گئے — اب وداع ننگ ہے اور رخصت ناموس ہے
اس طرح سے کل ہوس ترغیب دیتی تھی مجھے — کیا ہی ملک روم ہے کیا سرزمین روس ہے
گر میسر ہو تو، کس عشرت سے کیجے زندگی — اس طرف آواز طبل ادھر صدائے کوس ہے
صبح سے لے شام، چلتا ہو مئے گلگوں کا دور — شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنار و بوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی، یک تماشا میں تجھے — چل دکھاؤں تو کہ قید آس کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف — جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے — یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج — کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے
کل تو قدرت پلائے خم رکھتے تھے تسبیح ریا — آج اہل جام سے یہ خرقہ سالوس ہے

تیرہ بختوں پر در عشرت زبس مسدود تھا　　جو چراغ اس بزم میں روشن کیا سو دود تھا
ولے بیداری کہ بعد از در دایہ روشن ہوا　　داغ ہی زخم جگر پر مرہم بہبود تھا
حال قدرت پوچھتا ہے کچھ تو ظالم ہے پوچھ　　اس کی بالیں پر دعا گو آج ہی موجود تھا
آہ جو اٹھتی تھی درد دل سیتی لپٹی ہوئی　　اشک جو گرتا تھا سو لخت جگر آلود تھا

کیا آسرا ہے ہستی نقش بر آب کا　　خالی ہے نت ستون سے خیمہ حباب کا
اے عمر خضر شاد تو رہ یاں، کہ ہم چلے　　بس کر چکے نظارہ جہانِ خراب کا
قدرت وہ تشنہ لب ہوں کہ کھینچوں دم اگر ایک　　خالی کروں محیط سے کاسہ حباب کا

ترے حضور میں، جب قصد عرض حال کیا　　ہجوم گریہ نے میری زباں کو لال کیا
ہوا ہے اس کے گلوں میں گرہ دم اعجاز　　ترے لبوں تے مسیحا سے کیا سوال کیا
نظر اٹھا کے جو تو نے کسی طرف دیکھا　　ہر ایک وہم غلط میں نے پائمال کیا

جس جگہ جلوہ ترا مایۂ مدہوشی ہے　　یاد میں اپنے اگر ہے تو فراموشی ہے
آہ یہ کون سی منزل ہے کہ رکھتے ہی قدم　　نقش پا سے مرے سجدے کو ہم آغوشی ہے
رخصت آہ نہیں، ہم کو، چمن میں قدرت　　ورنہ صد نالہ بزیر لب خاموشی ہے

آہ یہ زخم جگر پاوے گا کیوں کر التیام　　یاں سدا ناخن کو شغل کاوش انگور ہے
گر نہ ہو نالے کی قدرت خاک سر پر ڈالیے　　کیجیے کوچے میں اس کے اپنا جو مقدور ہے

دل گم گشتہ خبردار، وہاں سینے میں　　تیر بیداد سدا در پئے جاسوسی ہے

جب گرے تیری نظر سے کوئی ہم جیتے ہیں　　کشتۂ تیغ تغافل، ترے کم جیتے ہیں

قرین (ص ۱۱۳)

ہمارے مرنے کا وہ شوخ غم کرے نہ کرے　　پہنچ کے نعش پر آنکھوں کو نم کرے نہ کرے
کہا تو تھا کہ میں آؤں گا تیرے گھر میں قریں　　غرور مستی سے دیکھیں کرم کرے نہ کرے

قربان (ص ۱۱۴)

کیا کچھ دل بلبل پہ کرے دیکھیے یہ عشق　　سو چاک دیئے جن نے گریباں میں گل کے

قائم (ص ۱۱۴)

مجھے اے سرو قد تب ناز نے آزاد کرتے ہے | بجائے گل ہماری قبر او پر ناز بو رکھیو

کلیم (ص ۱۱۶)

آئی ہے دل پہ قلقل مینا سے اب شکست | وہ دن گئے کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا
قبر میں بھی لیے ہمراہ گیا اپنے کلیم | آہ کیوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا
ناصح یہ تجھ بغیر عجب میرا رنگ تھا | روشن تھی شمع آہ، دل اس پر پتنگ تھا
مانند سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے | بیکار باغ ہوں پہ سزاوار باغ ہوں
اس کے ابرو کی اگر تصویر کھینچا چاہیے | اوّل اپنے قتل پہ شمشیر کھینچا چاہیے
اب دم شمردگی سے مجھے کار و بار ہے | ہر دم مرے حساب میں روز شمار ہے

کافر (ص ۱۱۶)

حسرت سے ان بتوں کی، دل پر کدورتیں ہیں | مٹی کی مورتیں ہیں کافر یہ صورتیں جیسیں
کس کس طرح بتوں کی صورت نے رنگ پکڑے | کافر ان انکھڑیوں میں دیکھے ہیں کیا جھگڑے

گریاں (ص ۱۱۷)

ہرگز نہ ملیں کسی سے یاں ہم | گر دل پہ کچھ اختیار ہووے

گماں (ص ۱۱۸)

قتل کرتے ہیں ہمیں یار وے خدا رکھے | کاٹ دونا کرتی ہے ہوتی ہے جو تلوار کجے
راست کہہ دکس نے ہے کیا تجھ کو گماں سے بدگماں | اس سے کیوں کرتا ہے تو ہر وقت اب گفتار کجے
گل بھی شبنم سے نہ دیکھے، یوں اشک بھیگے ہوئے | دیدۂ عاشق ہیں خوں میں جس قدر بھیگے ہوئے
واسطے جس کے سبھی، مجھ کو برا کہتے ہیں | وہ جو سنتا ہے تو کہتا ہے، بھلا کہتے
ہزار افسوس تو اتنا ہمیں بدخواہ جانے ہے | میں جیسا ہوں ترا بندہ، مرا اللہ جانے ہے۔

گداز (ص ۱۱۹)

سنے قصہ مرا اک دم، جو کوئی درد و محنت کا | نہ لیوے زندگی بھر نام پھر ہرگز محبت کا
مجھے جب دیکھتا تب ہاتھ سے کھڑا چھپا لیتا | نکالا طور اس نے اور ہی صاحب سلامت کا

[سبک روحی] یہ پروانے کے دل میں داغ رہتے ہیں ـــ کہ دوش شمع پر رکھتا نہیں بار کفن اپنا

منظہر (ص ۱۱۹)

گئی آخر جلا کر گل کے ہاتھوں آشیاں اپنا ـــ نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا
لالہ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور ـــ کیا قیامت ہے کہ موؤں کو بھی ستاتی ہے بہار
نرگس و گل کے دیکھو کلیاں کھل جاتی ہیں سب ـــ پھر ان خوابیدہ فتنوں کو جگاتی ہے بہار
شاخ گل ملتی نہیں یہ بلبلوں کو باغ میں ـــ ہاتھ اپنے کے اشارت سے ہلاتی ہے بہار
زخمی تری نگہ کا اک پل جیا تو پھر کیا ـــ صیاد کے بغل میں ٹک دم لیا تو پھر کیا
خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو ـــ یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے
گر گال کو گل کہوں تو ترے رو کو کیا کہوں ـــ بولوں نگہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں
اس درد و غم کی سرزمیں کا حال کیا ہوتا ـــ محبت گر ہماری چشم تر سے مینہ نہ برساتی
توفیق دے کہ شور سے اک دم تو چپ رہے ـــ آخر یہ میرا دل ہے الٰہی جرس نہیں
آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سے ـــ مینا لگا ہے جب سے مجھے بے نوا کے ہاتھ

مصیب (ص ۱۲۱)

مشکل کہ بچے اس صف مژگاں میں دل عیب ـــ کیوں کر بسا ہی بائے فرنگی کی باڑ میں

مضمون (ص ۱۹۷ - ۱۹۹)

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا ـــ صبر ایوب کیا، گریۂ یعقوب کیا
کرے بے دار ہی کامل کو سر تاج ـــ ہوا منصور سے نکتہ یہ حل آج

میر (ص ۱۳۰)

جو اس شور سے میر روتا رہے گا ـــ تو ہمسایہ کیوں کر کے سوتا رہے گا
تو یوں گالیاں شوق سے غیر کو دے ـــ ہمیں کچھ کہے گا تو ہوتا رہے گا
عید آئندہ تک رہے گا گلہ ـــ ہو چکی عید تو گلے نہ ملا
جبکہ تابوت میرا جائے شہادت سے اٹھا ـــ شعلہ آہ دل گرم محبت سے اٹھا

کچھ میں نہیں اس دل کی پریشانی کا باعث — برہم ہی مرے ہاتھ لگا تھا یہ رسالہ

مت پوچھ کس طرح سے کٹی رات ہجر کی — ہر نالہ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا

میرے سنگ مزار پر فرہاد — رکھ کے تیشہ کہے ہے یا استاد

ہم تو اسیر کنج قفس ہو کے مر چلے — اے اشتیاق سیر چمن تیری کیا خبر

مر گیا میں، ملا نہ یار افسوس — آہ افسوس صد ہزار افسوس

ملنے لگے ہو دیر دیر دیکھیے کیا ہو کیا نہیں — تم تو کرو ہو صاحبی، بندہ میں کچھ رہا نہیں

بیٹھنے دے ہے کون پھر اس کو — جو ترے آستاں سے اٹھتا ہے

عشق اے میر، بھاری پتھر ہے — کب یہ تجھ ناتواں سے اٹھتا ہے

جب نام ترا لیجیے، تب چشم بھر آوے — اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

منت (ص ۱۴۰)

منت الٰہی کو دل دیا تو نے — اے مری جان کیا کیا تو نے

مجذوب (ص ۱۴۱)

خط بھی نکلے گا تیرے ماہ دن دو چار میں — غیر کی معلوم ہو گی چاہ دن دو چار میں

اب تو مجذوب اس صنم کے قول پہ بھولا ہے تو — یاد آوے گا تجھے اللہ دن دو چار میں

عداوت سے تمہاری کچھ اگر ہووے تو میں جانوں — ذرا تم زہر دے کے دیکھو اثر ہووے تو میں جانوں

مت اندیشہ کرو پیارے کہ شب ہے وصل کی تھوڑی — تم اپنی زلف کو کھولو سحر ہووے تو میں جانوں

مستمند (ص ۱۴۵)

نزع تک وصل کی ہے یار امید — بے مثل، ایک دم ہزار امید

مجنوں (ص ۱۴۵)

بولے کہ بد احوالی دے بیٹھا مجھ کو جی سے — تو اپنے منہ سے آپ ہی بے اعتبار ٹھہرا

منشی (ص ۱۳۶)

سجن تیر نگہ سے، کر مرے دل کو نشاں اپنا — کروں قربان کیا اب، تجھ کماں ابرو پہ جاں اپنا

ممتاز (ص ۱۴۶)

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا — ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا

عشق کے، غم سے کوئی عیش مقدم نہ سمجھ یہ عجیب طرح کی شادی ہے اسے غم نہ سمجھ

ذروں میں بسکہ جو بخشش نے پیار میں کیا تھا میں اب خزاں کو جو روؤں بہار میں کیا تھا

عشق میں عرض تمنا، مانع دیدار ہے میرا ہی دست دعا منہ پر مرے دیوار ہے

یاد اس شوخ کی اس دل میں بھری رہتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں پری رہتی ہے

مت ہنر پہ ہو تو نازاں، مدد بخت ہے شرط قابلیت جو ہے، ممتاز دھری رہتی ہے

بے نیازی عشق کی وہ، کچھ تمہارا ناز یہ اس کا کیا انجام ہوگا، جس کا ہے آغاز یہ

ناجی (ص ۱۵۱)

کیا فردا کا وعدہ سرو قد نے قیامت کا جو دن سنتے ہیں کل ہے

نرگس کے تئیں میں ہرگز لاتا نہ تھا نظر میں دیکھی ہیں میں نے پیارے (آخر) تمہاری آنکھیں

مجھ کو باتوں میں لگا معلوم نہیں کیا کر گیا لے چلا جب جی کے تئیں منہ دیکھتا میں رہ گیا

ڈوب گئے ملک جب کھولی لب دریا پہ زلف حیف ناجی کو نہ پوچھا کس لہر میں بہہ گیا

نزار (ص ۱۵۲)

کیا کیجیے عرض جگر کا مقدور نہیں ہے اک زخم نہیں دل پہ کہ ناسور نہیں ہے

ہر طرح کی باتیں ہیں تری بزم میں پر ایک افسانہ مرے حال کا مذکور نہیں ہے

آتا ہے تو آجا مرے بالیں پہ وگرنہ کوئی دم کو سنے گا کہ یہ دلفگار نہیں ہے

نعیم :- (ص ۱۵۲

کیا فائدہ جو غیر سے وہ ہمکنار ہے ہم سے تو اب تلک وہی دار و مدار ہے

بن دیکھ اس کے جان نہ دوں گا اے اجل مدت سے مجھ میں اور یہ اس میں قرار ہے

یہ جور اگر اور یہ بیداد رہے گا تو کاہیکو عالم میں کوئی شاد رہیگا

نثار (ص ۱۵۲)

ہاتھ سے ان جامہ زیبوں کے نکل جاوینگے ہم یہ گریباں دامن صحرا کو دکھلا دیں گے ہم

ہر سمت صد تمنا تڑپے ہے خاک و خوں میں ہے دشمن خانہ میرا میدان جنگ تجھ بن

ولی (ص ۱۵۴)

چھوڑتی نہیں ہے سجن سر زلف تری اپنی مرور — بار کر کمال اس کو پریشانی ہے (کذا)

اے ولی رہنے کو دنیا میں مقام عاشق — کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

نشۂ بخشش عاشقاں وہ ساقی گلفام ہے — جس کی انکھیوں کا تصور بے خودی کا جام ہے

کھولنا زلفوں کا کچھ درکار نہیں اے خوش نین — یک نگاہ ناز تیرا، دو جہاں کا دام ہے

ریاضی فہم، گلشن طبع، دانا دل، علی فطرت — زباں تیری فصیحی اور سخن تیرا زلالی ہے

نگہ میں فیض وحدت، سرشت طالب و شیدا — کمال بدل دل اہلی اور انکھیاں: سوم غزالی ہے

تو ہی ہے خسرو روشن ضمیر (و) صائب و شوکت — ترے ابرو یہ مجھ بیدل کو طغرائی وصالی ہے

ولی یہ قد [و] ابرو کا ہوا ہے شوق و مائل — تو ہر یک بیت عالی اور ہر یک مصرع خالی ہے

واقف (ص ۱۵۴)

روز خزاں چمن میں جو دیکھا ہزار کے — یک مشت پر پڑے تھے تلے شاخسار کے

آوارہ ہو کے دل سے شکیب و توان و صبر — یارب کہاں بسیں گے یہ اجڑے دیار کے

آنے سے جو مانع ہوئے مجھ کو ترے در سے — رو یا سر بازار میں سر زانو پہ دھر کے

ہدایت (ص ۱۶۰)

قیس ودوں مر گیا فرہاد کی وہ شکل ہوئی — آہ اس کوہ بیاباں میں کئی یار تھے ہم

یقیں (ص ۱۶۰)

کعبہ میں ہم گئے نہ گیا ان بتاں کا عشق — اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

یکرنگ (ص ۱۶۲)

ترک عاشق نے ننگ و نام کیا — کام اپنا جو تھا تمام کیا

اس قدر کیا ہے حمایت غیر کی ہم بھی تھے تم سے کبھی تو آشنا

اگر آوے مرے گھر میں وہ پیارا کروں اس ماہ کو پتلی کا تارہ

خون دل کا مجھے شراب ہوا جگر سوختہ کباب ہوا

نہ کر گوہر سے تو ہرگز برابر اگر معلوم ہے رتبہ سخن کا

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن کوئی دشمن بھی ہوے اپنی جاں کا

بنا بر مصلحت ہے یہ جو تم سے رہا ہے روٹھ، دن دو چار یکرنگ

کیا جانیے وصال ترا ہو کسے نصیب ہم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے

یونس (ص ۱۶۳)

صبح جب گلشن سے گزر گیا باغ سے باہر نکل دگل رہ گیا

تتمہ — ۲

تذکرۂ مسرت افزا جو پہلی بار معاصر (پٹنہ) حصہ ۵ میں چھپا اس میں ایک صفحہ کا یہ مقدمہ تھا۔

تذکرۂ مسرت افزا نہایت کمیاب ہے اور جہاں تک میرا علم ہے، اس کا صرف ایک نسخہ اس وقت دنیا میں موجود ہے۔ یہ اکسفرڈ یونیورسٹی کے کتبخانے میں ہے اور اس کا مختصر ذکر اس کتبخانے کے مخطوطات فارسی کی فہرست میں ہے۔ قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مصحفی نے ریاض الفصحا اور محسن نے سراپا سخن میں اس تذکرے سے کسی حد تک استفادہ کیا ہے، گو ان کتابوں میں اس کا نام تک نہیں آیا۔ اشپرنگر اس سے آگاہ نہیں اور دتاسی کو بھی اس کے مطالعے کا موقع نہیں ملا۔ اس کی تاریخ میں اس کے متعلق جو کچھ مرقوم ہے یا اس کے حوالے سے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس تحریری یادداشت پر مبنی ہے جو اس کے ایک دوست نے اسے بھیجی تھی۔ مصنف کا نام امیرالدین احمد عرف امراللہ اور کنیت ابوالحسن ہے۔ یہ عہد شاہ عالم کے مشہور مصنف خیرالدین احمد کا چھوٹا بھائی ہے اور مؤخرالذکر کے عبرتنامہ میں کئی جگہ اس کا نام آیا ہے۔ امراللہ الٰہ آباد کا رہنے والا تھا۔ باقاعدہ تعلیم (ظاہراً) لکھنؤ میں ختم کر کے ۱۱۹۲ھ میں خیرالدین کی معیت میں عازم کلکتہ ہوا اور راہ میں عظیم آباد و مرشد آباد میں بھی کچھ دن اقامت کی۔ اس کے بعد بنارس اور لکھنؤ وغیرہ گیا اور وہاں ان مقامات کے شعرا کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے مواقع ملے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۹۳ھ میں تذکرہ لکھا، لیکن اس میں ۱۱۹۵ھ تک کے واقعات ملتے ہیں۔ ظاہراً کتاب ۱۱۹۳ھ میں تمام ہو گئی تھی، مگر ۱۱۹۵ھ تک اضافے ہوئے ہیں۔ کتاب کی اہمیت اس کی اشاعت کی مقتضی ہے اور یہ باقساط معاصر میں شائع ہوگی۔ متن نسخۂ اکسفرڈ کے عکس پر مبنی ہے۔

قاضی عبدالودود

ضمیمہ-۱

اختلافات نسخ

ص/س

انچاس/ ۸ نسخۂ خطی (مخ) کا پہلا ورق نہیں ہے۔ دوسرے ورق سے اس طرح ابتدا ہوتی ہے: "عباد اللہ الہادی"

انچاس/ ۱۴ مہیا سازم: مخ: مہیا گردانم

بچاس/ ۴ مرحلہ پیمائے خطوات غربت: مط: ... خطوات غریب

بچاس/ ۷ وایں نازنیں بتاں مطالب: مط: و نازنیں بتاں ..

اکاون/ ۱ بودہ زمہ جاددوم: مخ: ... جاددویم

اکاون/ ۶ یارب بطفیل سروردیں: مط: ... رہبر دیں

۴/۱ محمد شاہ را: مط: محمد شاہ

۲/۲ یکہزار و یکصد و ہفتاد و دو: مط: و یکصد ہفتاد و سہ

۲۲/۲ مط: دوسرا مصرع نہیں ہے، مخ: ردیف "ہے وہ شوخ ہے"

۲۲/۴ صنم کے نازنیں پاؤں میں کیا ہی خوب تو نے ہیں: مط: ... پاؤں ہیں ... توڑی ہے ... اپنے یہ قدرت سے جوڑے ہیں: مط: ... جوڑی

۲۴/ عمدۃ الملک: مط: عمدۃ الملوک

۱۴/۴ 'اوہ لوگو امیر خاں موا' کے اعداد ۱۰۲۳ ہوتے ہیں گر ۱۱۵۹ھ

۱۵/ منظور نواب موصوف (بود منسوب) می کنند: مط: منظور نظر نواب موصوف می کنند

۱۹/۴ دختر رز بزم میں آ، شرم سے پانی ہوئی: مط: ... شرم کی پانی ہوئی۔

۲۲/۰ ٹک تو فرصت دے ... مخ: ٹک تو دے فرصت ...

۱۴/۵ وعدے تھے سب دروغ جو اس لب سے ہم سنے: مخ: ... جو اس لب کے ہم سنے۔

۱۵/ مرے شوخ خراباتی کی کیفیت نہ پوچھو تم: مخ: ... نہ پوچھو کچھ

۱۸/ جامع صفات: مط: جامع بصفات

۱۴/۶ مگر کر ٹوٹ گیا، میرا آبلہ دل کا: مخ: ... میرے آبلہ دل کا۔

۵/۷ جو تو یوں ہیں آنکھیں دکھاتا رہے گا: مخ: جو تو یوں نہیں آنکھیں چھپاتا رہے گا۔

۶/۷ مرے دین کا دشمن قیامت ہے یہ دل: مخ: ... قیامت یہ دل ہے۔

۱۶/ پہ ٹک کبھی نہ ذرا، ایک ہم ہوئے محظوظ: مخ: پر ایک ہم نہ کبھی ٹک ذرا ہوئے محظوظ۔

۲۳/ آیا صبح کو نیند سے اٹھ رسمسا ہوا (دیوان آبرو میں آیا ہے صبح)

۱۸/۸ مت ستائے یوں: مخ: مت ستائے توں

۶/۹ جاندار (ہ) قزلباش خاں: مخ، مط: جاندار قزلباش خاں۔ ہ کے اضافے کے بعد ۱۱۵۹ھ آئیگا

ص/س

۱۰/۱۹ کبھو تو مہرباں ہو ہم پرائے بت = خ: ... ہم سے ...

۹/۲۱ آشنا وہ یہ ہوئیگا تیرا = مط: ... تیرا

۱۰/۲ شاہ غلام یحییٰ = خ: ... جونپوری

/۱۰ ازیں خبر مطلع شد = مط: ... ایں خبر مطلع شد

/۱۴ مشق کے پیشے میں جس نہیں = خ: مشق کے شیوے میں

/۱۷ ایسا ہی ٹھکانا = مط: ایسی ہی ٹھکانا

۱۱/۲ مولدش سرہند = مط: مولودش سرہند

۲۰/۵ چوں در ولاے اجداد خود = خ: ... چو ...

/۱۳ میاں میں کیا کہوں اب اس سے آگو = خ: ... اس سے آگے

/۱۷ دل سے جو چاہیے سو باندھیے بات = مط: دل سے چاہیے ..

/۱۷ میں تو واللہ کچھ کہا ہی نہیں = خ: ... کچھ کیا ہی نہیں

/۲۱ اس منہ سے الا کچھ نہ نکلا = خ: ... اللہ کچھ نہ نکلا

۱۲/۸ حال اپنا مجھے جو ہے کہنا = خ: جو ہے مجھے کہنا

۱۳/۶ نہایت مشتاق، خدائیش بیام زد = خ: نہایت مشتاق طرز سخن ریختہ وے پسند خاطر عشاق وو ضع بیان او سراپا اشتیاق خدائیش بیامرزد

/۹ احسن از شاگردان = خ: میرزا احسن علی احسن تخلص مظہر خوبی سخن و منظر جلوۂ حسن از شاگردان

/۱۱ آدے ہے لوے دل = خ: آتی ہے۔

/۱۵ اشرف لیکن = خ: اشرف است لیکن

/۱۸ رونے کا ابھی اثر پڑا ہے = خ، مط: رونے کا اثر ابھی پڑا ہے

/۲۰ دیکھ کر [کھنکھارا مجھکو] (کلیات انشا) = خ، مط: دیکھ کر مجھ کو کھنکھارا۔

/۵ اور دی دشنام بھی = خ: اور دیے ...

/۲۱ کچھ تہی دستی میں تنہا دشمن انشا نہیں = خ: دشمن انشا کی نہیں

۱۴/۱۰ منگباشی = خ: قماشی

/۱۷ جلوہ گر کفر کہیں چمکے ہے اسلام کہیں = مط: جگ میں ہے اسلام کہیں

/۲۱ سنتے ہی بلبل ایسی ہی تڑپی کہ مر گئی = مط: سنتی ہی بلبل ایسی ہی تڑپی کہ مر گئی۔

/۲۲ جوں کباب سیخ = مط: جو کباب سیخ

/۲۲ شاگرد و صابر = مط: شاگرد صابر

۱۵/۱۴ ہوائے سخن سرائی در سر دارد = مط: ہوائے سخن در سر دارد

/۱۴ و مشق سخن از میرزا فدوی = مط: و مشق سخن سرائی

/۲۳ [میخانے میں معطا ولت جام کیجئے = مط: 'میخانے' کی جگہ خالی ہے۔

۱۶/۶ لگے ہے تری شعلے کی شمشیر = خ: لنگے ہے تری شعلے کی شمشیر

/۱۲ نہ میرے آگو سے بولے ... = خ: نہ میرے آگے ل ستی تو بولے ہے (کذا)

۱۷/۶ مت پوچھ دل کی باتیں = مط: مت پوچھ دل کی باتیں ...

/۶ اس تخم بے نشاں کا حاصل = مط: اس تخم بے نشاں کی حاصل

/۱۹ اب تو فتنہ ہے ... = مط: اب فتنہ ہے ...

/۲۱ کہ ایک نام کی خاطر جگر کھدا تی ہے = مط: ... چھدا تی ہے

۱۸/۱ نہ گولا ہے نہ یہ گرد ہے ویرانے کی = مط: نہ یہ گرد ہے دیوانے کی

۲/۱۸ یک بار آفت آگئی صبر و قرار پر = مط: ...صبر قرار پر

۶/ آہ لب تک پہنچ نہیں = مخ: ...نہیں پہنچ سکتی

۱۱/۱۹ آج کوئی استادی کے قابل نہیں = مخ: آج استادی کے کوئی...

۲۱/۱۹ کید ھر ہے کہاں ہے خوشدلی تو = مط: کیدھر ہے کدھر ہے

۶/۲۰ جس کی بالیں پر تمامی شب کھڑی روتی ہے شمع = مط
جس کے بالیں پر تمامی شب پڑی...

۸/ ایسا ہی برا حال بیاں کا دیکھا = مط: ایسا ہے برا...

۱۵/ جز صبر کچھ چارہ نہیں، بیچارہ ہونا پڑا = مط: جز صبر
کچھ چارہ، بیچارہ ہونا پڑا۔

۲۲/ کیا ہی بچا ہے رنگ = مخ: کیسا بچا ہے رنگ

۲۳/ یہ نظم ترجیع بند ہے۔ ہر دو شعر کے بعد یہ شیپ کا مصرع
مخطوطہ میں لکھا گیا ہے۔

۱/۲۱ کہتے ہیں لوگ رات کو نکلا ہے آفتاب = مط: کہتے لوگ"

۲/ سب عیش ساتھ ساز ہے = مخ: سب عیش ساز ساز ہے"

۳/ لڑکوں کا آج چاروں طرف ہی ہجوم ہے = مخ: ...
چاروں طرف سے ہجوم ہے۔

۱۰/۲۱ تڑپ کر مر گئی بلبل قفس میں = مخ: تڑپ کے...

۱۳/ سیوک رائے = مط: شیوک رائے

۱۸/ آسماں تک ہے اٹھا شعلہ... = مط: آسماں تک
بھی اٹھا شعلہ...

۱۶/ محتاج نہ یہ کلبۂ احزاں چراغ کا = مخ: محتاج نہیں"

۲۰/ نہ پوچھ مجھ سے مرے دل پہ کیا عشق کیا لایا = مط...
مرے دل میں

۱/۲۲ اگر تو ہی نہ ہوئے جان مجھ پاس = مط: ...تجھ پاس

۱۲/ شرح آن ناگزیر افتاد = مط: شرع آں ...

۱۳/ شہباز بیگ تورانی بود کابلی نژاد = مط: ...
تورانی کابلی نژاد

۲۱/ نہ رسید = مط: رسید

۲۲/ از خوف استغفاف حاکمان = مط: ...استحقاق حاکماں

۳/۲۳ درشت = مط: درست

۱۳/ رسانیدند = مخ: دہانیدند

۱۵/ نیز بمہ = مط: برہمہ

۲/۲۴ شاہجہاں آباد = مخ: خاک شاہجہاں آباد

۴/ کدھیں = مخ: کبھی

۴/ دعا ہوئی = مط: دعا ہوا

۱۴/ در سایہ محبت = مط: در محبت

۲۲/ بتکدے میں = مخ: میکدے میں

۳/ اس کی = مط: اس کے

۱۷/۲۵ ایجاد نادرہ = مخ: ایجاد تازہ

۱۱/۲۳ ہمت عالی کی = مط: ہمت عالی کا (تعریف)

۳/۲۶ عرصہ دنیا کر (ہاشمی) = مخ مط: عرصہ دنیا کا

۶/۲۶ بہت کم = ہاشمی: بست و کم
پوچھیے = مط: پوچھیو

۸/ یقیں [ہے] حاصل ہندوستاں = مخ: یقیں
حاصل ہندوستاں

۱۳/۲۴ نواب دکا ثانی = مخ: کے ثانی، مط: کی ثانی

ص/س

۱۷/۲۶ ہوئے = ح: ہووے

۲۳/″ بہت محال = خ: بہت محال

۵/۲۷ کائنات کے نسرین = مط: کائنات نسرین

″/۷ اوپر مطالعہ = مط: اوپر شوق مطالعہ

″/۱۰ رکتی = خ: ردکتی

″/۱۰ واسطے شغل = مط: شغل

″/۱۶ ہاشمی: اردو ئے معلیٰ کا رکھتا ہو، مطالعہ اس گلدستہ
بہار میں لے کے ہوش و شوہ فوائے کلام حاصل کرے۔

″/۱۷ خامہ عجز نگار = مط: خامۂ عجز زرنگار

″/۲۱ ارتفاع کی بخہ قوس = مط: ارتفاع قوس

″/۲۳ دارالامن کے تئیں = مط: دارالامن گیتی

۲۸/۷ جسے = خ: جیسے

″/۷ مسکن وماوا = مط: مسکن (و) ماوا

″/۱۱ اس کی کچھ تعریف = مط: اس کی تعریف

″/۱۵ اس فکر دلخراش = مط: این فکر دلخراش

″/۱۶ گل عشرت اس کے = مط: گل عشرت اس کی

″/۱۶ صرصر غم و الم سے = خ: صرصر اس غم و الم کی سی

″/۱۸ شب پردہ نشینان = خ: سب پردہ نشیناں

″/۲۰ کا اوپر = مط: کے اوپر

″/۲۱ ادج عفت = خ: اوج عصمت

۲۹/۸٬۴ وقت شب در = مط: وقت در

″/۹ ماہتاب کے تئیں = مط: ماہتاب کے سیں

″/۱۱ جلوہ نرلے = [ہاشمی: جلوہ پیرائے]

۲۹/۱۸ مہتاب نہ = خ: مہتاب نہیں

″/۱۹ چاندنی = خ: چاندنی

″/۲۰ پاس نہ = مط: پاس نہیں

″/۲۱ جنبش دی = مط: جبس دی

″/۲۲ دہ ماہ = مط: دہتا

۳۰/۱ [ہاشمی: نگینہ ہائے الماس] = خ، مط: آبگینہ ہائے الماس

″/۱ سبزۂ زمیں ریاض آئیں = ہاشمی: سبزۂ ریاض خلد آئیں

″/۴ ماہ نسترن = مط: ماہ رویان نسترن

″/۱۰ کچھ کہنا نہیں = مط: کچھ کہتا نہیں

″/۱۰ کہیں = خ: کہیں

″/۱۴ جھاڑنے = مط: جھاڑمیں

″/۱۴ درخت انار = ہاشمی: درخت چنار

″/۱۴ پہنچے کے گلدستے نے = خ: پہنچے

″/۱۶ پتا خطا = خ: پتا نچے

″/۱۸ موتی کی سی لڑی = خ: موتی کی لڑی

۳۱/۲ افتخار یافت = مط: اختیار یافت

″/۲ بدرس واستخراج مسائل = مط: بدرس استخراج مسائل

″/۱۵ وجودت انتقال = خ: سرعت انتقال

″/۱۶ ضعف بصر = خ: ضعف بصارت

۳۲/۶ نہ اپنے = مط: بیاپنے

۳۲/۱۵ اندریں = خ: کردریں

۳۳/۴ باندھ کے = خ: باندھ کر

″/۸-۷ فیض صحبت = مط: فیض محبت

۱۱/۳۳ کشیدہ درعین = خ: کشیدہ آخرالامر سر دیوانگی
کشید درعین

۱۶/" مچائی تھی = خ: مچاتے تھے

۱۷/" عشق کی = خ: عشق میں

۱۷/" اب دل = خ: اس دل

۲/۳۴ محتشم = خ: سید محتشم

۶/" چھپایا = خ: جھکایا

۹/" حسن این = خ: حسن تخلص ین

۱۷/۳۴ شرق = مط: مشرق

"/" جستجو میں پڑے کرتے ہیں ہم = مط: جستجو
میں تری نت کرتے ہیں ہم۔

۱۹/" ہے یہ غم = خ: ہیں یہ غم

۱۱/۳۵ اسی کے = خ: اسی کو

۲۲/۳۵ تجھے = خ: مجھے

۱۵/۳۶ دیکھ کے = خ: دیکھ کر

۶/۳۷ نتواند = مط: تواند

۱۱/۳۷ کس واسطے = مط: کس راہ سے

۱۲/۳۷ گلے کے ہار = مط: گلے ہار

۱۴/۳۷ عیاں = خ: میاں

۱۸/۳۷ مولائی واستادی = مط: مولائے راستاں

۲۱/" حیرت افزائش = خ: حسرت افزایش

۲۲/" باپر = خ: ازبہر

۱۱/۳۷ خذف = مط: صدف

۳/۳۸ بہارش پیدا = مط: بہارش پیداست

۴/" طرز = خ: شعار

۵/" طبع عالیش = مط: طرز عالیش

۶/" کسے می خواند = مط: سے می خواند

"/" می کرد = خ: می نمود

۷-۸/" از سنین عمرش چہاردہ گذشتہ = خ: چہاردہ
سال گذشتہ

۸/۳۸ اعلم العلماء = مط: عالم العلما

۱۰/" سرفراز شدہ = خ: شرف اندوز شدہ

۱۴/" تعلیم = مط: بتعلم

۱۹/" ودرخدمت = مط: درخدمت

۲۱/" می گرفت = مط: می گرفت

۳/۳۹ آنجناب = خ: آنحضرت

۸/۴۰ (پانچویں شعر کے بعد) = خ: بحق آل علی زین عباد
قدوۂ سالکان راہ رشاد

۱۲/۴۰ توداشت = مط: بودہ است

۱۷/" آنکہ = مط: ایک

۱۷/۴۰ دکبار ا = مط: کرام

۱/۴۱ می نماید = خ: بنماید

۶/۴۱ (گیارہویں شعر کے بعد) خ: نامۂ رشتی دز تشی علی در
پیش نمک زخمہائے سینۂ ایش

۱۰/۴۱ می رسد = خ: برسد

۲۲/۴۱ برمطیعان ومنکران = مط: برمطیعان منکران

۲۳/۴۱ مجرمان = مط: محرمان

۱/۴۲ برآں = مخ: برین

۵/" بوقت محسن = مخ: بوقت مہن

۱۷/" بدردو محسن = مخ: بدردو مہن

۲۰/" قادروغفار = مخ: قادر غفار

۵/۴۳ تا ابد = مط: ابد

۱۶/" درا لہٰ آباد = مخ: درا لہٰ آباد آمد

۱۹/۴۳ یہ کافر = مخ: یہی کافر

۲۲/۴۳ بسیار موزوں = مخ: بس موزوں

۲۳/" فکر ریختہ وغزل = مخ: فکر غزل وریختہ

۴/۴۴ واللہ نہ ہوگا = مط: واللہ ہوگا

۱۷/" گلزار سخنوری = مط: سخنوری

"/" ونشو نمائش = مط: ونشو نمایش

۱/۴۵ تارۂ [نورہ] ہل من مزید = مط مخ: تارہٗ ہل من مزید

"/" بگوش می رساند = مخ: بگوش وے می رساند

۳/" چوں ایں فقیر = مط: چوں فقیر

۱۰/" اسرافراز = مخ: سرافراز

۱۰/" اعمال خویش = مخ: اعمال عمال خویش

۱۱/" تفویض نمودہ بعنایت = مخ: تفویض نمودہ

وبعنایت

۱۲/" اشعار = مخ: اشعار دے

۱۹/" ٹانکے بھرتے = مط: ٹاکے بھرتے

۶/۴۶ اک = مخ: یک

"/" اورعرض کی ذرے سے = مخ: اور عرض کی زور سے

۱۸/" راحت مرے = مخ: راحت مجھے

۱۳/۴۷ کس کے تئیں ... = مخ: سب کے تئیں گردوں نے

دنیا میں کیا ہے کامیاب

۱۵/" راہگذر او پر = مط: راہگذار دپر

۱۶/" جبکہ = مط: جی کر

"/" ہووے = مخ: ہوگی

۱۷/" جاکر = مط: جاکے

۱۹/" وداران = [اعوان] = مخ، مط: ودراواں

۴/۴۸ وادن موپر = مط: وامو پر

۸/" کنشت ودیر = مط: کنشت دیر

۹/" نہ ہونے پائی = مط: ہونے پائی

۱۱/" لے درد = مخ: بے درد

۱۷/" آنکھوں کی راہ = مط: آہوں کی راہ

۹/۵۰ تعشق داشت = مخ: تعشق دارد

۱۳/" حجاب آوے = مط: حجاب آیا

۱۵/" لخت دل سے جب خالی = مخ: جب سے خالی لخت دل سے

۱/۵۱ می پسندید لیکن ایں اثر = مخ: می پسندید ایں اثر

"/" متنزل من السماء = مط: منزل من السماء

۱۹/" ترکسوران نواب = مخ: ترکسوران سرکار نواب

۶/۵۲ مرے = مخ: ترے

۸/" ڈبادیا = مخ: دیا ڈوبا

۱۱/۵۲ شوق، = مط: شر

۱۴/〃 مط: مصرعۂ ثانی ندارد

۱۸/〃 دظریف طبع بود = مط: وظریف بود

۲۰/〃 نمود و در آنجا = مط: نمود در آنجا

۸/۵۳ کیونکے = مخ: کیونکہ

۱۲/〃 "فرہاد کو پہنچو نہیں کوئی" = مط: "فرہاد کو پہنچو نہیں"

۱۳/〃 غلام علی = مط: غلام علی خاں

۱۴/〃 ہمیشہ = مط: پیوستہ

۱۵/〃 مثل شہر شده ؟ = مخ: مثل شہر شده ؟

۶-۷/۵۴ آخر کار ترک = مط: آخر ترک

۱۹/〃 می بخشند = مط: می بخشید

۲۲/〃 تو پیرہن = مخ: ادپیرہن

〃/〃 ہیگا = مط: رہیگا

۱۰/۵۵ کیا کہوں ابلے جاب = مط: کیا کہوں میں اب جاب

۱۱/〃 تم تو دل سے = مط: تم دل سے

۱۶/〃 جوانی شاہجہان آباد است لیکن = مط: جوانی لیکن

〃/〃 نشو [و] نمائے = مخ، مط: نشو نمائے

۱۶/〃 آبادی وے = مط: آبادی وی

〃/〃 وے در دارالسلطنت = مط: و در دارالسلطنت

۱۸/〃 بہ نسبت دیگر بلاد = مخ: بہ نسبت بلاد دیگر

۱۹/〃 برادر = مخ: برادرم

۱۹/〃 دوستی تمام = مخ: دوستی برادرانہ

۲۱/〃 دعزتش = مط: دعزلش

۲۲/۵۵ انتخاب خوب دارد = مخ: انتخابے خوب خوب دارد

۱۲/۵۶ چپ جاے = مخ: چھپ جا

۱۸/〃 ہنر بر علی خاں = مط: تدبیر علی خاں، مخ: ہذیر......

۲۰/〃 متوسلانش = مط: متولانش

۲۱/〃 آن مکان = مخ: آن مقام

۲/۵۷ مجھ دکو [؟] = مط، مخ: مجھے مجھ

۷/〃 نواب مہربان خان = مخ: مہربان خان

۱۲/〃 وے باوجود ناشناسائی علم از فیض صحبت = مخ: وے از فیض صحبت

〃/〃 می کشود = مخ: می کشاید

۸/〃 می نمود = مخ: می نماید

۹/〃 پر ناخوشی وے یار = مط: پر ناخوشی یار، مخ: پر ناز خوشی یار

۲۰/〃 در بلدۂ مرشد آباد و عظیم آباد شده = مط: در بلدۂ مرشد آباد شده

۲۰/〃 در وقت = مخ: وے در وقت

۲۱/〃 دولت مندی [؟] = مخ: دولتمند

۲۲/۵۷ می نمودند = مخ: می کردند

۲۲/〃 توطن گزیده = مط: توطن برگزیده

۱/۵۸ طبع شریف = مخ: فکر رفیع

۱/۵۹ ذہنش بسیار رسا = ذہن بسیار رسا

〃/〃 خاطرش را = مط: خاطر را

۹/〃 پٹاپٹی = مط: چٹاپٹی

۱۰/۶۰ یک بیت بے زبانی = مط: یک بیت زبانی
" ۱۳/ سخنوراں را در = مط: سخنوراں در
" ۱۵/ بردہ کر کلام = مخ: بردہ کلام
" ۱۹/ از دماغ سخنوراں = مط: از زبان سخنوراں
" ۲۲/ دگفتند = مط: دگفتہ
۲/۶۱ با ئین خود = مط: بہ آئین خود
" ۱۲/ من بعد ہر چند میرزا = مط: من بعد میرزا ہر چند
۵/۶۲ سب کو = مخ: سب پر
" ۸/ ترا دل = مخ: ترا جی
" ۸/ نہیں ملتا = مط: نہ ملتا
" ۱۶/ پل میں پل کے پل = مط: دم میں پل کے پل
۷/۶۳ عشرت = مط: حسرت
" ۱۰/ نہ پہلوں = مخ: نہ پہلے
" ۱۳/ کب طلسم = مخ: کچھ طلسم
" ۱۸/ دونوں نسخوں میں "آیا ہے" لکھا ہے "ہے" زائد ہے
" ۲۰/ کس سے = مخ: تجھ سے
" ۲۰/ ٹوٹے جھڑے خزاں = مط: ٹوٹے (جھڑے) خزاں
۲۱/۶۳ اک درج ہے = مط: یک درج ہے
۲/۶۴ ... = مط: مصرع دوم ندارد
" ۱۲/ مثنوی = مط: مثنی
" ۱۳/ شورش = مخ: دیوانش
" ۱۵/ کیا کروں بیاں = مخ: کیا بیاں کروں
" ۱۶/ کہ تجھے = مخ: جو تجھے

۱۹/۶۴ دیکھ تہیں = مخ: دیکھتے ہی
۲/۶۵ پل نہیں رہتا = مط: بل نہیں رہتا
" /" کیا بلا = مخ: کیا بھلا
" ۶/ بن یار = مخ: بے یار
" ۸/ میرے دل میں = مط: میر دل میں
" ۱۰/ عارضی حسن = مط: عارض حسن
" ۱۲/ پھرتے ہیں ذرّے (ذرّے) مری خاک کے ملے ملے = مط: ٹھہرتے ہیں نہ مری خاک کے ملے ملے
" ۱۶/ پہلا = مخ: پچھلا
۸/۶۶ جتایا = مط: سنایا
" ۱۰/ تجھ سے = مخ: تجھ کو
" ۱۴/ نہ آیا نہ آیا = مط: نہ آیا آیا
" ۱۶/ دونوں نسخوں میں "اعجاز ہوتا" ہے
" ۱۷/ جس سے اس نے = مخ: جن سے اس نے
۲/۶۷ سچ کہو تو قاصد = مخ: ... کہو قاصد، مط: کہ قاصد
" ۳/ کل سیر گلشن میں آتا تھا گلرو = مخ: ... جاتا تھا ...
" /" میں نے کہا یوں کہ میں ہوں ہمراہ = مط: کہ میں ہیں ہوں ... مخ: کہ میں ہی ہوں ہمراہ
" ۴/ وہ یہ = مخ: وہ یوں
" ۷/ لے = مخ: کئے
" حالت = مط: حالات
" ۹/ چابک زبانی = مط: جابک زبانی
" ۱۰/ کہنے لگا = مخ: کہنے لاگا

۱۲/۶۷ بعنوان تازہ = مط : بزبان تازہ

″/۱۴ دل سے = مط : دل ہے

″/۱۶ کمال تیز عزت و اعتبار = مخ : کمال عزت و اعتبار

۱/۶۸ کر رکھے = مط : گھر رکھے

″/″ کہ کر رکھے = مط : کہ کے رکھے

″/۲ دامن کو پونچھ = مخ : تو پنچھ

″/″ دوالوں ساتھ = مط : دوالو ساتھ

″/۳ خوب نہ = مخ : خوب نہیں

″/۱۱ غنچے کے دکھ بلا = مط : غنچہ کئی دکھلا رہا ؟

″/۱۴ سچ بات ہے کہ = مط : وہ سچ بات ہے کہ

″/۱۵ ہو گیا پھپھولا = مط : ہو گیا پھپھو

″/″ نہال سے = مط : نہال کے

″/۱۶ پانی ہو جاوے موتی = مط : آئیں ہو جاوے موتی

″/۱۸ سب یہ تجھ کو = مط : یہ سب تجھ کو

″/″ انداز ہیں اجل کے = مخ : آزار ہیں اجل کے

″/۲۰ سوز دل کا = مط : شور دل کا

۱-۲/۶۹ دوسرا مصرع نہیں ہے = مط : قوسین کے درمیان

″/۳ بھی عجیب = مط : کی عجیب

۱۲/۶۹ ہات = مط : ہاتھ

″/۱۵ درویش مشرب = مط : رند مشرب

″/۲۲ تحریر دستور = مط : تحریر سطور

۱/۷۰ پر جوش = مط : در جوش

۳/۷۰ حال کو مرے = مط : حال کیوں مرے

۵/۷۰ پر کہو کیوں = پر کہوں کیوں ۔

″/۸ کرے ہے = مط : گرے ہے

″/۱۶ اتنی نہ تھی = مط : تھی اتنی نہ تھی

″/″ کہ بائے مرا سلام لیا = مط : کہ (بائے) مرا سلام لیا

″/۱۷ لالے کے تختے = مط : لالے کے غنچے

″/۲۰ ہولے پھوٹا = مط : ہولے ٹوٹا

″/۲۲ ہجر کے = مط : ہجر کا

۵/۷۱ میرزا علی خاں شوکت جنگ = مط : میرزا شوکت جنگ

″/۱۱ سوزش انگیز = مط : شورش انگیز

″/۱۲ آغازش را بانجام = مخ : آغازش بہ انجام

″/۱۷ دلوں میں اپنے = مط : دلوں اپنے

″/۱۹ جب سے = مط : جیسے

″/۲۱ ہے یہ کہ = مط : ہے کہ یہ

۱/۷۲ مرگ ہستی ہے = مخ : مرگ ہستی ہے

″/۴ عارف حق کو جو = مط : عارف حق جو

″/۹ مخ : مصرع ثانی ندارد، مط : مصرع ثانی قوسین کے درمیان

″/۱۰ مخ : مصرع اول ندارد، مط : مصرع اول قوسین کے درمیان

″/۱۶ نذر = مط : نظر کی

۲۲/۷۲ تک بیان شوق = مخ : یک بیان شوق

۸/۷۳ گلزار معانی را بہ = مط : گلزار معانی بہ

″/۹ بایں طور = مط : ایں طور فطرت

″/۱۲ بوے درد دل، سوزی و شیدائی = مخ : بوے شوری و
شیدائی

۱۶/۷۳ میر قطب الدین علی خاں = مخ: قطب علی خاں

۴/۷۴ پروالوں کی طرح شمع داوپر = مخ: شمع دکے اوپر، مط: شمعوں کے اوپر

۲/۷۵ تہہ بتہہ مژگاں = مط: بیٹھ بیٹھ مژگاں

"/۷ کیا معنی گرنہ = مخ: کیا معنی پھرنہ

"/۱۰ عرشک کے سرسے = مط: اشک کے سرسے

"/۱۲ وقت سے بجھ دین کی تنگی کوس چمن میں (مخ) = مط: وقت سے کچھ دین کی تنگی س چمن میں

"/" غنچے ہیں خوں اگلتے سر کو جھکا جھکا کر (مخ) = مط: غنچے نے خون اگلے سر کو جھکا جھکا کر

"/۱۳ تس پرتو = مط: جس پرتو

"/۱۴ مطیع دیر = مط: مقیم دیر

"/۱۵ "از شاگردان شیخ احمد وارث": مرمخ: ندارد

"/۱۸ مرے اسباب بر = مخ: ترے اسباب

"/۲۰ وجودت طبع = مخ: وجودت طبیعت

"/۲۲ ہما خصائل = مط: ہمہ ہمہ خصائل

"/" خصائل پسندیدہ وے = مط: خصائل پسندیدہ در

۱/۷۶ درآوردہ = مخ: آوردہ

۹/۷۶ دو باتیں کریں = مط: دو بات کریں

"/" تم سے میاں ہم = مط: تجھ سے میاں ہم

"/۱۰ بستی میاں = مخ: بستے میاں

"/۱۲ لنند درمن قائل = مط: واللہ درمن قائل

"/۱۳ نامۂ عصیاں برمن = مخ: نامۂ عصیاں بکسر

۱۵/۷۶ کیا رخصت سگ لیلی کو دے کر = مخ: کیا دے کر سگ لیلی کو رخصت

"/۱۶ سبھن کی = مجموعۂ نغز: گلشن بے خار، صنم

"/" جان و دل (گلزار ابراہیم) = مجموعۂ نغز: دین و دل

"/۱۷ صنعت ہائے عجیب = مط: صنعت عجیب

"/۲۳ اپنے پاس = مخ: اپنا پاس

۲/۷۷ 'درنظر آمدہ = مخ: بہ نظر آمدہ

"/۴ ہوئے گزر = مط: ہوے گزر

"/۸ فصل کے شورنے = مخ: فصل کے سوزنے

"/۱۰ مارے کے لکھا = مط: مارے کا لکھا

"/" موئے بھی لہر نہ گئی (میر حسن) = مخ، مط: موے بھی نہ گئی.

"/۱۱ دل ہے یہ یا = مخ: دل ہے یا یہ

"/" عاشق بھی = مط: عاشق ہے

"/۱۹ زمیں میں گڑ گیا = مط: زمیں میں گر گیا.

۲/۷۸ متحلی می ساخت = مخ: متجلی می ساخت

"/۳ جلاوت بخش = مط: حلاوت انگیز

"/۵ اپنے بالوں کو = مط: اپنے بالو کو

"/۱۶ صبر و قرار = مط: صبر قرار

۱۹/۷۸ ساتھ دیتا = مط: ساتھ دینا

۱/۷۹ بیقرار = مط: بیقراری

۲/۷۹ اغیار کا = مط: اغیار کے

۸/۷۹ بگولا = مخ: بگھولا

۹/۷۹ تونے پیدا کیا = مط: تو پیدا!

۱۱/۷۹ مجھ کو = مخ : ہم کو

۵/۷۹ چاک تو = مخ : چاک کو

۲۱/۷۹ (تزئین یافتہ کے بعد اضافہ) مخ : از دست

دربیش اگر روز اجل آہ نہ ہوتا، قصہ تعامت کا کر
کوتاہ نہ ہوتا۔ کیا دیجیے اصلاح خدائی کو تو لیکن،
کافی تھا ترا حسن اگر ماہ نہ ہوتا

۱/۸۰ عندالله = مط : عندالله

۲/۸۰ گرم = مخ : کرم

۹/۸۰ وہم عمر وے = مط : وہم وے

۹/۸۰ نوکر کنایت دہ است = مخ : نوکری داشت

۱۷/۸۰ نیست = مخ : نبود

۱/۸۱ بدسخن = مط : بدسخن

۱/۸۱ ہم دل فرخندہ رائے = مخ : ہم دل فرخندہ رائے

۷/۸۱ بے ربب وشک = مط : بے ریب شک

۱۴/۸۱ خیر انتساج = مط : خیر انساج

۱۸/۸۱ مط، مخ : مصرعہ دوم ناقص الاول ہے

۱۹/۸۱ است = مخ : انست

۱۹/۸۱ ایزد دارش = مخ : ابر دوارش

۲۰/۸۱ دولت مند وحشمت = مط : دولت حشمت

۲۰/۸۱ درغم [و] اندوہ = مخ، مط : درغم اندوہ

۱/۸۲ جس کا = مط : جس کے

۲/۸۲ ٹک = مط : تک

۲/۸۲ ساری رات سوتے گزری = مط : ساری رات روتے گزری

۶/۸۲ مجھ کو [مجھ کو] درد سر ہووے = مط، مخ : [مجھ کو]
درد سر ہووے

۷/۸۲ مط، مخ : مصرعہ اول کذا

۸/۸۲ مانگوں = مط، مخ : مانگو

۸/۸۲ ادھر کا کار گر ہووے = مط : ادھر کام کر

۹/۸۲ عشق میں = عشق سے

۲/۸۳ برمنصہ = مط : در منصہ

۳/۸۳ در مرثیہ خوانی = مخ : در مرثیہ گوئی و مرثیہ خوانی

۱۲/۸۳ نادہاے طبع فطرت = مخ : زادہاے فکرت

۱۸/۸۳ مط، مخ : نذر کرنا (نذر بہ تحریک ذال)

۱/۸۴ سر کو ختم کرنا = مخ : قد کو خم کرنا

۱۹/۸۴ دل کو نذر کرتے ہیں = نذر بردن خبر

۲۰/۸۴ دل کو = مخ : جی کو

۲/۸۵ قاصد جاتا تو ہے = مط : قاصد جاتا ہے تو

۷/۸۵ مخطوطہ میں دوسرا مصرعہ : پھر تو ناصح آہ و زاری تھی

۷/۸۵ " " " : کیا کہوں کیا ہی بے قراری تھی

۱۲/۸۵ تجھ سے کہے = مخ : تجھ کو کہے

۱۴/۸۵ واقعی کب ہو میاں سنگ و گہر دوستی = مخ : واقعی کب ہو
میاں سنگ و گہر کی دوستی

۲۰/۸۵ رخصت عیش و طرب ہے کہ وطن چھوٹے ہے = مط :
... کہ چمن چھوٹے ہے

۳/۸۶ اگر جا کے = مخ : اگر جا کر

۵/۸۶ لیکن مجھے رعایت ظاہر ضرور ہے = مخ : لیکن میاں

رعایت ظاہر ضرور ہے

۶/۸۶ خوش گوئی = مخ: خوب گوئی

۹/۸۶ چمن میں باندھنے مجھ کو نہ آشیاں دیتا = مخ: آشیاں دینا...

۹/۸۶ گلوں سے ملنے کی رخصت تو باغباں دیتا = مخ: باغباں دینا...

۱۵-۱۴/۸۶ فکر عالی او عاصم از خطا است = مط: ذکر عالی او...

۱۷/۸۶ خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں = مخ: ...جو دیکھا میں، نہ تھا...

۱۹/۸۶ معرفت سخن از شعر عارفانہ = مط: معروف سخن

۲۳/۸۶ مط، مخ: نہیں سر من سپر یہ یار کی چوٹی و کذا

۲۲/۸۶ بہاڑ کی چوٹی = مخ: پہاڑ کی چوٹی

۱۰/۸۷ از مغتنمات روزگار است = مط: از مغتنمات است

۱۱/۸۷ کفر و دیں کو = مط: کفر (و) دین کو

۱۲/۸۷ عشق کیا چشم تر نہیں رکھتا = مط: ... نہیں کہتا

۱۶/۸۷ نیاز و ناز کے جھگڑے میں ساری رات کٹی = مخ: ...رات کٹی

۱۹/۸۷ برادر خواجہ عاصم = مخ: مہین برادر خواجہ عاصم

۴/۸۸ میر اعظم، اعظم تخلص = مخ: میر عاظم، عاظم تخلص (دونوں نسخوں میں ع کے باب میں مذکور ہے

۵/۸۸ میر اعظم بعد وفات پدر = میر عاظم...

۹/۸۸ کیا اشکوں نے میرے پا بہ زنجیر = مط: کیا اشکوں نے میرے پلے زنجیر

۱۹/۸۹ زادگاہش کشمیر است = مخ: زادگاہش خاک کشمیر است

۲۰/۸۸ مط، مخ: نہ پایا چین سے رہنے میں بھی اک دن آشیانے میں

۱/۸۹ میرزا عسکری خاں = مخ: میرزا عسکر خاں

۷/۸۹ اٹھ جا = مخ: اس جا

۱۶/۸۹ ٹک اس طرف بھی اے بت عیار دیکھنا = مخ، مط: ...بت اغیار دیکھا

۴/۹۰ چوں سر کشد زخاک = مط: چوں سر کشند خاک

۱۵/۹۰ شمع جو بزم سے سرگرم سفر آخر شب = مخ، مط: شمع بزم ہو سرگرم سفر آخر شب

۱۶/۹۱ لیکن اور ہی ربط ہے یا شمع و پروانے کے بیچ = مط: ... شمع پروانے ...

۲۲/۹۱ سو دل گنوا دیا آپ ہی تھا جی بھی ساتھ لگے = مخ: سو دل گوا دیا آپ ہی تھا جی بھی ساتھ لگے

۶/۹۲ نہ ہووے یہ کبھی ہم سے کہ تیری دوستی جاوے = مط: ... کہ میری دوستی ...

۹/۹۲ دل گم ہوا ہے سینے سے = مط: دل گم ہوا سینے سے

۱۱/۹۲ جاتی ہے انھیں باتوں سے سو یاد نکالی = مخ: ... اپنی باتوں پر ...

۶/۹۳ دل بغل مارے لے جاتے ہیں سب مکتب کے طفل: (میر حسن) = مط، مخ: ...لیے جاتے ہیں یار سب ...

۱۰/۹۳ کون پوچھے ہے دل و جاں کو گر یار نہ ہووے = مخ: ... گر یار نہ ہو

۵/۹۴ میری بغل میں ہی دل پر داغ ہے غریب = تیری: تیری بغل میں ہے دل پر داغ لے غریب

۱۹/۹۴ بکمال جوہر = مخ: بتلاش جوہر

۲/۹۴ روبمشرق = مط: او بمشرق

۱۰/۱۵۹ میں اپنے تئیں آپ ہی رولوں گا قائل رخ : مط
〃/۲۰ نرگس بیمار = رخ : نرگس عیار
〃/۲۰ شوخی وناز کے سوجی سے = رخ : شوخی وناز کی شوخی میں
〃/۲۲ وے زمانے ہیں = رخ : وے زمانے ہی گئے
〃/۲۳ ایسے ہی = مط : ایسی ہی
۲/۱۶۰ بھلا کیا ہوگا = رخ : (حاشیہ) کہیں کیا ہوگا
〃/۳ مگر یہی نہ کہ بے اختیار = مط : مگر یہی نہ بے اختیار
〃/۳ جو کچھ کہ بس نہ چلا ہوگا، رودیا ہوگا = مط : ... چلا رو دیا ہوگا
〃/۳ رخ : ہدایت کے میر محفوظ علی ہمدم کا تذکرہ ہے
〃/۶ بفضائل کامل = رخ : بفضائل کاہی
〃/۱۶ آب د رنگ آگ ہے = مط : آب د رنگ آب ہے
〃/۲۲ دوزخ کا بھی زہرہ آب ہوجاتا = رخ : آتش کا بھی زہرہ...
۲/۱۶۱ ہے زخم مرا کاری اس سینے سے = مط : ہے زخم اکاری (اس) سینے سے
〃/۴ مرے ان آنسوؤں نے = مط : مرے (ان) آنسوؤں نے
〃/۵ سزا تیری بے یقیں = رخ : سزا ہے تیری یقیں
۹/۱۶۱ تری آنکھوں کی کیفیت میخانے سے کیا نسبت = مط : ... کیفیت سے میخانے کو ...
〃/۲۰ سراسر مات ہے = مط : سدا شہ مات ہے
〃/۲۱ کہا جاتا مسافر = رخ : کہاں جاتا مسافر
〃/۲۲ جوں کہ = مط : جونکے ، رخ : جیوں کہ
۳/۱۶۲ جب تلخ ہوئی ہر آن زندگی (گذا) = رخ : جب تلک
〃/۷ کہ (اسم) مبارکش (مط) = رخ : کہ مبارکش

۹/۱۶۲ متعلق باد شدہ (مط) = رخ : متعلق شدہ
〃/۱۰ صبا کا اگر = مط : صبا اگر
〃/۱۰ اس طرف یار ہوگا = مط : اس طرف یار رہوگا
〃/۱۶ وعدے پہ وعدے چاند کے ہونے لگے غروب = رخ : وعدے ہی وعدے چاندنی بن ہونے لگے غروب
۱/۱۶۳ مہدی کا (مہدی کا ہر بات = مط : مہدی کی ہر بات ، رخ : مہدی کا ہر بات
〃/۵ یک رنگ کی (بساط) میں کچھ اور (نہیں) سبحن = مط : ... کی نشاط ... یہی سبحن ، رخ : ... یہی سبحن
〃/۵ تجھ کہو تو تذکرے ، دونوں نسخوں میں یہی ہے
〃/۶ پنہاں = مط : پنہا
〃/۹ لگے ہے خوب کانوں میں بتاں کے = مط : آنکھوں میں...
〃/۱۸ یک ہزار (د) یکصد (د) نود = رخ : یکہزار یکصد نود
〃/۱۸ درا ثنائے سفر کلکتہ باکمال نشست = مط : درا ثنائے سفر کلکتہ کر باکمال نشست
۱/۱۶۴ پیشینیاں = رخ : پیشیناں
۵/۱۶۴ دربلاد من صنف قد استہدف = مط : دربلادع..
〃/۱۳ اگر در توصیف بعضے شرا = مط : اگر در توصیف شرا
〃/۱۴ اللا علمتنا = مط : اللا علمنا
〃/۱۹ رہتے ہیں دل میں = رخ : جی
〃/۲۱ گالیاں جو دیں سو دیں = رخ : ... جو دی سو دی
〃/۲۲ کس طرح سے کیجیے ... = مط : کس طرح کیجیے
۶/۱۶۵ تیری انکھیوں = تری آنکھیوں

۱۶۵/۶ نرگس کے قالب = مخ: ترگش کے قالب

"/ ۸ پہاڑسا = مخ: بہارسا

"/ ۸ اک خواب ہو گیا = مخ: یک خواب ہو گا

"/۱۳ کے کے بیچ = مخ: کئی کئی بیچ

"/۱۴ لیے گئے = مخ: لے گئی

"/۱۵ مرے = مخ: میری، کھداتا = مخ: کھودتا

"/۱۶ آتا = مخ: ایتا

"/۱۶ ہوئیگا تو پیمانہ = مط: ہوئیگا پیمانہ

"/۱۸ ترے داماں کو = مخ: ترے دامن کو

"/۱۹ آگے آیا ترا کیا ترے = مط: لگے آمرے کیا تیرے

"/۲۲ اس نے پوچھا = مط: اسی جو پوچھا

۱۶۶/۱ بود و باش اپنا = مط: بود (و) باش

"/ ۱ نقشہ بھی = مخ: نقشہ ہی

۱۶۶/۲ اس اپنے مہرباں کا = اس مہرباں کا

"/ ۲ یاں یہ اضطراب = مط: واں یہ اضطراب

"/ ۴ رہتا ہے یہ کاروبار = مط: رہتا ہے کاربار

۱۶۶/۵ تیرا ہی مذکور سدا = تیرے ہی مذکور سدا

"/ ۸ سر پھرا ہے = مخ: سر بھارا ہے

"/ ۹ ہمہ عیش بیاد = مخ: سبھی عیش بیاد

"/ ۱۰ سنگ آیا ایک = مط: سنگ آیا ایک

"/ ۱۱ دل میں ہر ایک کے سودا ہے = مخ: ہر ایک کو سودا ہے

"/ ۱۱ تو ہی دہے = مط: تو ہی ہے

"/ ۱۵ آج یہ نیست ہوا = مط: یہ نیست ہوا

۱۶۷/ ۱ کیا کہیں ہم تری جدائی اب = مط: کیا کہیں ہم تری جدائی اب

"/ ۱۰ گریباں چاک رکھتا ہے = مخ: گریباں خاک رکھتا ہے

●●

ضمیمہ ۔۲

مجیب قریشی

تذکرے کے مؤلف کا اصلی نام امیر الدین احمد۔ ابوالحسن کنیت اور امر اللہ عرف ہے۔ الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ اس طرح اُن کا پورا نام ابوالحسن امیر الدین احمد امر اللہ الہ آبادی ہے۔ چونکہ انہوں نے ۳ جمادی الآخر ۱۱۹۳ھ کو اپنی عمر تیئیس ۲۳ سال بتائی ہے۔ اسلئے ان کا سنہ ولادت ۱۱۷۰ھ قرار پاتا ہے۔ تذکرے سے پتہ چلتا ہے کہ امر اللہ نے اپنے بڑے بھائی خیر الدین احمد سے تعلیم پائی تھی۔ نیز علم حاصل کرنے کے لئے وہ لکھنؤ بھی گئے تھے۔ وہاں کس کے شاگرد ہوئے اور کب تک رہے اس کے متعلق انہوں نے کچھ نہیں لکھا۔ اگرچہ پورے تذکرے میں مؤلف نے یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی شاعر تھے یا نہیں لیکن تذکرے کے دیباچے میں ایک فارسی مثنوی نقل ہوئی ہے جس کے مصنف کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اگر مؤلف کے علاوہ کوئی اور اس مثنوی کا مصنف ہوتا تو مؤلف ضرور اس کی وضاحت کرتے۔ اسی مثنوی میں یہ شعر بھی شامل ہے۔

بس حامد ازیں فضول خاموش
دریائے عنایت است در جوش

اس شعر کا سیاق و سباق بتاتا ہے کہ یہ مولف کی نتیجۂ فکر ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو مولف حامد تخلص کرتے تھے۔

اس زمانے کے حالات کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ مولف کو سیر و سیاحت کا شوق تھا یا ذاتی حالات کی وجہ سے انہوں نے اچھا خاصہ سفر کیا تھا۔ تذکرے سے پتہ چلتا ہے کہ لکھنؤ، فرخ آباد، مرشد آباد، کلکتہ، غازی پور، پٹنہ اور بنارس رہے تھے۔ قیاس کہتا ہے کہ کچھ اور مقامات پر بھی رہے ہوں گے جن کا ذکر تذکرے میں نہیں آیا۔

افسوس ہے کہ مولف نے تذکرے میں اپنے حالات اتنے کم لکھے ہیں کہ اُن کے والد اور دوسرے رشتہ داروں کے متعلق ہم کو کوئی اطلاع نہیں ملتی۔ صرف دو بھائی ایک بہن کا پتہ چلتا ہے۔ کرم علی خاں شہید کے ترجمے میں مولف نے اپنے بڑے بھائی صلاح الدین خاں کا ذکر کیا ہے۔ اپنی تعلیم کے سلسلے میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے بڑے بھائی ضیاء الدین احمد سے تعلیم حاصل کی۔ شاہ غلام قطب الدین مصیب الہ آبادی کے ترجمے سے پتہ چلتا ہے کہ مولف کی بہن مصیب الہ آبادی سے بیاہی ہوئی تھیں۔ اس طرح مصیب کے صاحبزادے شاہ غلام حیدر مولف کے سگے بھانجے تھے۔ پوری کوشش کے باوجود مولف کے سنہ وفات کا علم نہ ہو سکا۔

تذکرہ مسرت افزا

مولف کو ابتدائی عمر سے تذکرہ لکھنے کا شوق تھا لیکن اس کام کی ابتدا ۱۱۹۲ھ سے ہوئی جبکہ وہ مرشد آباد میں مقیم تھے۔ مرشد آباد سے متعلق مولف نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ جبکہ وہ مرشد آباد میں تھے تو وہاں ان کو دوستوں کی زبانی معلوم ہوا کہ علی ابراہیم خاں خلیل بھی اُردو شاعروں کا تذکرہ لکھ رہے ہیں۔ مولف خلیل کے پاس پہنچے۔ تذکرہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تاکہ جن شعراء کے حالات کا ان کو علم نہیں ہے وہ نقل کر لیں لیکن بقول مولف نجانے خلیل کے دل میں کیا آیا کہ انہوں نے انکار کر دیا کہ "بعد ترتیب پریشاں ساختم" غالباً خلیل کو یہ پسند نہیں تھا کہ شاعروں کے جو حالات انہوں نے لکھے ہیں وہ کسی اور تذکرے میں بھی منقول ہوں۔

کلکتہ کے دوران سفر میں ۳ رجمادی الآخری ۱۱۹۳ھ کو یہ تذکرہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور بقول مولف جب وہ ۱۱۹۴ھ میں لکھنؤ میں پہنچے تو اکثر شاعروں کے احوال کا اضافہ کیا۔ مثلاً شاہ عالم آفتاب کے ترجمے میں مولف نے ۱۱۹۴ھ کا ذکر کیا ہے اور کم از کم چار مقامات پر ۱۱۹۵ھ کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً خلیل، میر شورش، میرزا مظہر اور تہور کے تراجم میں ۱۱۹۵ھ کا ذکر ہے۔ مظہر کے ترجمے میں محرم ۱۱۹۵ھ اور تہور کے ترجمے میں شعبان ۱۱۹۵ھ کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ مولف نے شعبان ۱۱۹۵ھ

تک اضافے کئے ہیں۔ امکان یہ بھی کہتا ہے کہ یہ اضافے اور ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ بعد تک چلا ہو، اس تذکرے میں اُس کی کوئی قطعی شہادت نہیں ملتی

مولف کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ "تذکرہ مسرت افزا" میر تقی میر کے "نکات الشعراء" کا جواب ہے۔ انہوں نے "نکات الشعراء" پر بہت اعتراض کئے ہیں۔ اور میر کے بارے میں لکھا ہے کہ میر نے کلام شعرا میں عجیب نکتہ چینی کی ہے۔ ہر ایک کے ساتھ تحقیر اور بے ادائی کے ساتھ پیش آئے ہیں اور ان شعرا کے بے رتبہ اور ناپسندیدہ اشعار چُن چُن کر پیش کئے ہیں اور چونکہ میر خود موزوں کے بجائے اشعار انتخاب کرنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے بھی جو اشعار منتخب کئے ہیں ان میں اکثر بے رتبہ اور ناپسندیدہ ہیں۔ جبکہ میر کے دیوان میں ان سے بہتر اشعار موجود ہیں۔ مولف میر اور ان کے "نکات الشعراء" سے اتنے ناراض ہیں کہ لکھتے ہیں۔ محمد تقی سید نہیں ہیں بلکہ میر درد کے والد میر ناصر نے میر کے عنفوان جوانی میں ان کی جودت طبع کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ محمد تقی "میر میدان سخنوری" ہوگا۔ میر نے یہ لقب ہی اختیار کر لیا۔ میر پر اس قسم کے اعتراضات کے بعد مولف لکھتے ہیں کہ اس تذکرے کی تالیف کا سبب یہ ہے کہ "میں حاسدان عیب بیں اور خردہ گیران نکتہ چیں" کے بجائے شاعر کا حال اس طرح لکھنا چاہتا تھا کہ حقیقت سے روگردانی نہ ہو۔

مولف کے پیش نظر اَنہ شاعروں کے تذکرے تھے۔ جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ "نکات الشعراء" کا تو بار بار ذکر آیا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ احمد وارث متخلص بہ احمدی کے تذکرے کا ذکر ہے۔ مولف نے دو مقامات پر اس تذکرے کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو احمدی کے ترجمے میں لکھا ہے کہ احمدی کے اشعار تذکرہ شیخ احمد وارث سے نقل کئے جاتے ہیں۔ اور دوسرے میر قطب الدین علی خان شاداں غازی پوری کے ترجمے میں اشعار اس تذکرے سے نقل کئے ہیں۔ وارث کا یہ تذکرہ دست برد زمانہ کی نذر ہو گیا اور اب تک معلوم تذکروں میں "تذکرہ مسرت افزا" واحد تذکرہ ہے جس میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

شورش کے ترجمے میں مولف نے تذکرہ شورش کا ذکر کیا ہے۔ یہاں مولف کے بیان سے اس تذکرے کے متعلق نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اور چونکہ مولف نے لکھا ہے کہ رفعت اللہ الہ آبادی کے یہاں ان کی شورش سے اکثر ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے مولف کے بیان کو کسی غلط فہمی پر محمول کرنا مناسب نہیں۔

بالکل یہی معاملہ علی ابراہیم خاں خلیل کے تذکرے کا ہے

میر حسن کا تذکرہ "شعرائے اردو" بھی مولف کے زیر مطالعہ تھا۔ تذکرہ "مسرت افزا" میں میر حسن کا ترجمہ اس تذکرے سے نقل کیا گیا ہے، لیکن ان دونوں تذکروں میں میر حسن کے حالات میں اختلاف ہے جو بظاہر مولف کا سہو ہے۔

مغل علی خاں صفت کے ترجمے میں سید فتح علی حسینی گردیزی کے تذکرہ ریختہ گویاں کا ذکر کیا ہے

میر غلام علی آزاد بلگرامی کے تذکرے "سرو آزاد" سے قزلباش خاں امید کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ لیکن مولف اس معاملے میں بہت محتاط نہیں۔ تذکرہ میر حسن سے میر حسن کے حالات نقل کرنے میں بھی کچھ غلطیاں ہوئی تھیں۔ اس طرح اگرچہ مولف کا بیان ہے کہ انہوں نے قزلباش خاں امید کے حالات "سرو آزاد" سے نقل کئے ہیں لیکن دونوں تذکروں کی عبارت میں خاصا فرق ہے۔

مولف نے سراج الدین علی خاں آرزو کے فارسی شعراء کے تذکرہ "مجمع النفائس" کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ ذکر آرزو کے حالات میں آیا ہے اور شواہد اس حق میں ہیں کہ مولف کی نظر سے یہ تذکرہ یا تو گزرا ہی نہیں اور اگر اس نے اس کا مطالعہ کیا ہے تو بہت سرسری اور اس سے قطعی استفادہ نہیں کیا۔

ان تمام تذکروں کے علاوہ مولف نے کلب علی غیرت کے ترجمے میں لکھا ہے کہ یہی ایک شعر "سفینہ" میں میری نظر سے گزرا ہے۔ یقین کے اشعار بھی سفینہ سے نقل کئے ہیں۔ آشنا کے ترجمے میں "سفینہ آشنائی" کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ بیاض بھی جو ضائع ہو چکی ہے۔

ان تذکروں کے بارے میں یہ بتانا ضروری ہے کہ مولف "مسرت افزا" نے

۱۲/۹۵ ملتیے = مط: پایئے

۱۲/۹۵ جب ہو شب بھر جانیے جیتے بجے = مط: جانیے جتنی بجے

۱۸/۹۵ شغل یہ صبح و شام ... = مط، مخ: شغل یہ صبح و شام

۵/۹۶ یکصد و پانزدہ = مخ: یکصد و یازدہ

۵/۹۶ سلسلہ نسبتش = مط: سلسلہ نسبتش

۶/۹۶ بسیادت می رسد = مخ: بساداتِ می رسد

۹/۹۶ مقطع غزلش = مط: مطلع غزلش

۱۶/۹۶ در فن بلاغت = مط: در فنِ بلاغت

۲۰/۹۶ بے تاب و تواں بے نشیند = مط: بے تاب تواں ...

۱۰/۹۷ ہزل گوے = مط: بذل گوے

۱۹/۹۷ از لولیے کہ = مخ: لولے غریبے کہ

۱۱/۹۸ نعبے = مط: دولی

۱۱/۹۸ کشتی الفت = مط: کسی الفت

۱۱/۹۸ کب تئیں = مط: کے تئیں

۱۶/۹۸ نہ جائینگے = مط: نہ یہ جائینگے

۵/۹۹ و طلاقت خوش بیانی = مخ: طلاوت خوش بیانی

۱۳/۹۹ کرامٔ و کراماً کاتبیں = مخ، مط: کرامٔ کاتبیں

۱۶/۹۹ نظر آے = مخ: نظر آئی

۱/۱۰۰ جگر سے = مط: جگر کو

۷/۱۰۰ جب کہیں = مخ: جب کبھی

۱۲/۱۰۰ چشمہ چشم سے = مط: چشمہ چشم میں

۶/۱۰۱ رہے ہم = مط: رہے تم

۱۰/۱۰۱ یاد ہم کریں گے = مخ، مط: یاد ہم کریں گی

۱۰/۱۰۱ نہ دہ بیٹھا = مخ: نہ وہ بیٹھا، مط: نہ وہ [دہ]

۱۲/۱۰۱ [تیر آمیز ہے] ہے = مط: تیر امیز ہے، مخ: تیر ابیز ہے

۱۵/۱۰۱ نظر آتی = مط: نظر آئی

۱۶/۱۰۱ چاک = مط: خاک

۱۹/۱۰۱ یاں ہر شام = مط: یا ہر شام

۲۱/۱۰۱ آج کی آج سمجھ کل سے خدا جانے دل = مط: آج کی
آج کل کی خدا جانتے دل

۱/۱۰۲ ہم ہیں دیوانے = مط: ہم دوانے ہیں

۳/۱۰۲ بہار آئی = مط: بہار آیا

۶/۱۰۲ ہے داغ سے = مخ: اس داغ سے

۲۱/۱۰۲ متوطن کجاست = مط: موطن او کجاست

۷/۱۰۳ چھاتی پھٹ گئی = مخ: چھاتی پھاتی

۱۲/۱۰۳ تو لے ظالم ستانے کو گیا ہے = مط: ستانے کو گیا ہے

۲۲/۱۰۳ وعدے ہی میں کٹے = مط: وعدے بھی میں کٹے

۱/۱۰۴ جس سے = مخ: جسے

۱/۱۰۴ کہتے ہمیشہ تھے فرصت = کہتے ہمیشہ نہ فرصت

۱/۱۰۴ کہ کہیں دل نہ اب لگائیے گا = مط: کہ کہیں دل
آپ نہ لگائیے گا

۹/۱۰۴ مقتبسان انوار = مط: مقتان انوار

۱۵/۱۰۴ میرے کنے = مط: میرے کے

۲۱/۱۰۴ مے طلب و کرنا تا ہے گویا (مخ) = مط: مے طلب
کرتا ہے کوئی

۳/۱۰۵ سینے کو = مخ: سینے سے

۹۸/۲۰ شام وسحر = مط : شام سحر

،، /۷ دیکھ کر نبض مری = مط: دیکھ کر مرض مری

،، /۷ ہائے اس مرض کے = خ، مط: مرض؟

۹/،، آئے ہو = خ : آتے ہو

،، /۱۱ عشق ومحبت = مط: عشق (و) محبت

،، /۱۲ آتی ہے آرزو = خ، مط: ہیں

،، /۱۵ دوبدو = مط: دویدہ و

،، /۲۳ نرگس کی طرح سیم بہ زر؟ = خ، مط: سیم ہے ہر آن سیم و زر

۱۰۶/۳ اطوار = مط: سحر انوار

،، /۹ گرمی سے = مط: گرتے سے

،، /۹ چلتے = خ : جلتے

،، /۱۱ مژہ کی نوک = مط : مژی کی نوک

،، /۱۱ تودے میں سری یکبار = مط: تودے میں سر (ی) یکبار

،، /۱۲ بنیسا ہے = (میر حسن: نہ پوچھو)

،، /۱۰ گھونٹا کیا ہے = خ : گھورتا کیا ہے

،، /۲۰ بے وفا تو اگر = مط: بے وفایوں اگر

،، /۲۲ الفت کے کشتگان = الفت کے کشت کار

۱۰۷/۲ قلی مراقدم (مط)؟ قلی مراقدم کو سنبل کر (خ)
(کذا) (مط) سہل کر / سہل کر (خ)

،، /۷ نکلتا دیکھا = مط: نکلتے دیکھا

،، /۷ کف افسوس کو = مط : کف افسوس کا

،، /۸ خرابات = مط : خراب

۱۰۷/۹ جلتے گزری = مط: جلتے دیکھا

۱۰۷/۱۲ بیٹھی ہے کس مزے سے = مط : بیٹھی (ہے) کس مزے سے

،، /۱۵ چلتی ہے فرشتوں میں یہ تلوار = خ: چلتی ہے یہ تلوار فرشتوں میں

،، /۱۹ کسی کی = خ : کسو کی

،، /۲۲ برائے ہدیہ = خ : بطریق ہدیہ

۱۰۸/۲ ہلال کو = خ : ہلال کے

،، /۱۰ فضائل علی خاں کا تخلص 'بے قید' تھا۔ گلزار ابراہیم میں 'ب' میں ذکر کیا ہے۔ میر حسن نے 'ف' کے تحت ذکر کیا ہے۔ ابتدا میں نام کے بعد لکھا ہے: 'بے قید' تخلص، جس کا ذکر صاحب مسرت افزا نے بھی نہ صرف یہ کہ 'ف' کے ذیل میں بیان کیا بلکہ لکھ دیا کہ ان کا تخلص فضائل تھا جبکہ میر حسن نے اپنے بیان کے آخر میں وضاحت کر دی ہے کہ سہواً ان کا بیان نام کے اعتبار سے 'ف' میں آگیا ہے، ورنہ تخلص کی بنا پر اسے 'ب' میں آنا تھا اور تخلص 'بے قید' لکھا ہے۔

،، /۱۱ دپابند زندان محبت (محنت) غم والم = خ: دپابند محبت (محنت) زندان غم واندوہ

،، /۱۳ محبت آں شیریں = مط: محبت شیریں

،، /۱۵ شکیبائی را درفرط = مط: شکیبائی درفرط

۱۰۹/۳ درآنکہ کند خود دولے = مط: در زآنکہ کند خود دولے

۱۰۹/۷ گرم گردید = مط : گرم دید

،، /۱۲ آمدن دادہ = خ : آمدن داد

۱۰۹/۱۳ مسرت افزا میں مثنوی کے کل ۲۰۷ اشعار ہیں، میر حسن

نے ۲۲ اشعار نقل کیے ہیں جن میں سے ۲۱ اشعار مسرت افزا میں موجود ہیں مگر ابراہیم میں ۱۳ اشعار دیے ہیں جن میں سے تین اشعار مسرت افزا میں پائے جاتے ہیں۔

۱۶/۱۰۹ کافرمانہ توں = مخ: کام فرماں نہ توں

۴/۱۱۰ بڑاقلب کوٹ = مط: بداملنب کوٹ

" /۶ [مرحلہ] = مخ، مط: سرہلا

۳/۱۱۱ بلایا مجھے = مخ: ملایا مجھے

" /۸ لگانیک = مط: لگا ایک

" /۲۱ کس کی گلی = مخ: کس کس گلی

۲/۱۱۲ یاجامع الفارقین = مط: میں جامع الفارقین

" /۷ جو جیتی ہوں میں اپنی قسمت کے بار = مخ: ... کی ہ ر

" /۹ کیا کیا ہے کر تلاش = مخ: کیا کیا دے کر تلاش

" /۱۱ بوجھ کر جی کی بات = مخ، مط: پوچھ کر جی کی بات

" /۱۲ مرہم اسے کیجیے = مط: (مرہم اسے کیجیے) دوسرا مصرع مخطوطہ میں ہے اور مطبوعہ میں اضافہ کیا گیا ہے اصل میں نہیں تھا

۱/۱۱۳ نیک و بد [جو تجھے] کرنا ہو سو ... = مخ، مط: نیک و بد کرنا ہو سو ... [= ق، ح، ب]

۱۰/۱۱۳ پھر امید نہیں = (مخ، ق، خ، ب) = مط: پھر نہیں

" /۵ ڈوب چلا = مط: ڈوب چکا

" /۶ قائم آ آپ رحم = مخ، مط: قائم آ آپ رحم مجھ کو

" /۸ اتنی کہتے ہو = مط: اتنی کہیو

" /۱۱ میں دوا ہوں = مط: میں دوا!

۱۱/۱۱۳ [صدا] کا (کلیات) = مخ، مط: سدا کا

" /۱۲ پھر منہ نہ کہیں = مخ: پھر منہ نہ کہیں

" /۲۰ از عوائق چند اتفاق تلاقی = مط: از عوائق چند تلاقی

۱۶/۱۱۴ عمر خود = مخ: غم و حسر خود

" /۲۰ کون = مخ، کوئی

" /۲۰ جا سکتا ہے = مط: جان سکتا ہے

" /۲۱ ہمارے شور سے = مخ: ہمارا سورش

" /۲۱ مجنوں کی بھولی = مط: مجنوں کو بھولی

۳/۱۱۵ عشق دختر شمع فروش = مط: عشق شمع فروش

" /۱۰ ٹوٹے نہ زمانے میں = مط: ٹوٹی؟ لوٹی نہ زمانہ میں

" /۱۰ ایک = مط: یک

" /۱۰ سوت کی پولی = مخ، مط: سوت پولی

" /۱۹ روز بینہ ما = مط: روز بینا

۵/۱۱۶ شیخ لطف اللہ = مط: شیخ عبداللہ (میر حسن نے بھی لطف اللہ نام لکھا ہے اور رخاک کا شاگرد بتایا ہے)

۴/۱۱۷ میسر کر عشق پیچ = مط: معرکہ عشق پیچ

" /۶ رو رو کے بو(موت) کرتا ہوں غم تراشی = مط، مخ: رو رو کے بعد موت،

۸/۱۱۷ اس کا جہاں میں جو رمحبت شعار ہے = مط: جس کا جہاں میں جو محبت سوا ہے۔

۱/۱۱۸ از راستی = مخ: براستی

" /۸ درد دل کو مرے = مط: درد دل میرے کو

" /۱۱ لے گریاں = مخ: ہیں گریاں

۱۵/۱۱۹ داغ جسم را دمخ : داغ چسم را
" ۱۸/ موہبت کردہ = مط : موہیب کردہ
" ۲۲/ دآب وگل دے = مط : وآب وگل
" ۲۳/ لآلی آبدار مضامین تازہ = مط : لآلی مضامین آبدار تازہ
۱۱/۱۲۰ ہمارے ہاتھ سے = مخ : ہمارے ساتھ سے
" ۱۳/ کوئی آزردہ کرتا ہے ! سجن ایسے کو ہے ظالم = مخ، مط :
کوئی آزردہ کرتا سجن ایسے کو ہے ظالم
" ۲۱/ یہ سر پاؤں سے تیرے ہل رہا ہے = مط : ... ل رہا ہے
" ۲۲/ تجھ کو ایسا = مط : تجھ ایسا
" ۲۲/ بس نہ سکملاتی = مخ : بس نہ سکملا
۲۰/۱۲۱ استاذ من = مخ : استاد من
" ۲۰/ = مخ، مط : شاہ غلام قطب الدین [قطب دیں]
" ۲۱/ خستہ دل = مخ : خجستہ دل
" ۲۱/ مخ، مط : ہاتف غیب من گفت [بگفت]
" ۲۲/ بہ سمع مبارک آنحضرت (ت ۔) رسیدہ بود = مخ : مط : بہ سمع
مبارک آنحضرت رسیدہ بود
۳/۱۲۲ کسب علوم کردے = مط : کسب علوم کردے
" ۹/ ہمراہ آنحضرت از الہ آباد = مط : ہمراہ آنحضرت (از) الہ آباد
۹/۱۲۳ کہ در آں زمان = مخ : کہ آں زمان
" ۱۱/ استقامت نمودہ = مخ : استقامت فرمودہ
" ۱۲/ اشتغال فرمودہ = مخ : اشتغال نمودہ
" ۱۲/ تیار نمودہ = مخ : تیار کنانیدہ
" ۱۹/ بخاک سپردند = مط : سپردند

۲۰/۱۲۳ مقرر نمودہ = مخ : مقرر فرمودہ
۳/۱۲۴ نخواہم نمود = نخواہم کرد
" ۸/ ددر دنیا = مط : ددر دوہا
" ۱۹/ نستاند بحذف = مط : نشناسد بحرف
" ۲۱/ دیدۂ اہل کمال = مط : دید اہل کمال
" ۲۲/ نہ فزوں شرف = مخ : نہ عزود شرف
۵/۱۲۵ از سر انکار و خلف = مط : از سر انصاف و حلف
" ۹/ گر دریں محکمہ = مط : کر دریں محکمہ
" ۹/ بازنیاید = مط : بازنماید
" ۸/ یک تحفہ ندارم در کف (مخ) = مط : ... زتحف مخ :
(بطور نسخہ) زتحف
" ۱۷/ فرط شغف = مط : فرط
" ۱۸/ نہ زنشر و نہ زلف = مط : نہ نشر و نہ زلف
۳/۱۲۶ قبر میں = مط : حشر میں
" ۲۲/ جو کسی طرح گزر جاوے = مط : جو اسی طرح گزر جاوے
۳/۱۲۷ آج سے = مخ : آج سے ۔
" ۹/ حائل ہوگا = مط : قائل ہوگا
" ۱۷/ آنسو کا ہے قطرہ = مط : آنسو کا مرا قطر
۱۱/۱۲۸ مرا بار لے چلو = مط : مرا یار لے چلو
۷/۱۲۹ فیض صحبت = مط : فیض محبت
" ۹/ شدائد قیامت = مخ : ذکر شدائد قیامت
" ۱۵/ نامعقول = مط : پرمعقول
" ۱۹/ طوطی کی اب ریز = مخ : لب ریز

۲۲/۱۲۹ سبزی یہ دیکھ خط کی = مخ : سبزی یہ خط کی دیکھ کے

۲۲/" کوئی کبیر ساہوے = مط : کوئی کنیز ساہوے

۲۳/" سو ہی دھنے ، مخ : سو ہی پتے

۳/۱۳۰ دکھ ہیں جگ کے میاں = مخ : دیکھے ہیں جگ کے بتاں

۸/" پہ ترے جور سے = مط : پر (ترے) جور سے

۸/" مردم چشم بھی حاضر ہیں = مط : مردم چشم بھی روتے ہیں

۱۸/" بر غم حاسداں = مط : بزعم حاسداں

۱۹/" در سطر تحریر = مخ : در سطح تحریر

۱۱/۱۳۱ بنائے چرخ سے = مط : بنائے خس سے

۱۱/" نالا نگاہ کا = مط : نالاں گاہ گاہ کا

۱۶/" لگ چلنے کو = مخ : لکھ ملنے کو

۲/۱۳۲ قسمت یہ دیکھو جا کے = مط : قسمت پہ دیکھو جا کے

۸/" شغل میں غم کے پڑے = مط : شغل میں غم کے پڑا

۶/۱۳۳ قدر رہی گھوڑے کی جہاں نہ رہی = مخ : قدر گھوڑے کی جہاں رہی

۷/" اسپ چوبین ہیں ہی تخت ہی = مخ : اسپ چوبیں میں ہیں تخت ہشی

۱۹/" مخ ، مط : مصرع ثانی کتا

۲۰/۱۳۳ جب بسالی کی لٹی لنگی سوئی = مط : جب بسالنے کے لیے لنگی ہوئی

۲۱/" دھن رفوگر نے رکھی کشیر کی = مط : دہیں رفوگر نے رکھی...

۲۳/" دو کان سے = مط : دکان سے

۲/۱۳۴ مط : بستی مخ : بسنے / بستے ؟

۲/۱۳۴ چھوٹتے ہی = مط : چھوٹتے (وے)

۵/" مخ ، مط : جس طرح سے کرتے ہینگے داسیل کو بند مط ، بند ؟

۱۶/" کل ہی کی بات ہے = مخ : کل کی بات ہے

۱۸/" وانہیں ہونے کا = مط : وانہیں ہوئے گا

۱۸/" اس بغیر = مط : تجھ بغیر

۲۱/" دہر میں سب عیش کر گئے = مط : دیر میں ... کر گئے

۵/۱۳۵ قرار صبر و خواب ہوش = مط : قرار صبر خواب ہوش

۶/" ہم آتے جاں بلب ہیں = مط : ... اپنے ...

۱۰/" چاہا تھا قاصد اب (آپ) ہوں = مط : ... ہوں

۱۱/" اڑ کے میں تجھ سے جا ملوں = مط : ... آ ...

۱۸/" چھٹنے کی کیا تدبیر ہے = مط : جینے ...

۱۸/" پاؤں (میں) زنجیر ہے (مط) = مط : ماؤں زنجیر ہے

۲۰/" دو عاشق = مط : دعاشق

۲۰/" وہ خاناں خراب = مط : دہ خاناں خراب

۲۱/" تاب و تب ہجر = مط : تب و تب ہجر

۲۲/" یہ جاں کوئی دم میں لب تلک آ = مخ ، مط : یہ جا کوئی دم میں

۱۷/۱۳۶ سخنہائے بسیار نمودہ = مط : میتہائے بسیار نمودہ

۱۸/" از خودی برد = مط : از دل خودی برد

۲۰/" سواس کو بھی = مط : تو اس کو بھی

۲۰/" مط : نذر ؟ ؟ مخ : نظر ؟ ؟

۶/۱۳۷ روتے ہی رہیے = مط : روتے ہی رہیے

۱۳/" خونخوار کی آنکھوں سے = مخ : خونخوار تیر مخ : برجستہ تن میں اس پار

۲۲/۱۳۷ درجریدۂ مط = مخ: بہ رجرید

۱/۱۳۸ مراصمدم = مخ: براصمدم

〃/۷ سسر نہ کیا = مط: سسر نہ رہا

〃/۸ لائق نہ نالائق تھا = مط: لائق نہ نالائق تھا

〃/۱۳ بجلی ہے یا کڑ اچمکتا ہے = مط: بجلی ہے کیا کڑ اچمکتا ہے

۸/۱۳۹ اتفاق تلاقی روداده = مخ: اتفاق ملاقی روداده مط:

اتفاق روداده

〃/۱۰ گشت رام کسے = مط: گفت رام کسے

〃/۱۷ الگ = مخ: خدا (جدا)

〃/۲۰ میری عقل بھولی ہے = مط: میری عقل بھولی (ہے)

〃/۲۴ ترے کان کا بالا = مط: ترے (کان) کا بالا

۳/۱۴۰ سو کدھر کا = مخ: وہ کدھر کا

〃/۹ پنج وششش = مخ: پنج ششش

〃/۱۴ عبداللہ خاں ساری (؟) = مخ: عبداللہ خاں ساری (؟)

۵/۱۴۱ تو نگ خوسی ہے = مخ: تو کیک خوش ہے

〃/۱۱ باشاہدان معانی = باشاعران معانی

۱۳/۱۴۱ تا دل میں غم رہے = مخ: تا دل میں نم رہے

〃/۱۷ اثر ڈھونڈے (ہے) مط = مخ: ثمر ڈھونڈے ہے

۵/۱۴۲ اپنے ہی سینے = مط: اپنے (ہی) سینے

〃/۷ مال و زر نہیں رکھتا (مخ، مط: پہلے شعر کا قافیہ دفاہے

〃/۱۵ یہ یہ (وقت) صبح لے جا = مط: یہ یہ صبح بجاہے مخ:

یہ یہ صبح لے جا اور

〃/۱۶ جہ جہ جی میں ہے کسی کے = مخ: جہ جہ جی میں ہے کسی کے

۱۸/۱۴۲ محب اس کے آنے کا = مط: فلک اس کے آنے کا

〃/۲۲ دولت صحبت پدر = مط: دو زحمت پدر

۱۸/۱۴۳ زہر قاتل = مخ: سم قاتل

۵/۱۴۴ سایۂ دیوار = مط: سایۂ دیدار

۲/۱۴۵ کل تم جو = مط: تم جو

〃/۱۵ جلتے جو ہو بھرے ہوئے = مط: جلتے جو بھرے ہوئے

۹/۱۴۶ بدیہہ گو = مخ: بسیا بدیہہ گو

〃/۱۱ آں قدر بے اتفاقی = مخ: آں قسم بے اتفاقی

〃/۱۸ ادعائے از ذکار او = مط: ادعا از کار او

〃/۲۰ گاہ در لکھنؤ = مط: گاہ لکھنو

۸/۱۴۷ ریختہ نیز می گوید = مط: ریختہ گوید

〃/۱۴ جور و جفا = مط: جور (و) جفا

〃/۱۹ شتابی لے خبر = مط: ستائے بے خبر

〃/۱۹ ہووے گا = مخ، مط: ہوتا ہے

〃/۱۹ آرام ہووے گا = مخ: آرام ہوتا ہے

〃/۲۰ بدنام ہوئے گا = مخ: بدنام ہوتا ہے

۱/۱۴۸ جو نقش کرتا سوائے تیرے = مط: جو نقش کرتے سوا ترے

〃/۸ جس کے اب ماتھ ہوا = مخ: جس کے اب ساتھ ہوا

〃/۱۲ غزالوں تم تو حاضر تھے = مط: غزالو تم تو حاضر ہو

〃/۱۹ مستند صغار و کبار = مط: ہستند صغار و کبار

۳/۱۴۹ مری آنکھ جھپک جائے = مخ: مری آنکھ جھپک جا

〃/۱۰ کر لیوے کام تجھ سے = مط: کر لیوے کام بخشی

〃/۱۲ لوگ تجھے کہتے ہیں = مط: لوگ مجھے کہتے ہیں

۱۲/۱۴۹ تیری میاں ہے کہ نہیں : مط : تیری میاں ہے بس کہ نہیں
۱۳/" کس کی چاہ کے اوپر = مط : کس کی جھلک کے اوپر / مخ : کس کی چاہ کے اوپر
۱۴/" پھر تا ہے کیوں تو گھر گھر = مط : پھرتا ہے تو کیوں گھر گھر
۱۷/" مخ، مط : نگاہی فقط ... ناموزوں
۲۲/" سو ذات علی ہیں = مط : سو ذات علی ہیں
۲۲/" وسیلہ یاں نہیں رکھتا = مط : وسیلہ یہاں ...
۲۳/" ندیم دیار ہیں اب نالۂ [و آہ] و فغاں میرے = مخ، مط : ندیم دیار ہیں اب نالہ و فغاں میرے
۳/۱۵۰ بولا : [از سبب] طبع نہیں آشنا پرست = مخ : بولا وہ ست طبع نہیں آشنا پرست، مط : ... جب ...
۶/" بے [یونہی] روز [و] شب رواں افسوس : مخ، مط : بے روز و شب رواں افسوس
۷/" اس جہاں کا لطف = مط : اس جناں کا لطف
۱۲/" مست تو ہے تو ہم دوانے / دیوانے ہیں = مط : مست تو ہے تو ہم دیوانے ہیں۔ بعد کے دونوں اشعار کے پیش نظر قیاسی تصحیح :
۱/۱ باسخن دنیاداری = مخ : ہرگز باسخن دنیاداری
۲/" کمترین خلائق می داند = مخ : کمترین خلائق می خواند
۶/" یک شعر فارسی ... برابر ہزار بیت است = مخ : (حاشیہ پر) از جملہ اشعار فارسی محتشمانہ او این یک شعر پسند طبع افتاد حقا کہ مضمون پسندا است
آخر میں ... ہمراہ رفت = مخ : آستیں آخر ہمراہ رفت

۷/۱۵۱ دامنش ہرگز گرفت = مخ : آستیں ہر کو گرفت
۱۵/" دیکھ تیرے قد کے تئیں [کناں] = مط : دیکھ تیرے قد کے تئیں
۱۸/" نیاز وافی دارد = مط : نیاز ذاتی دارد
۲۱/" میں نے کہا کہ پیارے = مط : میں نے کہا پیارے
۲۳/" نیاز ان کے قدم = مط : ان کے قدم
۲۳/" ہر دو نسخے میں محمد قائم کا تخلص نثار لکھا ہے۔ لیکن مطبوعہ نسخے میں اس شعر کا پہلا لفظ نہیں ہے اور "ان کے" سے ابتدا ہوئی ہے۔ اور قلمی نسخے میں نیاز سے شعر کی ابتدا ہوتی ہے، حالانکہ نثار اس کے سے ابتدا ہونی چاہیے۔ بظاہر یہ کتابت کی غلطی ہے۔ لیکن مؤلف کا جو طرز بیان ہے اس کے پیش نظر یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاعر کا تخلص نیاز ہے۔ اسلیے کہ مؤلف نے شاعر کے تعارف میں جو چند جملے لکھے ہیں ان میں "نثار" کا استعمال نہیں کیا ہے، بلکہ "نیاز" کا لفظ استعمال کیا ہے۔
۲۴/" منظور کہنا سلام اپنا = مخ : منظور رکھنا سلام اپنا، دونوں ناموزوں ہیں، غالباً یوں ہوگا : منظور ہے کہنا سلام اپنا
۱/۱۵۲ دوسرا مصرعہ مطبوعہ میں نہیں ہے
۴/" مخ، خواجہ محمد اکرم = مط : خواجہ محمد اکرام
۶/" مملکت حسن میں = مخ : مملکت عشق میں
۸/" صباجن دلوں = مط : سیاجن دلوں
۱۰/" بر پری رویان = مط : پر دیان
۱۰/" اکبرآباد = مخ : الہ آباد

۱۵۲/۱۳ وہ نافہ = مخ: وہ ناقہ

"/۱۲ بوے شیر = مخ: بوے سیر

"/۲۱ دام سے پرواز کیجیے = مط: دام سے فریاد کیجیے

"/۲۲ نالاں جو ایک دن = مط: ناداں جو ایک دم

۱۵۳/۹ بالیں .... مری = مخ: بالیں .... مرے

"/۱۳ نکل کھڑے ہوں مرے = مط: نکل کھڑے ہو (دن) مرے

"/۱۷ قابل وباوقار = مط: قابل وباوفا

"/۲۳ "وقت تالیف ... ابراہیم خاں" مخطوطہ میں نہیں ہے۔

۱۵۴/۱ "تعلیل .... بالصواب" مخطوطہ میں نہیں ہے۔

۱۵۴/۵ آج اس دیگ سے = مخ: آج اس ریگ سے

"/۵ کمر سے دامن = مط: کمر میں دامن

"/۱۶ ترا کمہ = مخ: ترا موہنہ

"/۱۸ منزل السرور = مط: منزل آں سرور

"/۲۰ اتفاق موافقت = مخ: اتفاق الفت

۱۵۵/۲ جس سے کچھ = مخ: جس سے ٹک

"/۱۲ خبر لیجیو گھر جلتا ہے = مط: خبر لیجیو (گھر) جلتا ہے

۱۵۵/۱۴ در پے ہیں آہ میرے دل داغدار کے = مخ، آہ اس مرے ...، مط: ... آہ اس مرے

"/۱۹ تم جو شب وعدے پہ اپنے = مط: ہم جو شب وعدے پر اپنے

"/۲۲ جہاں میں نام نہ لے کوئی آشنائی کا = مط: ...نام لے نہ کوئی

۱۵۶/۱ بیت گمراہ = مط: وہ بت گمراہ

"/۱۰ بیگانے کا کیا دوس = مط، مخ: دوس (متن) دوست (حاشیہ)، مط: دوستی

۱۵۶/۱۴ مسجد و بانگ و نماز = مط: مسجد و بانگِ نماز

"/۱۵ نقش قدم کی طرح = مط: نقش قدم کی طرح

"/۱۸ خندہ بخش شمع نت = مخ: خندہ بخش تیغ بت

۱۵۷/۲ درخدمت حضرت = مخ: درخدمت آنحضرت

"/۴ درزبان فارسی و ریختہ = درزبان فارسی و ریختہ مہارت بنایت دارد، چند مثنوی درزبان فارسی و ریختہ

"/۱۱ لاکھوں لوگوں کے تئیں دیکھا = مط: لاکھوں لوں کس دیکھا... مخ: لاکھوں لوں کتئیں دیکھا...

"/۱۲ ہم تو ہستی میں = مط: ہم ہستی میں

"/۲۲ غنچہ دل کھلے ہیں جب دل پر (دلبر) = مخ، مط: ... دل پر

۱۵۸/۱ منت جلاد کریں = مط: منت صیاد کریں

"/۷ اس ہستی = (شورش: یہ ہستی، مجموعہ: میں ہستی)

"/۸ مخ: زمیں آسمان تک ہے

"/۹ مواسا دن میں کرتا ہوں دل کا عزیزاں = مخ، مط: مواسا کرتا ہوں...

۱۵۸/۱۰ اے یار دیکھیو خبر عارفاں کو = مخ: ... عارفوں کو

"/۱۲ ولایت تجھے کون تجھ بن خریدے = مط: ولایت مجھی کو تجھ بن خریدے

"/۱۸ مخ، مط: مصرع ثانی ندارد

"/۲۲ ... رکھتی ہے چشم بہت دور = مط: ... کہتی ہے ...

۱۵۹/۱ مصرع ثانی ندارد = جو سراپا جسم (تم کے

"/۵ دیکھے مسکراتے = مط: دیکھے مسکرا کے

ان سے پورا پورا استفادہ نہیں کیا مثلاً بے نوا عطا اور عاشق وغیرہ۔ ذکر میر تقی میر کے "نکات الشعراء" میں ہے لیکن مسرت افزا میں نہیں۔ سید فتح علی حسینی گردیزی کے تذکرہ "ریختہ گویان" میں تفضل بیگ، ایہام، رحم علی موزوں اور میر یحییٰ عاشق کے تراجم موجود ہیں، جبکہ مسرت افزا میں نہیں۔ اسی طرح میر حسن کے تذکرہ شعرائے اردو میں اسد علی اسد، قلندر علی آزاد، خواجہ زین العابدین آزاد وغیرہ کا ذکر ہے۔ لیکن تذکرہ مسرت افزا میں ان کے تراجم مفقود ہیں۔

"سرو آزاد" سے جس طرح استفادہ کرنا چاہیئے تھا مولف نے نہیں کیا۔ اور مجمع النفائس کے بارے میں تو بتایا جا چکا ہے کہ وہ غالباً مولف کی نظر سے گزرا ہی نہیں۔ شاکر ناجی کا ترجمہ نکات الشعراء، تذکرہ ریختہ گویان اور تذکرہ شعرائے اردو تینوں میں ہے جبکہ مولف نے لکھا ہے کہ پتہ نہیں شاکر ناجی کون ہیں۔

چونکہ مولف نے اچھا خاصا سفر کیا تھا اور اس زمانے کے ادبی نقطۂ نظر سے بعض اہم شہروں میں اُن کا قیام رہا تھا۔ اس لئے تذکرے کے اکثر شعراء سے ان کی ذاتی ملاقات ہوئی تھی۔ مثلاً مولف نے لکھا ہے کہ رفعت الہ آبادی کے گھر ان کی ملاقات شورش سے ہوئی تھی۔ جعفر خاں راغب سے ان کی ملاقات عظیم آباد میں ہوئی تھی۔ آسارام ذوق غازی پوری سے نہ صرف مولف کے ذاتی تعلقات تھے بلکہ مولف نے ذوق غازی پوری کے جو اشعار نقل کئے ہیں وہ ذوق نے یادگار کے طور پر مولف کو لکھ کر دیئے تھے۔

مولف کی لکھنؤ میں مرزا محمد رفیع سودا سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ سودا کے بارے میں وہ لکھتے ہیں جیسا سنا تھا اُس سے زیادہ پایا۔ انہوں نے سودا سے متعلق یہ دلچسپ حکایت بھی بیان کی ہے کہ ایک دن سودا انشاء اللہ خاں انشاء کے والد میر ماشاء اللہ کی ملاقات کو گئے۔ دوران گفتگو میں کسی بات پر بدمزگی ہوگئی۔ سودا کو غصہ آگیا اور انہوں نے فی البدیہہ میر ماشاء اللہ کی ہجو میں چند اشعار کہے جس کا مطلع ہے:

دم میں تولا ہیں دم میں ماشا ہیں   میر کیا ہیں عجب تماشا ہیں

قدیم تذکروں میں یہ واقعہ صرف تذکرہ مسرت افزا میں ملتا ہے۔ البتہ جدید کتابوں میں ڈاکٹر خلیق انجم نے مرزا محمد رفیع سودا میں صرف اتنا لکھا ہے کہ:

ایک بار اتش اللہ خاں کے والد اشرف اللہ خاں مقصود سے ملنے گئے تھے۔ کچھ بات ناگوار گزری۔ اور سودا نے ان کی ہجو کہہ دی۔ (ص/۲۸۴)

غالباً ڈاکٹر صاحب کی مراد "مسرت افزا" میں منقول اس حکایت سے ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ کلیات سودا کے کسی معتبر کلیات میں میری نظر سے نہیں گزری ہے اور نہ ہی کسی اور تذکرہ نگار نے اس کا ذکر کیا۔ اس طرح مولف نے سودا اور ضاحک کے بارے میں لکھا ہے کہ جب سودا نے ضاحک کی ہجو کہی جس کا پہلا مصرعہ ہے۔

ضاحک کی اہلیہ نے ڈھول اپنے گھر دھرایا۔

تو میر حسن نے سودا سے بہت التجا کی کہ اسے شہرت نہ دیں۔ سودا نے میر حسن کی التجا مان لی لیکن ان کی کوششوں کے باوجود اس ہجو کو شہرت حاصل ہو کر رہی۔ مولف میر محمد معصوم کے چھوٹے بھائی میر اعظم، اعظم دہلوی سے مرشد آباد میں ملے تھے۔ ٹھاکر داس ضمیر نے تذکرے کے لئے اپنے اشعار خود نقل کر کے دیئے تھے۔ مرزا ظہور علی ظہور سے مرشد آباد میں رائے بھکاری داس عزیز سے الہ آباد میں ؛

غلام حسین خاں سے بنارس میں اور میر ضیاء سے پٹنہ میں ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ اس طرح مولف مرشد آباد میں میر رحمت اللہ سویدا اور پٹنہ میں مرزا محمد علی فدوی سے اور علی نقی کافر دہلوی سے الہ آباد میں ملے تھے۔ اس سب کے باوجود جن شعرا سے مولف کی ملاقات ہوئی تھی۔ ان کے حالات لکھنے میں بھی انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ حد تو یہ ہے کہ مولف نے اپنے بارے میں کچھ بھی معلومات فراہم نہیں کیں۔ خود مولف کے والد کے نام کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

تذکرہ مسرت افزا کی تالیف سے قبل ان تذکروں کے علاوہ جن کا مولف نے ذکر کیا ہے کم سے کم سات تذکرے اردو جود میں آچکے تھے۔ حمید اورنگ آبادی کا گلشن گفتار، افضل بیگ قاقشال کا تحفۃ الشعرا، قیام الدین قائم کا مخزن نکات عنایت اللہ فتوت کا ریاض حسنی، لچھمی نرائن شفیق کا چمنستان شعرا۔ قدرت اللہ شوق کا طبقات الشعرا اور بہاؤ الدین حسین خان عروج کا بہار و خزاں ۱۱۹۲ھ

سے قبل لکھے جا چکے تھے لیکن مولف ان سے واقف نہیں۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ مولف واقعات اور حالات کے بیان کرنے میں بہت زیادہ محتاط نہیں ہیں۔ انھوں نے بہت سے ایسے واقعات نقل کیے ہیں جو مشتبہ ہیں۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی کا شعر کسی اور شاعر سے منسوب کر دیا ہے۔ بہت سے شاعروں کے غلط نام لکھے ہیں۔ لیکن یہ اس عہد کے تمام تذکروں کی خصوصیات ہیں۔

شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی

مولف کے قول کے مطابق اس تذکرہ کا محرک میر کا تذکرہ نکات الشعرا ہے۔ میر نے بہتوں پر لے دے کی ہے، امراللہ کو یہ بات ناگوار گزری، میر کی سیادت کے بھی وہ قائل نظر نہیں آتے۔ اس تذکرہ میں خصوصیت کے ساتھ الہ آبادی اور عظیم آبادی شعرا کے تفصیلی حالات ملتے ہیں۔ الہ آباد تو خیر مولف کا وطن ہی تھا، عظیم آباد سے بھی اس کو بڑی گہری دلچسپی نظر آتی ہے۔ یہاں کی ادبی مجلسوں میں وہ شریک رہا۔ شعرا کی صحبتیں اسکو میسر رہیں ان سے گہرے روابط کا پتا چلتا ہے۔

تذکرہ حسب دستور زبان فارسی میں حروف تہجی کی بنا پر لکھا گیا ہے اس کا قلمی نسخہ اوکسفورڈ میں ہے جس کا متن آمنسٹ کی مدد سے معاصر (پٹنہ) میں بالاقساط چھپا اس میں ۲۵۴ شعرا کا حال ہے، اسٹوری نے اطلاع دی ہے کہ ۲۴۷ شعرا ہیں ایک اور قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری میں موجود ہے اس میں کوئی ترمیم نہیں مگر دو شاعروں کا اضافہ ہے (۱۵۹ الف و ۲۴۷ الف) اس طرح اب ۲۵۶ شعرا پر مشتمل یہ تذکرہ اردو کے قالب میں پیش کیا جا رہا ہے، شعرا کا کلام اس میں داخل نہیں کیا گیا صرف تعداد اشعار ظاہر کر دی گئی ہے۔

تذکرہ کی عبارت عام دستور کے مطابق رعایت لفظی سے بھری ہوئی ہے، شاعر کے نام اور تخلص کی رعایت ہر جگہ ملحوظ رکھی گئی ہے پھر بھی یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مؤلف نے جادۂ اعتدال سے قدم آگے نہیں بڑھایا ہے۔ اپنی رائے ظاہر کرنے میں اس نے صاف گوئی سے کام لیا ہے۔ کہیں کہیں شاعرانہ نکتے بھی بیان کئے ہیں جس سے اسکی سخن فہمی اور سخن سنجی کا پتا چلتا ہے۔

مولف کا نام امیر الدین احمد اور عرف امراللہ ہے کنیت ابوالحسن تالیف کے وقت عمر ۲۲ سال کی تھی اس لئے اندازہ ہے کہ ۱۱۷۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے ہونگے۔ اپنے بڑے بھائی مولوی خیر الدین محمد تخلص حسرت (۴۲) کا تذکرہ بڑے ادب اور محبت سے کرتے ہیں اور ان کی پیدائش کا سال ۱۱۶۵ھ بتایا ہے۔ ایک دوسرے بھائی صلاح الدین خاں کا تذکرہ ضمناً شاعر ۱۲۳ کے ساتھ کیا ہے۔ شاہ قطب الدین مصیب ۱۹۹ ان کے بہنوئی تھے اور شاہ غلام حیدر بھانجے۔ اپنا تذکرہ بہ حیثیت شاعر داخل تذکرہ نہیں کیا معلوم نہیں ریختہ کہتے تھے یا نہیں۔ دیباچہ میں فارسی کے اشعار خود ان کے تصنیف کردہ ہیں

نگار (پاکستان) کے مخصوص شمارہ تذکرہ کا تذکرہ نمبر سالنامہ ۱۹۶۴ء میں تذکرہ مسرت افزا سے متعلق چند باتیں لکھی گئی ہیں چونکہ اطلاعات غلط فہمی پر مبنی ہیں اس لئے ان کی تصحیح ضروری سمجھی گئی۔

(۱) "مولف عظیم آباد میں آباد ہوگئے تھے" عظیم آباد میں ان کا قیام محض عارضی تھا۔

(۲) "طباعت کی نوبت اب تک نہیں آئی" حالانکہ معاصر (پٹنہ) میں سنہ ۱۹۵۴-۵۵ء میں بالاقساط شمارہ ۵ تا ۸ میں اکسفورڈ والے نسخہ کے عکس کی بنا پر قاضی عبدالودود صاحب نے مرتب کرکے شایع کردیا تھا اور انہیں

اجزا کو بھر کتابی شکل میں بھی مرتب کر دیا گیا تھا۔

(۳) "سنہ ۱۲۰۶ھ تک اس میں اضافے ہوتے رہے" یہ اطلاع کتاب سے ثابت نہیں ہوتی۔

(۴) "کسی اور نسخے کا سراغ اب تک نہ لگا"۔ ایک قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری میں موجود ہے۔

یہ تذکرہ اپنی گوناگوں اہمیت کی بنا پر اردو قالب میں ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے امید ہے کہ میری یہ سعی مشکور ہوگی دوسرے تذکروں کی بھی اردو میں تلخیصیں مرتب ہیں انشاء اللہ وہ بھی جلد ہی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوں گی۔

••